رحمہ اللہ تعالیٰ
امامِ اعظم
پر اعتراضات کی حقیقت
علامہ محمد نور بخش توکلی رحمہ اللہ تعالیٰ
(مصنف سیرت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم)
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

حسبی من الخیرات ما اعددتہ — یوم القیامۃ فی رضا الرحمٰن
دین النبی محمد خیر الوریٰ — ثم اعتقادی مذہب النعمان

الاقوال الصحیحۃ

فی جواب

الجرح علیٰ ابی حنیفۃ

مؤلفہ

مولانا محمد نور بخش صاحب توکلی ایم اے

(مصنف سیرت رسول عربی)

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

﴿ بانی ادارہ ﴾

جناب محترم سید اعجاز احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ

متوفی ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ / ۵ ستمبر ۱۹۹۸ء

نام کتاب ـــــــ الاقوال الصحیحۃ فی جواب الجرح علیٰ ابی حنیفۃ

بنام اُردو ـــــــ امام اعظم پر اعتراضات کی حقیقت

مصنف ـــــــ علامہ محمد نور بخش توکلی

پروف ریڈنگ ـــــــ مولانا محمد ابراہیم فیضی

تحریک ـــــــ علامہ عبدالحکیم شرف قادری

ناشر ـــــــ فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار، لاہور

کمپوزنگ ـــــــ المدد کمپوزنگ سنٹر، لاہور

تعداد ـــــــ گیارہ سو

مطبع ـــــــ رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور

ہدیہ ـــــــ ۔/160 روپے

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمہ آغاز

سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین متین کی خدمت و اشاعت میں سب سے زیادہ حصہ متبع سنت مشائخ اور باعمل علماء کا ہے۔ وہ مالی منفعت اور ذاتی عزت سے بے نیاز ہو کر مولائے کریم جل مجدہ العظیم کی رضا کے لیے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ وہ زندگی کے کسی بھی شعبہ سے متعلق رہیں، اپنے مقصد سے غافل نہیں رہتے۔ اس اعتبار سے وہ ملت اسلامیہ کے لیے قابل صد احترام اور لائق اقتداء ہوتے ہیں۔

ایسے ہی علماء و مشائخ میں سے حضرت علامہ پروفیسر محمد نور بخش توکلی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جنہوں نے اپنی تمام عمر دین متین کی تبلیغ، علوم اسلامیہ کی تدریس اور دینی موضوعات پر تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر رکھی تھی، علامہ توکلی ۱۸۷۷ء میں چک قاضیاں ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کرنے کے بعد مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں داخل ہوئے اور ایم۔اے عربی میں امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوئے۔ ۱۸۹۳ء میں ہندو محمڈن سکول، چھاؤنی انبالہ میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔(۱) انہی دنوں سلسلہ عالیہ، نقشبندیہ میں حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ/

(۱) اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ علامہ: تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور (مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۷۵ء) ص ۲۹۴۔

۱۸۹۷ء) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔(۱) اسی سبب سے اپنے نام کے ساتھ توکلی لکھا کرتے تھے۔ حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی کے وصال کے بعد مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی ثم لدھیانوی سے سلسلہ عالیہ صابریہ میں فیض یاب ہوئے۔

۱۸۹۶ء میں میونسپل بورڈ کالج، امرتسر میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ اس کے باوجود علم دین سے اس قدر شغف تھا کہ مولانا غلام رسول قاسمی کشمیری، امرتسری (م ۱۹۰۲ء) المعروف رسل بابا کے حلقہ درس میں شامل ہوتے اور دینی طلباء کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ کر فقہ، تفسیر اور حدیث کا درس حاصل کرتے تھے۔(۲) ان کی تصانیف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا مطالعہ بہت وسیع اور علوم دینیہ پر نظر بہت گہری تھی۔

اسمٰعیل پانی پتی نے لکھا ہے:

گورنمنٹ کالج، لاہور میں عربی کے پروفیسر اور انجمن نعمانیہ کے "ناظم التعلیم" تھے۔ علی گڑھ سے ایم۔ اے پاس کیا تھا اور بڑی ٹھوس قابلیت کے مالک تھے۔(۳)

بعد ازاں لاہور تشریف لائے اور ایک عرصہ تک دارالعلوم نعمانیہ، لاہور کے ناظم تعلیم اور انجمن نعمانیہ کے ماہوار رسالہ کے ایڈیٹر رہے، ان ہی ایام میں گورنمنٹ کالج لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے، اس عرصہ میں آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت کی گرانقدر خدمات انجام دیں اور آپ کے فیوض و برکات بڑی فراوانی سے پھیلے۔

حضرت علامہ توکلی کی جملہ تصانیف سے نہ صرف یہ کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والہانہ محبت کا پتہ چلتا ہے، بلکہ پڑھنے والے کا ایمان بھی تازہ ہو جاتا ہے۔ ۱۲ ربیع الاول شریف کو عام طور پر بارہ وفات کہا جاتا تھا، یہ حضرت علامہ توکلی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ گورنمنٹ کے گزٹ میں عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام منظور کروایا اور

(۱) محمد عبدالحکیم شرف قادری: تذکرہ اکابر اہل سنت (مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۷۶ء) ص ۵۵۹۔

(۲) اقبال احمد فاروقی، علامہ: تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت، لاہور ص ۲۹۷۔

(۳) نقوش، لاہور نمبر ص ۹۵۱۔

اس دن کی عام تعطیل منظور کروائی۔(۱) بحمدہ تعالیٰ آج یہی نام بچے بچے کی زبان پر ہے اور پاک وہند میں یہ دن شایان شان طریقے سے منایا جاتا ہے۔

ریٹائر ہونے کے بعد آپ نے چک قاضیاں میں مدرسہ اسلامیہ توکلیہ قائم کیا، جس سے کثیر طلباء مستفید ہوئے۔(۲)

حضرت علامہ توکلی تصنیف و تالیف کی ضرورت، اہمیت اور افادیت سے پوری طرح باخبر تھے، اس لیے انہوں نے اس طرف خصوصی توجہ فرمائی اور اس میدان میں خاصا کام کیا، قدرت نے انہیں وسیع معلومات، قوت استدلال اور عام فہم انداز تحریر کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس دعوے پر ان کی تمام تصانیف شاہد ہیں، انجمن نعمانیہ کے ماہوار رسالہ میں اکثر و بیشتر آپ کے پر مغز مضامین اور فتاویٰ شائع ہوتے تھے، اس رسالہ کی فائلیں شاید ہی کسی جگہ محفوظ ہوں، ورنہ ان سے اچھا خاصا ذخیرہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں، ان میں سے اکثر انجمن نعمانیہ کی طرف سے شائع ہوئیں۔ بعد میں بعض کتابیں دیگر اداروں نے بھی شائع کیں۔

(۱) سیرت رسول عربی: سیرت پاک کے موضوع پر مقبول ترین کتاب ہے۔

(۲) تحفہ شیعہ: دو ضخیم جلدوں میں شیعہ مذہب کے معلومات کا انسائیکلوپیڈیا اور شیعہ کے اعتراضات کا مدلل جواب، تحفہ اثنا عشریہ کے بعد اس سے بہتر شاید ہی کوئی اور کتاب ہو۔ ضرورت ہے کہ اس کی دوبارہ اشاعت کی جائے۔

(۳) **الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ:** امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شیعہ اور غیر مقلدین کے اعتراضات کا مسکت جواب ہے جسے فرید بک سٹال، لاہور شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

(۴) کتاب البرزخ: ایصال ثواب، سماع موتیٰ، بزرگان دین سے استمداد اور ایسے ہی دیگر مسائل پر منفرد کتاب۔

---

(۱) اقبال احمد فاروقی علامہ: تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور، ص ۲۹۸۔

(۲) غلام مہر علی، مولانا علامہ: الیواقیت المہریہ (مکتبہ مہریہ چشتیہ ۱۹۶۴ء) ص ۱۴۶۔

(۵) سیرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ کتاب نوری بک ڈپو لاہور نے چھاپ دی ہے، لیکن اس میں کتابت کی بہت سی اغلاط رہ گئی ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کردی جائے گی۔

(۶) تذکرہ مشائخ نقشبندیہ: نوری بک ڈپو لاہور نے بڑے اہتمام کے ساتھ اس کا نیا ایڈیشن شائع کردیا ہے۔

(۷) شرح قصیدہ بردہ شریف (اردو): نوری بک ڈپو، لاہور نے اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا ہے۔

(۸) شرح قصیدہ بردہ شریف (عربی): انجمن نعمانیہ لاہور نے شائع کی تھی۔

(۹) رسالہ نور: ۱۹۲۰ء میں مولانا کرم الدین دبیر (مصنف آفتاب ہدایت) اور ضلع فیصل آباد کے مولوی محمد فاضل (غیر مقلد) کے درمیان مسئلہ نور پر مباحثہ ہوا اور آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ انجمن نعمانیہ لاہور کے علماء کی طرف رجوع کیا جائے، چنانچہ حضرت مولانا محمد نور بخش توکلی اور مولوی غلام مرشد (جو اس وقت صحیح العقیدہ سنی تھے) نے مولانا کرم الدین دبیر کے حق میں فیصلہ دیا، رسالہ نور اسی فیصلہ پر مشتمل ہے۔(۱) اس رسالہ کو دوسری مرتبہ جدید کمپوزنگ کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت تنظیم نوجوانان اہلسنت بھاٹی گیٹ، لاہور کو حاصل ہوئی۔

(۱۰) عقائد نامہ مسلمانان اہل سنت و جماعت: یہ عقائد نامہ حضرت علامہ توکلی کا مرتبہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا مصدقہ ہے۔ انجمن نعمانیہ، لاہور کی رکنیت کے لیے رضامندی سے اس پر دستخط کرنا شرط تھا، اس وقت دوسرا ایڈیشن (محرم ۱۳۵۲ھ) پیش نظر ہے۔

(۱۱) عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۱۲) معجزات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۱۳) حلیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

---

(۱) محمد عبدالحکیم شرف قادری: تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۱۲-۴۳۔

(۱۴) غزوات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات کی تفصیل اور "سیرت النبی" میں غزوۂ بدر کے بارے میں شبلی کے موقف پر تنقید کی ہے۔ اس وقت صرف پہلا حصہ پیش نظر ہے۔

(۱۵) مولود برزنجی کی اردو شرح۔

(۱۶) اعجاز القرآن۔

(۱۷) مقدمہ تفسیر القرآن۔

(۱۸) تفسیر سورۂ فاتحہ و سورۂ بقرہ۔

(۱۹) امام بخاری شافعی: غیر مقلدین کے اس پروپیگنڈے کارد کہ امام المحدثین حضرت امام بخاری قدس سرہ العزیز کسی امام کے مقلد نہیں تھے۔ اس رسالہ میں باحوالہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت امام بخاری، حضرت امام شافعی قدس سرہ کے مقلد تھے، یہ رسالہ دوسری دفعہ مکتبہ قادریہ لاہور کی طرف سے چھپ چکا ہے۔

(۲۰) ترجمہ تحقیق المرام فی منع القراۃ خلف الامام: مولانا غلام رسول قاسمی امرتسری نے "تحقیق المرام" میں مقتدی کے لیے قراءت کے ممنوع ہونے پر زبردست دلائل دیئے تھے۔ اصل کتاب عربی میں تھی۔ حضرت علامہ توکلی نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو راقم کے پاس موجود ہے۔

(۲۱) حاشیہ التحفہ الابراھیمیہ فی اعفاء اللحیہ: مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی نے داڑھی رکھنے کی فضیلت اور منڈوانے کی قباحت پر رسالہ "تحفتہ الابراہیمیہ" لکھا۔ حضرت علامہ توکلی نے اس پر حواشی لکھے اور ۱۳۳۶ھ میں اسے شائع کیا۔ راقم کے پاس موجود ہے۔

حضرت علامہ محمد نور بخش توکلی اپنے مکان کی سیڑھی سے گرنے کی وجہ سے کچھ عرصہ بیمار رہے اور ۱۳ جمادی الاولیٰ ۲۴/ مارچ (۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) کو خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔(۱) فیصل آباد کے جنرل بس اسٹینڈ کے قریب حضرت نور شاہ ولی قدس سرہ کے مزار کے پاس دفن ہوئے، مزار مبارک پر گنبد تعمیر ہو چکا ہے۔

---

(۱) محمد عبدالحکیم شرف قادری: تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۵۶۰۔

الاقوال الصحیحہ

فی

جواب الجرح علی ابی حنیفہ

قیام پاکستان سے پہلے متحدہ پاک و ہند میں مناظروں کا دور دورہ تھا۔ کہیں عیسائیوں سے 'کہیں آریہ سے 'کہیں غیر مقلدین سے 'کہیں دیوبندیوں سے۔ اور مخالفین کی طرف سے چیلنج کیا جائے تو اس وقت خاموشی کئی مفاسد کو جنم دیتی ہے۔ اس لیے علمائے اہل سنت نے بیک وقت کئی محاذوں پر کام کیا۔ افسوس کہ اس دور کی تاریخ جمع نہیں کی گئی۔ ورنہ آج کا قاری اطمینان سے فریقین کے دلائل کا مطالعہ کر کے واضح طور پر صحیح نتیجے تک پہنچ سکتا تھا۔

امرتسر میں سنی' حنفی علماء اور غیر مقلدین علماء کا تحریری اور تقریری مباحثہ جاری رہتا۔ غیر مقلد عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنے رسالے میں مضامین لکھتے' علماء احناف الفقیہ' امرتسر اور اہل فقہ' امرتسر اور دوسرے جرائد میں ان کے جوابات دیتے۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری علمی دنیا میں علم حدیث کے تاجدار ہیں۔ غیر مقلدین انہیں امام المجتہدین امام اعظم ابو حنیفہ کے مقابلے میں اس طرح پیش کرتے جیسے امام ابو حنیفہ کا کوئی مقام ہی نہ ہو۔ علمائے احناف نے جواباً امام بخاری اور ان کی صحیح پر تنقیدی مقالات لکھے جو اہل فقہ' امرتسر میں شائع ہوئے۔ یہ مجلہ مولانا غلام احمد اخگر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ بعض مقالات خود انہوں نے بھی لکھے۔ مولانا سید عبدالغفور نے یہ مقالات یکجا کر کے الجرح علی البخاری کے نام سے شائع کر دیے۔

اس کے جواب میں چاہیے تو یہ تھا کہ اس تنقید کا جواب دیا جاتا' اس کے برعکس

بنارس کے مولوی سعد بنارسی نے ایک کتاب بنام "الجرح علی ابی حنیفہ" لکھ دی جس میں امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع میں کوئی فروگزاشت نہ کی۔ فاضل متبحر علامہ نور بخش توکلی رحمہ اللہ تعالیٰ (مصنف سیرت رسول عربی) نے اس کا جواب "الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ" لکھی اور مذکورہ بالا کتاب کا جواب ہی نہیں دیا بلکہ امام اعظم کی محبت و عقیدت کا حق بھی ادا کر دیا۔

علامہ نور بخش توکلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے:

"سعد بنارسی نے بہت سے اعتراضات سید حامد حسین رافضی کی کتاب "استقصاء الافحام و استیفاء الانتقام" سے لیے ہیں، لہٰذا اس کتاب میں توضیح کی غرض سے مصنف کے قول کے بعد جابجا صاحب استقصاء کا قول قال الرافضی سے اور اس کا جواب اقول سے شروع ہو گا"۔ (الاقوال الصحیحہ، طبع قدیم، ص ۲)

اس سے قارئین خود اندازہ لگالیں گے کہ غیر مقلدین کا روافض کے ساتھ کیا تعلق ہے اور انہوں نے کس طرح ان کی خوشہ چینی کی ہے؟

الاقوال الصحیحہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء کی اشاعت قسط وار انجمن نعمانیہ ہند، لاہور کے ماہواری رسالہ میں شروع کی گئی۔ چند قسطیں بنارسی کو بھی ارسال کی گئیں، جس کے جواب میں انہوں نے ایک پوسٹ کارڈ ارسال کیا اور اس میں لکھا:

"آپ کے رسالہ کا ترکی بہ ترکی جواب دیا جائے گا..... علاوہ بریں میں رافضی کا ہم آہنگ نہیں، نہ میں نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ جو آپ نے جواب میں میرے ساتھ اسے بھی ملالیا"۔

(الاقوال الصحیحہ، ص ۳۶۵)

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں الاقوال الصحیحہ کا غالباً دوسرا ایڈیشن شائع ہوا جو انجمن نعمانیہ، لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا۔

اس کے ضمیمے میں علامہ توکلی لکھتے ہیں:

"اقوال صحیحہ کو شائع ہوئے تین سال ہو چکے' مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے' اس عرصے میں بنارسی کی طرف سے اس کا کوئی جواب (ترکی بہ ترکی' دنداں شکن تو درکنار) شائع نہیں ہوا' اس خاموشی سے حسب تحریر بنارسی پایا جاتا ہے کہ اس نے میرے جواب کو تسلیم کر لیا ہے اور اس کا یہ لکھنا کہ میں نے روافض کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا' غلط ہے۔ کیونکہ الجرح علی ابی حنیفہ کے ص ۷ سطر اخیر میں حامد حسین رافضی کی کتاب استقصاء الافحام کا حوالہ موجود ہے' سچ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ رافضی کو بنارسی کے ساتھ ملانا بے وجہ نہیں۔ اس سے ایک تو بنارسی کا ماخذ معلوم ہو گیا اور دوسرے تحریر رافضی کا بھی جواب ہو گیا۔

چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار

(الاقوال الصحیحہ' ص ۳۶۶)

کچھ عرصہ پہلے گوجرانوالہ کے ایک دیوبندی ادارے نے اقوال صحیحہ شائع کی جس کے ٹائٹل پر لکھا ہوا تھا کہ اسے فلاں صاحب نے ترتیب دیا ہے۔ حالانکہ انجمن نعمانیہ کے شائع کردہ ایڈیشن کا عکس شائع کیا گیا تھا۔

اب فرید بک سٹال کے مالک سید محسن اعجاز گیلانی اسے نئی کمپوزنگ کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۷ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ' ۵ مارچ ۲۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله خالق الارض و السموات العلیٰ و الصلوة و السلام علی سیدنا و مولانا و وسیلتنا فی الدارین محمد ن المصطفی و علی اله الطیبین الطاهرین سفینة النجاة و اصحابه الغرر الکرام نجوم الهدی و علی الائمة المهدیین البالغین فی الاجتهاد الغایة القصوی و اولیائه العظام کنوز الحقائق و المعارف الکبری۔

امابعد! ناظرین باتمکین کی خدمت میں گزارش ہے کہ ایک روز حسن اتفاق سے مسجد پٹولیاں لاہور میں ایک دوست سے میری ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے الجرح علی ابی حنیفة کا ذکر کرتے ہوئے مجھ سے تحریری جواب کے لیے ارشاد فرمایا۔ لہٰذا حسب ایمائے آں کرمفرما باوجود کثرت اشغال یہ مختصر جواب لکھا گیا۔ بصورت ضرورت انشاء اللہ پھر قلم اٹھایا جائے گا۔

امام صاحب کو برا بھلا کہنا کچھ آج ہی نہیں بلکہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے بہت سے حاسد پیدا ہو گئے تھے جو ہر طرح آپ کی تنقیص میں کوشاں تھے۔ سچ ہے۔

بے خار حسد نیست گل فضل و ہنر

مگر آپ نے ہمیشہ صبرو تحمل سے کام لیا۔ جب حساد کی طرف سے آپ کو کوئی رنج پہنچتا تو یوں فرمایا کرتے۔

ان یحسدونی فانی غیر لائمهم

اگر وہ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو میں انہیں ملامت نہیں کرتا

قبلی من الناس اهل الفضل قد حسدوا

مجھ سے پہلے لوگوں میں سے اہل فضل محسود تھے

فدام لی ولهم ما بی وما بهم

پس میرے لیے محسود ہونا اور ان کیلئے حاسد ہونا ہمیشہ رہے

ومات اکثرنا غیظا بما مجدوا

اور ہم میں سے اکثر ان کی بزرگی پر غصہ کے مارے مر گئے

لہذا میں بھی بنارسی کی گالی گلوچ کے جواب میں بہ تبعیت امام خود یہ شعر پڑھ دیتا ہوں۔

الا تا نخواہی بلا بر حسود | کہ آں بخت برگشتہ خود در بلاست

چہ حاجت کہ باوے کنی دشمنی | کہ وے راچناں دشمن اندر قفاست

غیر مقلدین ہمیشہ یہی کہا کرتے ہیں کہ امام صاحب کے حالات جو حنفیہ نے لکھے ہیں وہ غیر معتبر ہیں۔ نظر بریں اتمام حجت کے لیے میں نے اس کتاب میں عموماً ائمہ و علمائے مذاہب ثلاثہ ہی کی شہادات نقل کی ہیں اور حوالہ بقید مطبع و صفحہ دیا گیا ہے تاکہ طالب حق کو بصورت ضرورت اصل کی طرف رجوع کرنے میں سہولت ہو۔ جواب شروع کرنے سے پہلے اس امر کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سعد بنارسی نے بہت سے اعتراضات سید حامد حسین رافضی کی کتاب "استقصاء الافحام و استیفاء

الانتقام" سے لیے ہیں۔ لہٰذا اس کتاب میں توضیح کی غرض سے مصنف کے قول کے بعد جابجا صاحب استقصاء کا قول بھی نقل کیا جائے گا۔ مگر مصنف کا قول قال البنارسی سے اور صاحب استقصاء کا قول قال الرافضی سے' اور اس کا جواب اقول سے شروع ہوگا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

نور بخش توکلی' ایم۔اے

قال البنارسی

الجرح علی ابی حنیفہ

ناظرین آپ حیران ہوں گے کہ یہ کیا؟ آپ مجھے معاف رکھیں۔ اہل فقہ کی تحریر الجرح علی البخاری نے مجھ کو اس تحریر پر مجبور کیا ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میری روش بھی وہی ہوگی۔ نہیں بلکہ اس کے ایڈیٹر نے اپنے بے سروپا مضمون میں محض زیادتی اور غلط باتوں سے کام لیا ہے۔ ہم آپ کے سامنے ایک سچا فوٹو حوالجات صحیحہ سے امام صاحب کا پیش کرتے ہیں۔ آپ اس کو توہین پر مبنی نہ سمجھیں۔ کیونکہ ایڈیٹر اہل فقہ باوجود توہین امام بخاری کی کرنے کے یہی کہتا تھا کہ ہم توہین نہیں کرتے۔ ہم بھی یہ نہیں کہتے کہ امام صاحب کے فضائل کچھ نہیں ہیں۔ مناقب امام صاحب کے بے شمار ہیں لیکن ویسے نہیں جیسا کہ حنفیہ نے ورق کے ورق لکھ کر بے چارے عوام کالانعام کے دلوں میں ان کی بہت ہیبت بٹھادی ہے۔ نقطہ کو ایک دائرہ بنا کر دکھا دیا ہے۔ بلکہ اسی قدر جتنے کہ سچے ہوں لیکن ہمراہ اس کے یہ حالات بھی ہیں جن کو میں آپ کے سامنے مختصرا پیش کرنا چاہتا ہوں۔ امید کہ اس بارے میں بوجہ قاعدۂ اصول کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ کسی قدر آپ مجھے معذور تصور فرمائیں گے۔ کیونکہ میں صرف ناقل ہوں۔ والعلم عند اللہ۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

اقول

بنارسی نے قرآن و حدیث کے خلاف اپنی کتاب کو بسم اللہ اور حمد و صلوۃ کے بغیر شروع کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے تو اپنی صحیح میں حمد و صلوۃ ہی کو چھوڑا تھا مگر مرید بسم اللہ کو بھی ہضم کر گئے۔ کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے۔ فرقہ غیر مقلدین کی حرکات سے میں واقف ہوں۔ اس لیے اس تحریر پر مجھے کچھ حیرت نہیں۔

از کوزہ ہماں تراود کہ در وست

اس عبارت میں بنارسی نے کئی دعوے کیے ہیں۔

اول: یہ کتاب یعنی الجرح علی ابی حنیفہ جواب ہے الجرح علی البخاری کا جو اڈیٹر اہل فقہ کی تحریر ہے۔

دوم: الجرح علی البخاری میں غلط و بے اصل مضمون درج ہے۔ مگر الجرح علی ابی حنیفہ میں امام اعظم کے حالات کا سچا فوٹو دکھایا گیا ہے جو توہین پر مبنی نہیں۔

سوم: امام ابو حنیفہؒ کے مناقب بے شمار ہیں۔ مگر ویسے نہیں جیسا کہ حنفیہ نے مبالغہ کرکے ورق کے ورق لکھ مارے ہیں۔

چہارم: جو حالات امام اعظم کے الجرح علی ابی حنیفہ میں درج ہیں، ان کے سامنے آپ کے تمام مناقب بے کار ہیں۔ کیونکہ یہ ایک اصول کا قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوا کرتی ہے۔

پنجم: حنفی غیر مقلدین کو ستاتے ہیں۔ اس لیے غیر مقلدین اپنے دل کا غبار یوں گالی گلوچ سے نکالتے ہیں اور روتے بھی ہیں۔ اب ان دعاوی کی تردید سنئے۔

بنارسی کے پہلے دعوے کی تردید

الجرح علی البخاری اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ فرقہ غیر مقلدین صحیح بخاری کی نسبت بہت سے غلط خیالات رکھتا ہے۔ ان کی تردید کے لیے چند علمائے احناف نے کئی متفرق مضامین لکھے جو اخبار اہل فقہ امرتسر میں شائع ہوئے۔ ان میں ایک

آدھ مضمون اڈیٹر صاحب کا بھی ہے۔ مولانا مولوی سید عبدالغفور صاحب نے ان مضامین کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیا۔ اسی کتاب کا نام الجرح علی البخاری ہے۔ بنارسی نے شاید اس کتاب کو بغور نہیں پڑھا اور نہ اس کو صرف اڈیٹر اہل فقہ کی طرف منسوب نہ کرتا۔ بہرحال بنارسی اس کتاب کو دیکھ کر برافروختہ ہو گیا اور جواب میں الجرح علی ابی حنیفہ لکھ ماری مگر کوئی انصاف پسند اسے جواب نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اس حرکت سے صاف پایا جاتا ہے کہ بنارسی الجرح علی البخاری کے جواب سے عاجز ہے۔ للہذا اس نے انسانیت کو بالائے طاق رکھ کر ایک مرقع سب و شتم تیار کر دیا۔ جس کا نام الجرح علی ابی حنیفہ رکھا۔ ایسی افترا پردازیوں سے حضرت امامنا الاعظم ہمامنا الا فخم رئیس المجتہدین ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت میں کچھ فرق نہیں آ سکتا۔ البتہ طاعنین کا نامہ اعمال ضرور سیاہ ہوتا رہتا ہے۔ دیکھو آیات و احادیث ذیل:

۱- ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔

(پ۲۶' سورۃ ق' ع۲)

نہیں بولتا کچھ بات مگر نزدیک اس کے نگہبان ہیں تیار۔

۲- و لا تلمزوا انفسکم و لا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان و من لم یتب فاولئک ھم الظلمون O (پ۲۶' الحجرات' ع۲)

اور مت عیب لگاؤ ایک دوسرے کو اور مت بدنام کرو ساتھ برے لقبوں کے۔ برا نام ہے بدکاری پیچھے ایمان کے۔ اور جس نے نہ توبہ کی۔ پس یہ لوگ وہ ہیں ظالم۔

۳- عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ' باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، مسلمان کو گالی دینا بد کاری ہے اور اس سے لڑائی جھگڑا کرنا کفر ہے۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

۴- عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ لا یرمی رجل رجلا بالفسوق و لا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک۔ رواہ البخاری۔
(مشکوۃ باب حفظ اللسان)

حضرت ابوذر سے روایت ہے، کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، نہیں تہمت دیتا ایک شخص دوسرے کو فاسق ہونے کی اور نہیں تہمت دیتا دوسرے کو کافر ہونے کی مگر وہ کلمہ کہنے والے پر لوٹتا ہے اگر دوسرا شخص (جس کے حق میں یہ کہا گیا ہے) ایسا نہ ہو۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۵- عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما
(صحیح بخاری محشی بتحشیہ مولانا احمد علی، ص ۹۰۱)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ایک شخص اپنے بھائی سے کہے، اے کافر، تو بے شک ان دونوں میں سے ایک کفر کے ساتھ لوٹتا ہے۔

۶- عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ ﷺ اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھن الفخر فی الاحساب و الطعن فی الانساب و الاستسقاء بالنجوم و النیاحۃ۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز)

ابو مالک اشعری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں چار چیزیں جاہلیت کے کام سے ہیں جن کو وہ نہ چھوڑیں گے۔ خاندانی شرف پر فخر کرنا۔ لوگوں کے نسبوں میں طعن کرنا' ستاروں کے ساتھ طلب باران کرنا اور نوحہ کرنا۔ الحدیث۔

۷۔ جناب رسول خدا ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا:

وهل يكب الناس في النار على وجوههم الا حصائد السنتهم۔

یعنی لوگوں کو دوزخ میں منہ کے بل اُن کی زبانوں کے بکواس ہی گراتے ہیں۔ (کتاب المیزان للشعرانی' مطبوعہ مصر' جزء اول ص ۵۶)

بنارسی کے دوسرے دعوے کی تردید

فقط بنارسی کے کہنے سے الجرح علی البخاری کا مضمون غلط نہیں ٹھہر سکتا۔ میں یہاں اس قدر کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ الجرح علی البخاری کے مضامین لکھنے والوں نے نہایت دیانت داری اور دانش مندی سے اپنے کلام کے دائرے کو عموماً نفس صحیح بخاری تک محدود رکھا ہے۔ بخلاف بنارسی کے جس نے زید' عمرو بکر کے اقوال لے کر اُن پر حاشیہ چڑھایا ہے اور تعصب کے سبب اتنا بھی نہیں سوچا کہ ان اقوال کی تردید تو خود امام صاحب کی تصانیف کر رہی ہیں۔ امام صاحب کے حالات کا فوٹو جو بنارسی نے کھینچا ہے اس کی قلعی عنقریب کھلنے کو ہے' جو الفاظ امام صاحب کے حق میں استعمال کیے گئے ہیں۔ ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ آیا وہ کلمات توہین ہیں یا نہیں۔

بنارسی کے تیسرے دعوے کے تردید

یہ دعویٰ عجیب ہے ایک طرف تو یہ تسلیم کرلیا جاتا ہے کہ امام صاحب کے مناقب بے شمار ہیں۔ دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ حنفیہ نے مبالغہ سے ورق کے ورق امام صاحب کے مناقب میں لکھ مارے ہیں۔ کیا بے شمار مناقب کے بیان کرنے کے لیے ورق کے ورق درکار نہیں' جو شے بے شمار ہو اس کے بیان میں نقطہ کو دائرہ بنا کر دکھانے کے کیا

معنے۔ حنفیہ کرام نے جو امام اعظمؒ کے حالات لکھے ہیں وہ بے شبہ درست ہیں۔ وصاحب البیت ادری بما فیہ۔ چونکہ امام صاحب کے مناقب بے شمار ہیں۔ اس لیے مبالغہ تو درکنار ان کے بیان واقعی ہی سے عہدہ بر آ ہونا محال ہے۔ حضرت امام الائمہ سراج الامہ تو وہ امام عالی شان ہیں کہ جن کے محامد کی توصیف میں حنفیہ کے علاوہ مذاہب ثلاثہ کے ائمہ و فقہاء و محدثین بھی رطب اللسان ہیں۔

نہ من بر آن گل عارض غزل سر ایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

ان میں سے بعض نے تو امام صاحب کے مناقب میں مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ایسے تو بہت ہیں جنہوں نے اپنی تصانیف کو امام صاحب کے مختصر حالات سے زینت بخشی ہے، اتمام حجت کے لئے یہاں نمونہ کے طور پر مذاہب ثلاثہ ہی کے چند علماء کے اسمائے گرامی مع تصنیفات درج کیے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	مصنف کا نام	مستقل کتاب جو امام صاحب کے مناقب میں تصنیف کی
۱۔	امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی متوفی ۷۴۷ھ	رسالہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ جس کا ذکر آپ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کے ترجمہ میں کیا ہے۔
۲۔	شیخ الاسلام مجد الدین فیروز آبادی شافعی صاحب قاموس متوفی ۸۱۷ھ	ایک مستقل کتاب امام صاحب کے مناقب میں لکھی ہے جس کا ذکر امام شعرانی نے یواقیت وجواہر (مطبوعہ مصر، جزو اول ص۶) میں کیا ہے۔

۳-	علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ	تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ
۴-	حافظ ابو المحاسن محمد بن یوسف بن علی دمشقی شافعی	عقود الجمان فی مناقب النعمان جو ۹۳۹ھ میں تصنیف کی جیسا کہ کشف الظنون میں ہے
۵-	شیخ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی متوفی ۹۷۵ھ	خیرات الحسان فی مناقب النعمان
۶-	علامہ یوسف بن عبد الہادی حنبلی	تنویر الصحیفہ بمناقب ابی حنیفہ جس کا ذکر علامہ محمد امین نے رد المحتار میں کیا ہے۔

اب ان بزرگوں کے اسماء گرامی لکھے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی تصانیف میں امام صاحب کے مناقب بیان کیے ہیں۔

نمبر شمار	مصنف کا نام	کتاب کا نام جس میں منجملہ دیگر مضامین امام صاحب کے مناقب بھی مذکور ہیں
۱-	قاضی ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ	کتاب الانتقاء فی مناقب الثلاثۃ الفقہاء، کتاب جامع العلم
۲-	شیخ الاسلام ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۷۶ھ	طبقات الشافعیہ
۳-	حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ	احیاء العلوم

۴-	امام ابو سعد عبد الکریم بن محمد مروزی سمعانی شافعی متوفی ۵۶۲ھ	کتاب الانساب
۵-	امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ	تفسیر کبیر
۶-	ابو السعادات مبارک بن محمد ابن اثیر شافعی متوفی ۶۰۶ھ	جامع الاصول
۷-	ابو القاسم بن محمد رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ	تذنیب
۸-	امام نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ	تہذیب الاسماء والصفات
۹-	قاضی ابن خلکان شافعی	وفیات الاعیان
۱۰-	حافظ جمال الدین یوسف بن الزکی المزی شافعی متوفی ۷۴۲ھ	تہذیب الکمال فی اسماء الرجال
۱۱-	شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی شافعی صاحب مشکوۃ المصابیح	اکمال فی اسماء الرجال جو ۷۴۰ھ میں تصنیف کی۔
۱۲-	امام ابو عبداللہ ذہبی شافعی متوفی ۷۴۷ھ	تذکرۃ الحفاظ، کاشف، عبر فی اخبار من غبر
۱۳-	امام ابو محمد عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی متوفی ۷۶۸ھ	مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان
۱۴-	شیخ کمال الدین محمد بن عیسیٰ دمیری شافعی متوفی ۸۰۸ھ	حیوۃ الحیوان
۱۵-	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ	تہذیب التہذیب وغیرہ

۱۶- علامہ محمد بن احمد حنبلی موصلی غایۃ الاختصار فی مناقب الاربعہ ائمہ الامصار

۱۷- شیخ محمد بن یوسف دمشقی شافعی سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد
صاحب عقود الجمان

۱۸- قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی تاریخ الخمیس
متوفی ۹۶۶ھ

۱۹- شیخ عبدالوہاب شعرانی شافعی میزان کبریٰ، طبقات کبریٰ
متوفی ۹۷۳ھ

بیان مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ اصحاب مذاہب ثلاثہ کے دلوں میں حضرت امام الائمہ کی کیسی عظمت ہے۔ اگر کوئی حاسد اس پر بھی نہ مانے تو یہ اس کی کمال بد نصیبی ہے۔ اس کے نہ ماننے سے امام صاحب کی شان میں کوئی فرق نہیں آسکتا

نہیں ہے معتقد ان کا اگر حاسد تو کیا غم ہے
ہوا بے سجدہ گر ابلیس کیا نقصان آدم کا

شعر فارسی

طعن خفاش کجا رونق خورشید برد سنگ بد اصل کجا قیمت گوہر شکند

بنارسی کے چوتھے دعوے کی تردید

بنارسی کے قول کے اس ہیر پھیر کو دیکھئے کہ ابھی تو تسلیم کیا تھا کہ امام صاحب کے مناقب بے شمار ہیں۔ اب یہاں لکھ دیا کہ وہ سب بے کار ہیں۔ کیونکہ امام صاحب پر جو جرح کی گئی ہے وہ بموجب قاعدۂ اصول تعدیل پر مقدم ہے۔ اگر کوئی بنارسی سے پوچھے کہ امام بخاری پر بھی جرح کی گئی ہے اس قاعدے کو وہاں بھی استعمال کیجئے تو بغلیں جھانکنے لگیں گے۔

چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی

چونکہ اس قاعدے سے بعض لوگوں کے مغالطے میں پڑنے کا احتمال ہے، لہٰذا ہم اس مقام پر اس کی کسی قدر تشریح کر دیتے ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شرح نخبتہ الفکر میں لکھتے ہیں:

و الجرح مقدم على التعديل و اطلق ذلك جماعة و لكن محله ان صدر مبينا من عارف باسبابه لانه ان كان غير مفسر لم يقدح في من ثبتت عدالته و ان صدر من غير عارف بالاسباب لم يعتبر به ايضا۔

اور جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ ایک جماعت نے اس کو مطلق رکھا ہے۔ مگر اس کا محل اس صورت میں ہے جبکہ جرح کا سبب مذکور ہو اور اس شخص سے صادر ہو جو اسباب جرح کا عارف ہو، کیونکہ اگر جرح کا سبب مذکور نہ ہو تو یہ جرح اس شخص میں قادح نہ ہوگی جس کی عدالت ثابت ہو، اور اگر جرح اس شخص سے صادر ہو جو اسباب جرح کا عارف نہ ہو تو اس صورت میں بھی معتبر نہ ہوگی۔

امام ذہبی "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" (مطبوعہ مصر، جلد اول ص ۵۲) میں تحریر فرماتے ہیں:

كلام الاقران بعضهم في بعض لا يعبا به لا سيما اذا لاح لك انه لعداوة او لمذهب او لحسد ما ينجو منه الا من عصمه الله و ما علمت عصرا من الاعصار سلم اهله من ذلك سوى الانبياء و الصديقين و لو شئت لسردت من ذلك كواريس اللهم فلا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا ربنا انك رؤف رحيم۔

ایک دوسرے کی نسبت ہمسروں کے کلام کی پروانہ کرنی چاہیے۔ خصوصاً جب تجھ پر ظاہر ہو جائے کہ وہ تکلم بوجہ عداوت یا مذہب یا حسد کے ہے جس سے کوئی انسان نہیں بچ سکتا مگر وہ جسے اللہ بچائے۔ مجھے معلوم نہیں کہ سوائے انبیاء و صدیقین کے کسی زمانے کے لوگ تکلم سے سلامت رہے ہوں۔ اگر میں چاہتا تو اس بارے میں اجزاء کے اجزاء لکھ دیتا۔ اے اللہ! مرے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ پیدا نہ کر۔ اے ہمارے پروردگار بے شک تو رؤف و رحیم ہے۔

امام موصوف دوسری جگہ (میزان الاعتدال، جلد ثانی، ص ۲۰۲) لکھتے ہیں: و كلام النظراء و الاقران ينبغى ان يتامل و يتانى فيه یعنی نظراء و اقران کے کلام میں غور و تامل کرنا چاہیے۔

شیخ الاسلام تاج الدین سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) "طبقات الشافعیہ الکبریٰ" (مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۱۸۷ تا ۱۹۰) میں تحریر فرماتے ہیں:

احمد بن صالح ثقة امام و لا التفات الى كلام من تكلم فية و لكنا ننبهك هنا على (قاعدة فى الجرح و التعديل) ضرورية نافعة لا تراها فى شئ من كتب الاصول فانك اذا سمعت ان الجرح مقدم على التعديل و رايت الجرح و التعديل و كنت غرابا لامور او فدما مقتصرا على منقول الاصول حسبت ان العمل على جرحه فاياك ثم اياك و الحذر كل الحذر من هذا الحسبان بل الصواب عندنا ان من ثبتت امامته و عدالته و كثر مادحوه و مزكوه و ندر جارحه و كان هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبى او غيره

فانا لا نلتفت الی الجرح فیه و نعمل فیه بالعدالة والا لو فتحنا هذا الباب او اخذنا تقدیم الجرح علی اطلاقه لما سلم لنا احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فیه طاعنون و هلك فیه هالکون و قد عقد الحافظ ابو عمرابن عبدالبر فی کتاب العلم بابا فی حکم قول العلماء بعضهم فی بعض بدا فیه بحدیث الزبیر رضی الله عنه دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد و البغضاء الحدیث و روی بسنده عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قال استمعوا علم العلماء و لا تصدقوا بعضهم علی بعض فوالذی نفسی بیده لهم اشد تغایرا من التیوس فی زروبها و عن مالك بن دینار یوخذ بقول العلماء و القراء فی کل شئی الا قول بعضهم فی بعض (قلت) و رایت فی کتاب معین الحکام لابن عبدالرفیع من المالکیة وقع فی المبسوط من قول عبدالله بن وهب انه لا یجوز شهادة القاری علی القاری یعنی العلماء لانهم اشد الناس تحاسدا و تباغضا و قاله سفیان الثوری و مالك بن دینار۔ انتهی۔

احمد بن صالح ثقہ امام ہے، اور اس شخص کے کلام کی طرف کوئی توجہ نہیں ہو سکتی جس نے اس میں تکلم کیا ہے۔ بلکہ ہم تجھے یہاں جرح و تعدیل کے ایک ضروری اور مفید قاعدے سے آگاہ کرتے ہیں جسے تو اصول کی کسی کتاب میں نہ دیکھے گا۔ کیونکہ جب تو سنے گا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور

جرح و تعدیل کو دیکھے گا حالانکہ تو ناتجربہ کار ہو یا کم فہم اور اصول منقول پر کفایت کرنے والا ہو' تو خیال کرے گا کہ جرح پر عمل ہے۔ پس تو بچ پھر بچ اور پوری طرح پرہیز کر اس خیال سے۔ بلکہ صحیح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جس شخص کی امامت اور عدالت ثابت ہو۔ اور اس کے تعریف و تعدیل کرنے والے زیادہ ہوں اور اس کی جرح کرنے والے کم ہوں اور وہاں قرینہ ہو جو دلالت کرے کہ اس پر جرح کا سبب مذہبی تعصب یا اور کوئی امر ہے تو ہم اس کے حق میں جرح کی طرف التفات نہ کریں گے' اور اس کی نسبت عدالت پر عمل کریں گے ورنہ اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں یا جرح کو بر سبیل اطلاق تعدیل پر مقدم سمجھیں تو ائمہ میں سے کوئی بھی سلامت نہ رہے گا۔ کیونکہ ایسا کوئی امام نہیں جس میں طاعنین نے طعن نہ کیا ہو اور جس کے سبب ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔ حافظ ابو عمر ابن عبدالبر نے کتاب العلم میں ایک باب اس عنوان سے باندھا ہے کہ ایک دوسرے کی نسبت علماء کے قول کا کیا حکم ہے۔ اس نے اس باب کو حدیث زبیرؓ دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء۔ الحدیث (تم میں سرایت کر گئی پہلی امتوں کی بیماری حسد و بغض۔ الحدیث) سے شروع کیا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بالاسناد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا تم علماء کے علم کو بغور سنو اور ایک عالم دوسرے عالم کی نسبت جو کہے' اس کی تصدیق نہ کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ علماء ایک دوسرے پر کودنے (عیب لگانے) میں شدید تر ہیں بہ نسبت بکروں کے اپنی خوابگاہوں میں' اور امام مالک بن دینار سے نقل ہے کہ عالموں اور قاریوں کا قول ہر امر میں اختیار کرنا چاہیے مگر ایک عالم کا قول دوسرے کی نسبت اختیار نہ کرنا چاہیے۔ (میں کہتا ہوں) اور میں نے ابن عبدالرفیع مالکی کی کتاب معین الحکام میں دیکھا ہے کہ مبسوط

میں عبداللہ بن وہب کا یہ قول درج ہے کہ ایک قاری کی شہادت دوسرے قاری پر یعنی علماء کی شہادت ایک دوسرے پر جائز نہیں۔ کیونکہ وہ حسد و بغض میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں اور سفیان ثوری اور مالک بن دینار کا بھی یہی قول ہے۔

و لعل ابن عبدالبر یری هذا و لا باس به غیرانا لا ناخذ به علی اطلاقه و لکن نری ان الضابط مانقوله من ان ثابت العدالة لا یلتفت فیه الی قول من تشهد القرائن بانه متحامل علیه اما لتعصب مذهبی او غیره ثم قال ابو عمربعد ذلک الصحیح فی هذا الباب ان من ثبتت عدالته و صحت فی العلم امامته و بالعلم عنایته لم یلتفت الی قول احد الا ان یاتی فی جرحه ببینة عادلة تصح بها جرحته علی طریق الشهادات و استدل بان السلف تکلم بعضهم فی بعض بکلام منه ما حمل علیه التعصب او الحسد و منه مادعا الیه التاویل و اختلاف الاجتهاد مما لا یلزم المقول فیه ما قال القائل فیه و قد حمل بعضهم علی بعض بالسیف تاویلا و اجتهادا ثم اندفع ابن عبدالبر فی ذکر کلام جماعة من النظراء بعضهم فی بعض و عدم الالتفات الیه لذلک الی ان انتهی الی کلام ابن معین فی الشافعی و قال انه مما نقم علی ابن معین و عیب به و ذکرقول احمد بن حنبل من این یعرف یحیی بن معین الشافعی

هو لا يعرف الشافعي و لا يعرف ما يقوله الشافعي و من جهل شيئا عاداه (قلت) و قد قيل ان ابن معين لم يرد الشافعي و انما اراد ابن عمه كما سنحكيه ان شاء الله تعالى في ترجمة الاستاذ ابي منصور و بتقدير ارادته الشافعي و لا يلتفت اليه و هو عار عليه و قد كان في بكاء ابن معين على اجابته المامون الى القول بخلق القرآن و تحسره على ما فرط منه ما ينبغي ان يكون شاغلاله عن التعرض الى الامام الشافعي امام الائمة ابن عم المصطفى ﷺ ثم ذكر ابن عبد البر كلام ابن ابي ذيب و ابراهيم بن سعد في مالك بن انس قال و قد تكلم ايضا في مالك عبد العزيز ابن ابي سلمة و عبد الرحمن بن زيد بن اسلم و محمد بن اسحاق و ابن ابي يحيي و ابن ابي الزناد و عابوا اشياء من مذهبه و قد برا الله عزوجل مالكا مما قالوا و كان عند الله وجيها قال و ما مثل من تكلم في مالك و الشافعي و نظائرهما الا كما قال الاعشى۔

كناطح صخرة يوما ليفلقها
فلم يضرها و اوهى قرنه الوعل

شاید ابن عبد البر اسے پسند کرتے ہیں اور اس کا کچھ ڈر نہیں۔ مگر ہم اس کو بر سبیل اطلاق اختیار نہیں کرتے بلکہ ہماری رائے میں قاعدہ یہ ہے جسے ہم بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کی عدالت ثابت ہو اس کی نسبت کسی ایسے شخص کے قول کی طرف توجہ نہیں کی جاتی کہ قرائن شہادت دیتے ہوں کہ

وہ اس پر مذہبی تعصب یا کسی اور وجہ سے ظلم کرنے والا ہے۔ پھر اس کے بعد ابو عمر نے کہا ہے کہ اس باب میں صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت ثابت ہو اور علم میں اس کی امامت اور علم کی طرف اس کی توجہ دلی ثابت ہو، اس کے حق میں کسی کے قول کی طرف توجہ نہ کی جائے گی مگر یہ کہ وہ اپنی جرح میں بینہ عادلہ پیش کرے کہ جس سے اس کی جرح بطریق شہادت ثابت ہو جائے۔ ابن عبد البر نے یوں استدلال کیا ہے کہ سلف نے ایک دوسرے کی نسبت کلام کی ہے جس میں سے بعض کا سبب تو تعصب یا حسد ہے اور بعض کا باعث تاویل و اختلاف اجتہاد ہے جس سے مجروح کے لیے وہ قول لازم نہیں آتا جو قائل نے اس کے حق میں کہا ہے اور بعض نے تو تاویل و اجتہاد سے دوسرے پر تلوار سے حملہ کیا ہے۔ پھر ابن عبد البر نے یہ ذکر شروع کیا ہے کہ نظراء و اقران کی ایک جماعت نے ایک دوسرے کی نسبت کلام کیا ہے اور اسی سبب سے اس کی طرف التفات نہیں کی گئی۔ یہ ذکر کرتے کرتے ابن عبد البر امام شافعی کی نسبت ابن معین کے قول تک پہنچ گیا ہے اور کہا ہے کہ یہ امر ابن معین کی طرف سے ناپسند کیا گیا ہے اور اس کے سبب سے وہ معیوب ہو گیا ہے اور اس نے احمد بن حنبل کا یہ قول بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن معین امام شافعی کو کہاں سے جانتا ہے۔ وہ نہ تو امام شافعی کو جانتا ہے اور نہ امام شافعی کے قول کو۔ جو شخص کسی شے سے ناواقف ہوتا ہے وہ اس کا دشمن ہوتا ہے (میں کہتا ہوں) اور کہا گیا ہے کہ ابن معین کی مراد امام شافعی نہیں۔ اس کی مراد تو امام شافعی کا چچیرا بھائی ہے۔ جیسا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ استاد ابو منصور کے ترجمہ میں بیان کریں گے اور اگر اس کی مراد امام شافعی ہی ہو تو اس قول کی طرف التفات نہ کی جائے گی اور یہ قول ابن معین پر عار ہو گا۔ ابن معین تو خلیفہ مامون کے کہنے پر خلق قرآن کا قائل ہو گیا تھا۔ مگر بعد ازاں اس زیادتی پر رویا اور افسوس کیا تھا۔ نظر برین

ابن معین پر واجب تھا کہ امام شافعی سے تعرض نہ کرتا جو امام الائمہ اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ابن عم ہیں۔ پھر ابن عبدالبرؒ نے ابن ابی ذیب اور ابراہیم بن سعد کا کلام امام مالک بن انس کے حق میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور محمد بن اسحاق اور ابن ابی یحییٰ اور ابن ابی الزناد نے بھی امام مالک کی نسبت کلام کیا ہے اور مذہب مالکی کے بہت سے مسائل پر نکتہ چینی کی ہے' مگر اللہ عزوجل نے امام مالک کو ان کے الزام سے بری کر دیا اور وہ خدا کے ہاں صاحب قدر ہیں۔ ابن عبدالبر نے کہا کہ جس شخص نے امام مالک و شافعی اور ان کی مانند دوسرے اماموں میں کلام کیا' اس کا حال ایسا ہے جیسا کہ اعشیٰ شاعر نے کہا ہے "پہاڑی بکرے کی مانند جس نے ایک دن پتھر پر سینگ مارا تاکہ اس کو توڑ دے پس وہ اس کو تو نقصان نہ پہنچا سکا اور اپنا ہی سینگ توڑ لیا" یا جیسا کہ حسن بن حمید نے کہا ہے:

یا ناطح الجبل العالی لتکلمہ
اشفق علی الراس لا تشفق علی الجبل

اے اونچے پہاڑ پر سینگ مارنے والے تاکہ تو اس کو زخمی کر دے اپنے سر پر رحم کر۔ پہاڑ پر رحم نہ کر۔

اور ابو العتاہیہ نے کیا اچھا کہا ہے:

و من الذی ینجو من الناس سالما
و للناس قال بالظنون و قیل

اور لوگوں سے کون سلامت رہ سکتا ہے لوگ تو گمانوں پر قیل و قال کیا کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک سے کہا گیا کہ فلاں شخص نے امام ابو حنیفہ کے بارے میں تکلم کیا ہے' اس پر آپ نے یہ شعر پڑھ دیا۔

حسدوا ان راؤك فضلك
الله بما فضلت به النجباء

لوگ حسد کرتے ہیں اگر دیکھتے ہیں کہ اللہ کے تجھ کو برگزیدہ بنایا ہے وہ چیز عطا کر کے کہ جس سے شریف لوگ برگزیدہ بنائے گئے۔

امام ابو عاصم نبیل سے کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابو حنیفہ کے بارے میں کلام کرتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ایسا ہے جیسا کہ نصیب نے کہا ہے۔

سلمت و هل حي من الناس يسلم

تو سلامت رہا؟ کیا کوئی قبیلہ لوگوں سے سلامت رہ سکتا ہے۔

اور ابو الاسود دولی نے کہا ہے۔

حسدوا الفتى اذ لم ينالوا سعيه
فالقوم اعداء له و خصوم

جب وہ اس جوان کی سعی کو نہ پہنچ سکے تو اس کے حاسد بن گئے' اس لئے لوگ اس کے دشمن و مخالف ہیں۔

اس کے بعد ابن عبد البر نے کہا:

ثم قال ابن عبد البر فمن اراد قبول قول العلماء الثقات بعضهم في بعض فليقبل قول الصحابة بعضهم في بعض فان فعل ذلك فقد ضل ضلالا بعيدا و خسر خسرانا مبينا قال و ان لم يفعل و لن يفعل ان هداه الله و الهمه رشده فليقف عند ما شرطناه من ان لا يقبل في العدالة المعلوم بالعلم عنايته قول قائل لا برهان له (قلت) هذا كلام ابن عبد البر و هو على حسنه غير صاف من

القذ اوالکدر فانه لم یزد فیه علی قوله ان من ثبتت عدالته و معرفته لا یقبل قول جارحه الا ببرهان و هذا قد اشار الیه العلماء جمیعا حیث قالوا لا یقبل الجرح الا مفسرا فما الذی زاده ابن عبدالبر علیهم و ان اوما الی ان کلام النظیر فی النظیر و العلماء بعضهم فی بعض مردود مطلقا کما قدمناه عن المبسوط فلیفصح به ثم هو مما لا ینبغی ان یوخذ علی اطلاقه بل لا بد من زیادة علی قولهم الجرح مقدم علی التعدیل و نقصان من قولهم کلام النظیر فی النظیر مردود و القاعدة معقود لهذا الجملة و لم ینح ابن عبدالبر فیما یظهر سواها و الا لصرح بان کلام العلماء بعضهم فی بعض مردود او لکان کلامه غیر مفید فائده زائده علی ما نکره الناس و لکن عبارته علی ما تری قاصره عن المراد (فان قلت) فما العباره الواقیه مما ترون (قلت) عرفنا ک اولا من ان الجارح لا یقبل منه الجرح و ان فسره فی حق من غلبت طاعاته علی معاصیه و مادحوه علی ذامیه و مزکوه علی جارحیه اذا کانت هناک قرینة یشهد العقل بان مثلها حامل علی الوقیعة فی الذی جرحه من تعصب مذهبی او منافسه دنیویه کما یکون بین النظراء او غیر ذلک فنقول مثلا لا یلتفت الی کلام ابن ابی ذیب

فی مالک و ابن معین فی الشافعی و النسائی فی احمد بن صالح لان ھؤلاء ائمۃ مشھورون صار الجارح لھم کالاتی بخبر غریب۔ لو صح لوفرت الدواعی علی نقلہ و کان القاطع قائما علی کذبہ و مما ینبغی ان یتفقد عندالجرح حال العقائد و اختلافھا بالنسبۃ الی الجارح و المجروح فربما خالف الجارح المجروح فی العقیدۃ فجرحہ لذلک و الیہ اشار الرافعی بقولہ و ینبغی ان یکون المزکون براء من الشحناء و العصبیۃ فی المذھب خوفا من ان یحملھم ذلک علی جرح عدل او تزکیۃ فاسق و قد وقع ھذا الکثیر من الائمۃ جرحوا ابناء علی معتقدھم وھم المخطئون و المجروح مصیب و قد اشار شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین ابن دقیق العید فی کتابہ الاقتراح الی ھذا و قال اعراض المسلمین حفرۃ من حفر النار وقف علی شفرھا طائفتان من الناس المحدثون و الحکام (قلت) و من امثلۃ ما قدمنا قول بعضھم فی البخاری ترکہ ابو زرعۃ و ابو حاتم من اجل مسئلۃ اللفظ۔

کہ جو شخص چاہے کہ علمائے ثقات کا قول ایک دوسرے کی نسبت قبول کرے اسے چاہیے کہ صحابہ کرام کا قول بھی ایک دوسرے کی نسبت قبول کرے۔ اگر ایسا کیا تو وہ بڑا گمراہ ہو گیا۔ اور اس نے ظاہر نقصان اٹھایا اور اگر ایسا نہ کیا اور وہ ہرگز ایسا نہ کرے گا اگر اللہ اسے ہدایت دے اور الہام

خیر کرے۔ تو چاہیے کہ ہماری شرط پر قائم ہو جائے یعنی اس شخص کی نسبت کہ جس کی عدالت ثابت ہو اور علم کی طرف اس کی دلی توجہ معلوم ہو کسی قائل کا قول بلا دلیل قبول نہ کیا جائے (میں کہتا ہوں) ابن عبد البر کا یہ کلام باوصف اپنی خوبی کے میل اور کدورت سے صاف نہیں کیونکہ اس میں اس نے اپنے قول من ثبتت عدالته و معرفته لا یقبل قول جارحه الا ببرهان پر کچھ زیادہ نہیں کیا اور اس قول کی طرف تو تمام علماء نے اشارہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے لا یقبل الجرح الا مفسرا (جرح غیر مفسر مقبول نہیں) پس ابن عبد البر نے ان کے قول پر کون سی بات زیادہ کر دی اور اگر اس نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اقران و علماء کا قول ایک دوسرے کی نسبت مطلقاً مردود ہے جیسا کہ ہم پہلے بحوالہ مبسوط لکھ آئے ہیں تو چاہیے کہ وہ اس کو واضح کر دیتا۔ پھر اس کو قول کو بھی بر سبیل اطلاق نہ لینا چاہیے بلکہ ضروری ہے کہ علماء کے قول "الجرح مقدم علی التعدیل" پر کچھ زیادہ کیا جائے اور ان کے قول "کلام النظیر فی النظیر مردود" سے کچھ کم کر دیا جائے اور یہ قاعدہ اسی جملہ کے لیے بنایا گیا ہے اور بظاہر ابن عبد البر کا مقصود اس کے سوا اور نہیں۔ ورنہ وہ تصریح کر دیتا کہ عالموں کا کلام ایک دوسرے کی نسبت مسموع نہیں یا اس کا کلام کچھ زائد فائدہ نہ دیتا اس سے جو لوگوں نے ذکر کیا ہے لیکن اس کی عبارت ادائے مقصود سے قاصر ہے جیسا کہ تو دیکھتا ہے۔ (اگر تو پوچھے) کہ پھر وہ عبارت کون سی ہے جو قصور سے محفوظ رکھے (تو میں کہتا ہوں) کہ ہم نے تجھے پہلے بتا دیا کہ جرح کرنے والے کی جرح خواہ وہ مفسر ہو ایسے شخص کے حق میں مقبول نہیں جس کی طاعات اس کے گناہوں سے اور جس کے ثنا خوان اس کے مذمت کرنے والوں سے اور جس کے تعدیل کرنے والے اس کی جرح کرنے والوں سے

زیادہ ہوں جبکہ وہاں قرینہ عقلی اس بات کا پایا جائے کہ اس قسم کا مذہبی تعصب یا دنیوی معارضہ جیسا کہ اقران کے درمیان ہوتا ہے یا کوئی اور امر اس مجروح کے حق میں عیب گوئی کا باعث ہوا ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ مالک کے حق میں ابن ابی ذیب کے کلام اور امام شافعی کے حق میں ابن معین کے کلام اور احمد بن صالح کے حق میں امام نسائی کے قول کی طرف التفات نہ کی جائے گی۔ کیونکہ یہ مشہور امام ہیں۔ ان پر جرح کرنے والا خبر غریب روایت کرنے والے کی مانند ہے۔ جو اگر صحیح ہوتی تو اس کی نقل کے اسباب زیادہ ہوتے حالانکہ اس کے کذب پر دلیل قطعی قائم ہو' اور ضرور ہے کہ جرح کے وقت جارح اور مجروح کے عقائد و اختلاف عقائد کا حال دریافت کیا جائے۔ بعض دفعہ جارح عقیدے میں مجروح کا مخالف ہوتا ہے۔ اس لیے اس پر جرح کرتا ہے۔ اسی امر کی طرف امام رافعی نے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ تعدیل کرنے والوں کو کینہ اور مذہبی تعصب سے پاک ہونا چاہیے مبادا کہ کینہ و تعصب ان کو کسی عادل کے جرح کرنے یا کسی فاسق کی تعدیل پر آمادہ کرے' اور بہت اماموں سے ایسا سرزد ہوا ہے انہوں نے اپنے عقیدے کی بنا پر جرح کی ہے حالانکہ وہ خطاکار ہیں اور مجروح راستی پر ہے۔ شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین ابن دقیق العید نے اپنی کتاب اقتراح میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی عزتیں آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہیں جس کے کنارے پر لوگوں کے دو گروہ یعنی محدثین و حکام کھڑے ہیں (میں کہتا ہوں) اور مذکورۂ بالا کی مثالوں میں سے بعض ائمہ کا قول ہے امام بخاری کے حق میں کہ امام ابو زرعہ اور ابو حاتم نے مسئلہ لفظ کے سبب ان سے روایت کرنی ترک کردی ہے۔

بیان بالا سے ظاہر ہے کہ رئیس المجتہدین امام الدنیا سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برخلاف جو کچھ کہا گیا ہے وہ حسب تصریحات ائمہ اعلام مردود و غیر مسموع و نامقبول ہے۔

بنارسی کے پانچویں دعوے کی تردید

غیر مقلدین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے حضرت امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ اگر حنفیہ مجبوراً شائستگی سے اس کا کچھ جواب دیتے ہیں تو کہتے لگتے ہیں کہ حنفیہ ہمیں ستاتے ہیں۔ و ھذا من الا عاجیب۔ ہم انشاء اللہ اس کتاب میں مناسب موقع پر بیان کریں گے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جو مقتضائے بشریت ایسی حرکت سرزد ہوئی' اس کا کیا سبب تھا۔ تجاوز اللہ عنہ۔

قال البنارسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

امام صاحب کی کنیت ابو حنیفہ اور نام نعمان بن ثابت تھا۔ آپ کے دادا کا پتہ نہیں کہ کون شخص تھے یعنی ان کا کیا نام تھا۔ جس سے ان کا نسب صحیح معلوم ہو۔ مغنی میں ہے نعمان بن ثابت بن زوطا بن ماہ' اور ابن خلکان میں ہے نعمان بن ثابت بن نعمان مرزبان' اور جواہر مضیہ فی طبقات الحنفیہ میں ہے۔ نعمان بن ثابت بن طاؤس بن ہرمز۔ غرض یہ کہ کوئی ان کے دادا کا نام زوطا بتلاتا ہے کوئی نعمان مرزبان کہتا ہے' کوئی طاؤس لکھتا ہے۔ خیر ہم کو اس سے مطلب نہیں۔ آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کی تاریخ آخر میں بتلائی جائے گی۔ بالفعل امام صاحب کے علم و تحصیل علم وغیرہ کے متعلق صحیح واقعہ گوش گزار فرمائیے۔ (ص ۲)

اقول

اس کلام سے متبادر ہوتا ہے کہ اگر ایک بزرگ کے اجداد میں سے کسی کے نام میں اختلاف ہو تو بنارسی کے نزدیک اس کے تمام نسب کو بٹا لگتا ہے۔ بنارسی نے یہ لکھ کر

اپنی عاقبت خراب کی ہے کیونکہ اس سے امام الائمہ ہی کے نسب پر طعن لازم نہیں آتا بلکہ ہزاروں ائمہ و فقہاء و محدثین وغیرہم جن کے اجداد میں سے کسی کے نام میں اختلاف ہو، بلحاظ نسب معاذ اللہ مطعون ٹھہرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم امام بخاری رحمہ اللہ کو لیتے ہیں۔ شیخ الاسلام سبکی طبقات الشافعیہ الکبریٰ (جزء ثانی، ص ۲) میں امام بخاریؒ کا نسب یوں لکھتے ہیں:

محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن المغیرة بن بردزبه بفتح الباء الموحدة بعدها راء ساکنة ثم دال مکسورة مهملة ثم زای ساکنة ثم باء موحده مفتوحه ثم هاء ابن بذذبه بباء موحدة مفتوحة ثم ذال معجمة مکسورة ثم ذال ساکنه معجمة ساکنة ثم باء موحدة مکسورة ثم هاء هذا ما کنا نسمعه من الشیخ الامام الوالد رحمه الله و قیل بدل بردزبه الاحنف و قیل غیر ذلک۔

محمد بیٹا اسماعیل کا وہ بیٹا ابراہیم کا وہ بیٹا مغیرہ کا وہ بیٹا بردزبہ کا وہ بیٹا بذذبہ کا۔ اس طرح ہم اپنے والد بزرگوار سے سنا کرتے تھے بعض نے بردزبہ کے جگہ احنف بتایا ہے اور بعض نے کچھ اور ہی بیان کیا ہے۔

قاضی ابن خلکان وفیات الاعیان مطبوعہ مصر (جزء اول، ص ۴۵۶) میں امام بخاریؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

و قد اختلف فی اسم جده فقیل انه یزذبه بفتح الیاء المثناة من تحتنہا و سکون الزاء و کسر الذال المعجمة و بعدها باء موحدة ثم هاء ساکنة. و قال ابو نصر بن ماکولا فی کتاب الاکمال هو یزدزبه بدال و هاء و باء معجمة بواحده

واللہ اعلم و قال غیرہ کان ھذا الجد مجوسیا مات علی دینہ و اول من اسلم منھم المغیرۃ و جدتہ فی موضع آخر عوض یزذبہ الاحنف و لعل یزذبہ کان احنف الرجل۔

امام بخاری کے جد کے نام میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ یزذبہ ہے۔
اور ابو نصر بن ماکولا نے کتاب الاکمال میں کہا کہ وہ یزدزبہ ہے۔ واللہ اعلم۔
اور کسی اور نے کہا ہے کہ یہ جد مجوسی تھا جو اپنے دین پر مرا۔ امام بخاری کے اجداد میں سے پہلے جو ایمان لایا وہ مغیرہ تھا۔ اور میں نے دوسری جگہ یزذبہ کی جگہ احنف لکھا پایا ہے۔ شاید یزذبہ کج پا تھا۔

اب خیال کیجئے کہ امام بخاریؒ کے جد مذکور کے نام میں کس قدر اختلاف ہے۔ کوئی بردزبہ بتاتا ہے، کوئی یزذبہ، کوئی یزدزبہ، کوئی احنف کہتا ہے اور کوئی کچھ اور ہی بتاتا ہے۔ کیا اس اختلاف سے امام بخاریؒ کے تمام نسب پر بٹا لگ گیا، ہرگز نہیں۔ اجی امام بخاریؒ کو بھی جانے دو۔ بنارسی خود اپنا نسب نامہ حضرت آدم علیہ السلام تک صحیح صحیح لکھ کر تو بتائے۔ اور یہ بھی تحریر کرے کہ اس قسم کا تجسس شرعاً کیسا ہے۔

اگر امام صاحب کے دادا کے نام میں اختلاف ہے تو اختلاف ہی سہی۔ آپ کے لیے یہی فخر کافی ہے کہ جناب سرور دو عالم ﷺ نے آپ کی بشارت دی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کے والد حضرت ثابت کے لیے اور ان کی ذریت کے لیے دعائے خیر فرمائی تھی۔ علاوہ ازیں جس طرح ابن خلکان نے امام بخاریؒ کے نسب میں جد مذکور کے ناموں میں تطبیق دے دی۔ ہم بھی بتقدیر صحت ہرسہ روایات حضرت امام الائمہ کے دادا کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ طاؤس و زوطی میں سے ایک نام ہوگا اور دوسرا لقب۔ جب مشرف باسلام ہوئے تو اسلامی نام نعمان رکھا گیا۔ واللہ اعلم۔

بنارسی کا یہ قول کہ خیر ہم کو اس سے مطلب نہیں، قابل غور ہے۔

نیش عقرب نہ از پے کین است
مقتضائے طبیعتش ایں است

قال البنارسی

امام صاحب کا علم اور ان کی فقہ

اس ہڈنگ میں ہم اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے ایام طفولیت میں کیا کیا۔ یعنی طالب علمی میں کون سا علم حاصل کیا اور کس سے بے رغبتی ظاہر کی جس سے آپ کے علم کا صحیح اندازہ لگ سکے۔ کیا خوب ہو کہ امام صاحب کے مقلدین ہی سے شہادت دلوا دیں۔ فقہ کی معتبر کتاب طحطاوی مطبوعہ کلکتہ جلد اول ص ۳۵ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے:

قال ابو حنیفة لما اردت طلب العلم جعلت اتخیر العلم و اسئل عن عواقبها فقیل لی تعلم القرآن فقلت لعله اذا تعلمت القران و حفظته فما یکون اخره قالوا تجلس فی المجلس و یقرء علیک الصبیان و الاحداث ثم لا تلبث ان یخرج منهم من هو احفظ منک او من یساویک فتذهب ریاستک فقلت ان سمعت الحدیث و کتبته حتی لم یکن فی الدنیا احفظ منی قالوا اذا کبرت حدثت و اجتمع علیک الاحداث و الصبیان ثم لم تامن ان تغلط فیرموک بالکذب فیصیر عارا علیک قلت لا حاجة لی فی هذا۔ ثم قلت اتعلم النحو فقلت اذا تعلمت النحو و العربیة مایکون اخرامری قالوا تقعد معلما فاکثر رزقک دینار ان

الی ثلثه قلت هذا لا عاقبة له قلت فان نظرت فی
الشعر فلم یکن اشعر منی ما یکون امری قالوا
تمدح هذا فیهب لک او یحملک علی دابة او
یخلع علیک خلعة و ان حرمک هجوته فصرت
تقذف المحصنات فقلت لا حاجة لی فی هذا
فقلت فان نظرت فی الکلام ما یکون اخره قالوا لا
یسلم من نظر فی الکلام شنعات الکلام فیرمی
بالزندقة قلت فان تعلمت الفقه قالوا تسئل و
تفتی الناس و تطلب للقضاء و ان کنت شاذ
با قلت لیس لی فی العلوم انفع من هذا فلزمت
الفقه و تعلمته: انتهی۔

یعنی ابو حنیفہ اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ جب میرا ارادہ علم حاصل کرنے
کا ہوا تو میں تلاش کرنے لگا کہ کون سا علم اچھا ہے اور میں علموں کے فائدے
پوچھنے لگا۔ پس مجھ سے کہا گیا کہ قرآن کو سیکھو۔ میں نے کہا کہ اگر میں قرآن
سیکھوں اور اس کو یاد کراوں تو اس کا کیا نتیجہ ہو گا؟ لوگوں نے کہا کہ کسی
مکتب خانہ میں بیٹھ کر لڑکوں کو پڑھاؤ گے۔ لڑکے اور کم سن آدمی پڑھیں
گے۔ پھر کچھ عرصہ میں ان میں سے کوئی لڑکا تم سے بڑھ کر یا تمہاری مثل
حافظ ہو جائے گا تو تمہاری سرداری جاتی رہے گی۔ میں نے کہا کہ اگر میں
حدیث کو سنوں اور لکھوں اور اس میں ایسا کمال حاصل کروں کہ سب سے
بڑھ کر محدث بن جاؤں (شیخ چلیوں کے خواب) لوگوں نے کہا کہ جب تم
بڑی عمر کے ہو جاؤ گے اور حدیث پڑھاتے رہو گے اور کم سن اور جوان
لوگ تمہارے شاگرد ہوں گے اور تم بھولنے سے بچ نہیں سکو گے تو تم پر
طعن جھوٹ کا لگے گا۔ پس تم پر اس کا عار ہو گا تو میں نے کہا کہ ان (قرآن و

حدیث) کی مجھ کو حاجت نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ نحو کو سیکھوں اور عربیت کو
تو کیا نتیجہ ہو گا۔ لوگوں نے کہا کہ معلم ہو گے اور اکثر تنخواہ تمہاری دو یا تین
دینار ہو گی۔ میں نے کہا کہ اس کا بھی کچھ فائدہ نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اگر
میں شاعری سیکھوں اور اس میں کمال پیدا کروں تو کیا نتیجہ ہو گا۔ لوگوں نے
کہا کہ تم کسی کی تعریف کرو گے تو وہ تم کو سواری و خلعت دے گا۔ اگر نہیں
دے گا تو تم اس کی ہجو کرو گے۔ پس بے عیبوں کو عیب لگاؤ گے۔ میں نے کہا
کہ اس کی بھی کچھ حاجت نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اگر میں علم کلام یعنی
منطق و فلسفہ سیکھوں؟ لوگوں نے کہا کہ اس کا سیکھنے والا ناقص باتیں کرنے
سے نہیں بچتا ہے۔ پھر اس پر زندیق وغیرہ ہونے کا عیب لگ جاتا ہے۔ پھر
میں نے کہا کہ اگر میں فقہ سیکھوں؟ لوگوں نے کہا اگر فقہ سیکھو گے تو تم سے
مسئلے پوچھے جائیں گے، فتوے لیے جائیں گے اور قاضی اور مفتی بنانے کے
لیے بلائے جاؤ گے، اگرچہ تم اس سے بچنے والے ہو گے، میں نے کہا میرے
لیے اس سے بڑھ کر کوئی علم فائدہ مند زیادہ نہیں ہے پس میں نے فقہ کے علم
کو خوب سیکھا۔

ناظرین! اس حکایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام صاحب نے قرآن و حدیث و
صرف و نحو و منطق و فلسفہ وغیرہ سیکھا ہی نہیں۔ صرف فقہ کو سیکھا۔ باقی سب علوم سے
کورے رہے۔ پس جس کو قرآن و حدیث سے مس نہیں اس کی فقہ کہاں تک قرآن و
حدیث کے موافق ہو گی۔

قال الرافضی

و ہیچ میدانی کہ باعث ایں ہمہ خبط و خلط و غلط و خطا و اضطراب امام اعظم در
احادیث و جسارت بر رد احادیث صحیحہ باوصف قبول ضعاف و مجاہیل کہ منشاء طعن و
جرح و قدح جناب او گردیدہ چیست۔ باعث آں این است کہ حضرت او بفن شریف
حدیث توجہے نفرمودہ و آنرا از مہرۂ فن فرانگرفتہ۔ بنا بر تحصیل مرجعیت خلائق و حب

ریاست کہ جہاد عید و تہدید بر طالب آں وارد گردیدہ بعلم فقہ گردیدہ۔ چنانچہ در مختار
مختصر تاریخ بغداد در مناقبش مذکور است۔ قال ابو حنیفۃ لما اردت
طلب العلم جعلت اتخیر العلوم و اسئل عن عواقبھا
فقیل لی تعلم القران فقلت اذا تعلمت القران و حفظتہ
فما یکون اخرہ قالوا تجلس فی المجلس بالمسجد و
یقرا علیک الصبیان و الاحداث ثم لا تلبث ان یخرج
فیھم من ھو احفظ منک او یساویک فی الحفظ فیذھب
ریاستک قلت فان سمعت الحدیث و کتبتہ حتی لم
یکن فی الدنیا احفظ منی قالوا اذا کبرت و ضعفت
حدثت و اجتمع علیک الاحداث و الصبیان ثم لا یامن ان
تغلط فیرموک بالکذب فیصیر عارا علیک فی عقبک
فقلت لا حاجۃ لی فی ھذا ثم قلت اتعلم النحو فقلت اذا
حفظت النحو و العربیۃ مایکون اخر امری قالوا تقعد
معلما فاکبر رزقک دیناران او ثلاثۃ قلت و ھذا لا عاقبۃ
لہ قلت فان نظرت فی الشعر فلم یکن احد اشعر منی
مایکون امری قالوا تمدح ھذا فیھب لک او یحملک
عی دابۃ و یخلع علیک خلعۃ و ان حرمک ھجوتہ فصرت
تقذف المحصنات فقلت لا حاجۃ لی فی ھذا قلت فان
نظرت فی الکلام مایکون اخرہ قالوا لا یسلم من نظر فی
الکلام من مشنعات الکلام فیرمی بالزندقۃ فاما ان
یوخذ فیقتل و اما ان یسلم فیکون مذموما ملوما قلت
فان تعلمت الفقہ قالوا تسئل و تفتی الناس و تطلب
للقضاء و ان کنت شابا قلت لیس فی العلوم شئ انفع من

هذا فلزمت الفقه و تعلمته۔ انتهی۔

(استقصاء الافحام و استیفاء الانتقام مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودیانہ ۱۲۷۶ھ ص ۲۲۴)

اقول

در مختار میں فقہ کی فضیلت کے ذکر میں یہ عبارت منقول ہے و فی الملتقط و غیره عن محمد لا ینبغی لرجل ان یعرف بالشعر و النحو لان اخر امره الی المسئلة و تعلیم الصبیان و الا بالحساب لان اخر امره الی مساحة الارضین و لا بالتفسیر لان اخر امره الی التذکیر و القصص بل یکون علمه فی الحلال و الحرام و ما لا بد منه من الاحکام۔

(در مختار، مطبوعہ مصر بر حاشیہ رد المختار، جزء اول، ص ۳۰)

سید احمد طحطاوی نے صاحب در مختار کے قول من الاحکام کے تحت میں یوں لکھا ہے:

بیان لما ذکر السیوطی فی تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة ما نصه روی الخطیب فی تاریخه عن ابی یوسف قال قال ابو حنیفة لما اردت طلب العلم جعلت اتخیر العلوم (الخ)

(حاشیہ طحطاوی، مطبوعہ بولاق مصر، ۱۲۵۴، جزء اول، ص ۲۶)

یہ بیان ہے اس کا جسے سیوطی نے تبییض الصحیفه فی مناقب الامام ابی حنیفه میں ذکر کیا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے روی الخطیب فی تاریخه عن ابی یوسف قال (خطیب نے اپنی تاریخ میں ابو یوسف سے روایت کی۔ کہا) قال ابو حنیفة لما اردت طلب العلم جعلت اتخیر العلوم (الخ)

عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ طحطاوی کے نزدیک روایت ملتقط بیان ہے روایت خطیب کا' روایت ملتقط کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو مناسب نہیں کہ شعرو نحو و حساب و تفسیر ہی میں اپنا تمام وقت صرف کر دے اور ان میں مشہور و معروف ہو جائے بلکہ اس کو زیادہ تر فقہ میں لیاقت حاصل کرنی چاہیے۔ یعنی بقدر ضرورت شعرو نحو وغیرہ کو حاصل کر کے فقہ کو اپنا خاص فن بنانا چاہیے۔ طحطاوی کے نزدیک روایت ملتقط کے یہ معنے نہیں کہ شعرو نحو و حساب و تفسیر کو بالکل نہ سیکھنا چاہیے۔ بلکہ فقہ ہی کو بغیر ان کے سیکھ لینا چاہیے۔ چنانچہ طحطاوی نے اس روایت کے الفاظ یل یکون علمہ کے تحت میں لکھا ہے:

ای معظم علمہ فلا ینافی ان معرفۃ طرف من العلوم للتوصل لفہم السنۃ والکتاب مطلوب و یثاب علیہ ان حسنت نیتہ۔

یعنی اس کے علم کا بڑا حصہ۔ پس یہ قول اس امر کا منافی نہیں کہ علوم کے ایک حصے کی معرفت قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لیے مطلوب ہے اور اس پر ثواب ملے گا اگر اس کی نیت اچھی ہو۔

جب ہمیں روایت ملتقط کا مطلب بنا بر قول طحطاوی معلوم ہو گیا تو روایت خطیب کا مضمون بھی اس کے مخالف نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ روایت ملتقط اسی کا بیان ہے۔ پس امام طحطاوی کے نزدیک روایت خطیب کا ماحصل یہ ہو گا کہ امام صاحب نے حسب ضرورت قرآن و حدیث و نحو و عربیت و شعرو کلام کو پڑھ کر علم فقہ کو اپنا خاص فن بنایا۔ طحطاوی کے علاوہ علامہ سیوطی نے بھی روایت خطیب کا یہی مطلب سمجھا ہے کیونکہ اسے مناقب امام میں درج کیا ہے اور یہی حق ہے اور اسی مطلب کی تائید اس روایت کے دوسرے طریق سے ہوتی ہے۔ امام موفق بن احمد مکی (متوفی ۵٦۸ھ) نے مناقب امام اعظمؒ (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن' جزء اول' ص ۵۷) میں بہ سند متصل ہیثم بن عدی طائی اور نیز امام ابو یوسف سے بدیں الفاظ نقل کیا ہے۔

قال قلت لابی حنیفة العلوم کثیرہ ذات فنون فکیف و قع اختیارک علی هذا الفن الذی انت فیه و کیف وفقت له ولیس علم اشرف منه قال اخبرک اما التوفیق فکان من الله وله الحمد کما هو اهله و مستحقه انی لما اردت تعلم العلم جعلت العلوم کلها نصب عینی فقرات فنا فنا منها و تفکرت عاقبته و موقع نفعه فقلت اخذ فی الکلام ثم نظرت فاذا عاقبته عاقبة سوء و نفعه قلیل و اذا کمل الانسان فیه و احتیج الیه لا یقدر ان یتکلم جهارا و رمی بکل سوء و یقال صاحب هوی ثم تتبعت امر الادب و النحو فاذا عاقبة امره ان اجلس مع صبی اعلمه النحو والادب ثم تتبعت امر الشعر فوجدت عاقبة امره المدح والهجاء و قول الهجر والکذب و تمزیق الدین ثم تفکرت فی امر القرات فقلت اذا بلغت الغایة منه اجتمع الی احداث یقرء ون علی و الکلام فی القران و معانیه صعب فقلت اطلب الحدیث فقلت اذا جمعت منه الکثیر احتاج الی عمر طویل حتی یحتاج الناس الی و اذا احتیج الی لا یجتمع الا الاحداث و لعلهم یرموننی بالکذب او سوء الحفظ فلزمنی ذلک الی یوم الدین ثم قلبت الفقه فکلما قلبته ادا درته لم یزدد الا جلالة و لم اجد فیه عیبا (الخ)

کہا میں نے ابو حنیفہ سے پوچھا کہ علوم بکثرت اور کئی قسم کے ہیں تو نے اس فن کو جس میں تو مشغول ہے کیونکر اختیار کیا اور کیونکر تجھے اس کی توفیق دی گئی حالانکہ کوئی علم قدر و رتبہ میں اس سے بڑھ کر نہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں توفیق تو اللہ کی طرف سے ہے اور اس کے لئے سب ستائش ہے جس کا وہ اہل و مستحق ہے۔ جب میں نے علم سیکھنے کا ارادہ کیا تو تمام علوم کو اپنا نصب العین و منظور خاطر بنایا۔ پس میں نے ایک ایک فن کو پڑھا اور اس کے نتیجہ اور نفع کے موقع میں غور کی۔ میں نے کہا میں کلام کو لیتا ہوں پھر میں نے غور کی تو اس کا نتیجہ برا اور نفع تھوڑا پایا۔ جب انسان اس پر کامل ہو جاتا ہے اور محتاج الیہ بن جاتا ہے تو قادر نہیں ہوتا کہ پکار کر کلام کرے اور ہر برائی سے متہم ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ صاحب خواہش نفسانی ہے۔ پھر میں نے ادب و نحو کے امر میں غور کی تو اس کا انجام کار یہ دیکھا کہ کسی لڑکے کے ساتھ بیٹھوں اور اسے نحو و ادب سکھاؤں۔ پھر میں نے شعر کے امر میں غور کی تو اس کا انجام کار مدح و ہجو اور قول بے ہودہ و کذب اور دین کا پارہ پارہ کرنا پایا۔ پھر میں نے قراءتوں کے امر میں فکر کی، پس میں نے کہا جب میں اس کی غایت کو پہنچ جاؤں گا تو میرے پاس لڑکے جمع ہوں گے، جو مجھ سے پڑھیں گے اور قرآن اور اس کے معانی میں کلام کرنا دشوار ہے۔ پس میں نے کہا میں حدیث طلب کروں۔ پس سوچا کہ جب بہت سی جمع کراؤں گا تو عمر طویل چاہیے کہ لوگوں کا محتاج الیہ بنوں اور جب محتاج الیہ بنوں گا تو میرے پاس صرف لڑکے جمع ہوں گے۔ شاید وہ مجھ کو کذب یا سوء حفظ سے متہم کریں۔ پس وہ اتہام قیامت کے دن تک مجھ پر رہے گا۔ پھر میں نے فقہ میں غور کی۔ پس جتنی دفعہ میں نے اس میں غور کی، اس کی جلالت و فضیلت زیادہ نظر آئی۔ اور میں نے اس میں کوئی عیب نہ پایا۔ (الخ)

علامہ موفق کی روایت سے ظاہر ہے کہ امام صاحب نے پہلے ہر علم کو فرداً فرداً پڑھا۔ پھر نظر بر فوائد دارین فقہ کو سب پر ترجیح دے کر اسے اپنا خاص فن بنایا۔ رہا یہ امر کہ خطیب نے اس واقعہ کو کیوں صاف صاف بیان نہ کیا اور امام صاحب کی طرف قرآن و حدیث کی نسبت الفاظ لا حاجۃ لی فی ھذا کیوں منسوب کیے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ خطیب، امام صاحب کا حاسد مشہور ہے۔ حاسد کا قاعدہ ہے کہ محسود کے ہنر کو بھی ایسے پیرایہ میں بیان کرتا ہے کہ جس سے تنقیص کی بو آتی ہو۔ اگر ان الفاظ کی نسبت امام صاحب کی طرف تسلیم بھی کر لی جائے تو ان کے یہ معنے ہوں گے کہ تفسیر و حدیث کو خاص فن بنانے کی مجھے ضرورت نہیں۔ نہ یہ کہ ان کی مجھے بالکل ہی ضرورت نہیں۔ علاوہ ازیں شیخ ابن حجر کی نے جو روایت خطیب نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ نہیں۔ شیخ موصوف نے اس روایت کی نقل کے بعد یہ کار آمد ضمیمہ بطور تنبیہ زیادہ کر دیا ہے:

(تنبیہ) احذر ان تتوھم من ذلک ان ابا حنیفۃ لم یکن لہ خبرۃ تامۃ بغیر الفقہ حاشا للہ کان فی العلوم الشرعیہ من التفسیر و الحدیث و الالۃ من العلوم الادبیۃ و المقایس الحکمیۃ بحرا لا یجاری و اماما لا یماری و قول بعض اعدائہ فیہ خلاف ذلک منشوءہ الحسد و حجتہ الترفع علی الاقران و رمیھم بالزور و البھتان و یابی اللہ الا ان یتم نورہ و مما یکذب ذالک ان لہ مسائل فقھیۃ بنی اقوالہ فیھا علی علم العربیۃ بما ان وقف علیہ من تاملہ لقضی بتمکنہ من ھذا العلم بما یبھر العقل و ان لہ من النظم البدیع ما یعجز عنہ کثیر من نظرائہ و قد انفردبھا بالتالیف الزمخشری و غیرہ علی ما یاتی و سیاتی انہ صح

عنه انه كان يختم في شهر رمضان ستين ختمة و انه كان يقرء القران كله في ركعة فزعم بعض حاسديه انه كان لا يحفظ القران بهت منه و كذب شنيع و قال ابو يوسف مارايت اعلم بتفسير الحديث من ابي حنيفة و كان ابصر بالحديث الصحيح مني و في جامع الترمذي عنه مارايت اكذب من جابر الجعفي و لا افضل من عطاء ابن ابي رباح و روى البيهقي عنه انه سئل عن الاخذ عن سفيان الثوري فقال اكتب عنه فانه ثقة ما عدا احاديث ابي اسحاق عن جابر الجعفي و روى الخطيب عن سفيان بن عيينه انه قال اول من اقعدني للحديث بالكوفه ابو حنيفه قال لهم هذا اعلم الناس بحديث عمرو بن دينار و بهذا يعلم جلاله مرتبته في الحديث ايضا كيف و هو يستامر في الثوري و يجلس ابن عيينه۔

(خیرات الحسان مطبوعہ مصر، الفصل التاسع، ص ۲۷-۲۸)

تنبیہ۔ اس روایت سے تو یہ وہم نہ کر بیٹھنا کہ امام ابو حنیفہ کو سوائے فقہ کے کسی علم سے پوری واقفیت نہ تھی۔ حاشاللہ۔ وہ علوم شرعی یعنی تفسیر و حدیث اور آلہ یعنی علوم ادبیہ و مقالیس حکمیہ میں متمدر تھے جن کی ہمسری نہیں کی جا سکتی اور امام تھے جن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے بعض دشمنوں نے جو اس کے خلاف کہا ہے، اس کا باعث حسد ہے اور اس امر کی دلیل امام صاحب کا اپنے اقران پر سبقت لے جانا اور حساد کا آپ کو فریب و بہتان سے متہم کرنا ہے۔ اور اللہ انکار کرتا ہے مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا

کرے۔ اور منجملہ ان دلائل کے جو اس کی تکذیب کرتے ہیں یہ ہے کہ آپ کے بہت سے مسائل فقہیہ ہیں جن میں آپ نے اپنے اقوال کو علم عربیت پر اس طرح مبنی کیا ہے کہ اگر غور کرنے والا اس سے واقف ہو جائے تو وہ بے شک یہ حکم لگائے گا کہ آپ کو اس علم پر وہ دسترس ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اور آپ کی نظم بلیغ میں سے بعض ایسی ہے کہ اس سے آپ کے بہت سے اقران عاجز ہیں۔ اور امام زمخشری وغیرہ نے تو آپ کی نظم پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جیساکہ آئے گا۔ اور عنقریب آئے گا کہ آپ کی نسبت یہ بات ثابت ہے کہ آپ ماہ رمضان میں ساٹھ ختم قرآن کیا کرتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ایک رکعت میں تمام قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ لہٰذا آپ کے بعض حاسدوں کا یہ گمان کہ آپ کو قرآن حفظ نہ تھا' بہتان اور برا جھوٹ ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو حدیث کی تفسیر کا عالم نہیں دیکھا اور امام صاحب میری نسبت حدیث صحیح کے زیادہ شناخت کرنے والے تھے۔ جامع ترمذی میں آپ سے روایت ہے کہ میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر کسی کو کاذب نہیں دیکھا اور عطاء ابن ابی رباح سے بڑھ کر فاضل نہیں دیکھا۔ اور بیہقی نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا سفیان ثوری سے حدیث اخذ کی جائے؟ آپ نے فرمایا ان سے میں حدیث لکھ لیتا ہوں کیونکہ وہ ثقہ ہیں۔ سوائے ان حدیثوں کے جو ابو اسحاق نے جابر جعفی سے روایت کی ہیں۔ اور خطیب نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی کہ اس نے کہا پہلے وہ شخص جنہوں نے مجھے کوفہ میں حدیث کے لیے بٹھایا' ابو حنیفہ ہیں۔ آپ نے اہل کوفہ سے فرمادیا کہ سفیان بن عیینہ' عمرو بن دینار کی حدیث کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس سے حدیث میں بھی امام صاحب کے مرتبے کی جلالت و بزرگی معلوم ہوتی ہے کیوں نہ ہو امام ثوری

کے بارے میں آپ سے دریافت کیا جاتا ہے اور ابن عیینہ کو آپ حدیث کے لیے بٹھاتے ہیں۔

اگرچہ علامہ ابن حجر مکی نے بدلائل واضحہ بتادیا کہ اس روایت خطیب کے یہ معنے نہیں کہ امام صاحب فقہ کے سوا کسی اور علم میں کامل نہ تھے مگر حاسد باز نہیں آتے۔ و کفی للحسود حسده۔ بنارسی کیا سمجھے فقہ حنفی کو۔ فقہ حنفی کا سمجھنا خالہ جی کا گھر نہیں۔ شیخ الاسلام تاج سبکی (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جزء ثانی، ص ۱۷۴) تحریر فرماتے ہیں: و فقه ابی حنیفة دقیق علامہ عبدالوہاب شعرانی جنہوں نے مذاہب اربعہ کے دلائل کا بغور مطالعہ کیا ہے، فقہ حنفی کی نسبت یوں فرماتے ہیں:

و قد تتبعت بحمد الله اقواله و اقوال اصحابه لما الفت كتاب ادلة المذاهب فلم اجد قولا من اقواله او اقوال اتباعه الا و هو مستند الى اية او حديث او اثر او الى مفهوم ذلك او حديث ضعيف كثرت طرقه او الى قياس صحيح فمن اراد الوقوف على ذلك فليطالع كتابي المذكور۔

(کتاب المیزان مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۵۵)

اور میں نے بحمد اللہ امام ابو حنیفہ کے اقوال اور ان کے اصحاب کے اقوال کی تحقیقات کی۔ جب میں نے کتاب ادلۃ المذاہب تالیف کی۔ پس میں نے آپ کے اقوال میں سے یا آپ کے اتباع کے اقوال میں سے کوئی قول ایسا نہ پایا جو کسی آیت یا حدیث یا اثر صحابی یا ان کے مفہوم کی طرف یا کسی حدیث ضعیف کی طرف جس کے طرق بکثرت ہوں، یا اصل صحیح پر قیاس صحیح کی طرف مستند نہ ہو۔ جو شخص اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہے، وہ ہماری کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔

اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے عبارت طحاوی نقل کرتے وقت خطیب

کا نام نامی کس لیے پس انداز کر دیا۔ کیا اس لیے کہ ہم سمجھ جائیں کہ طحطاوی نے مان لیا ہے کہ امام صاحب نے قرآن و حدیث کی نسبت فی الواقع یوں فرمایا لا حاجة لی فی ھذا۔ کیا اس لیے کہ ہم خیال کریں کہ طحطاوی قائل ہیں کہ امام صاحب نے بغیر قران و حدیث فقہ بنا دی۔ واہ صاحب واہ۔ آپ نے تو ہمیں بھی دھوکا دینا چاہا تھا۔ آپ تو طحطاوی کی عبارت کا مطلب بھی نہیں سمجھ سکے اور علم کلام کو منطق و فلسفہ بتا رہے ہیں۔ کیا اسی بل بوتے پر آپ نے الجرح علی ابی حنیفہ لکھی ہے۔

و کم من عائب قولا صحیحا
و افتہ من الفہم السقیم

عبارت طحطاوی کے اردو ترجمہ میں جن فقرات کو بنارسی نے جلی قلم سے لکھا ہے، ان سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے کہ بنارسی کے نزدیک فقہ سیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا ہم بطور مشتے نمونہ از خروار چند مناقب فقہ درج کرتے ہیں۔

۱۔ فقہ خیر کثیر ہے۔ چنانچہ بخاری شریف (باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین) میں ہے:

حدثنا سعید بن عفیر قال ثنا ابن وھب عن یونس عن ابن شھاب قال قال حمید بن عبدالرحمن سمعت معاویة رضی اللہ عنہ خطیبا یقول سمعت النبی ﷺ یقول من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین و انما انا قاسم و اللہ یعطی و لن تزال ھذہ الامة قائمة علی امر اللہ لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ۔

(بحذف اسناد) حمید ابن عبد الرحمٰن نے کہا: میں نے حضرت معاویہؓ کو خطبہ خوانی کی حالت میں سنا کہ کہتے تھے میں نے نبی ﷺ کو سنا کہ فرماتے

تھے جس شخص کے ساتھ اللہ بڑی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے اور میں تو صرف بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا کرتا ہے۔ اور یہ امت اللہ کے احکام پر رہے گی۔ اس کو نقصان نہ دے گا وہ شخص جو اس کی مخالفت کرے گا، یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت یا ان کی موت) آئے گا۔

علامہ عینی عمدۃ القاری میں اس حدیث کی شرح میں یوں لکھتے ہیں:

قال التوربشتی اعلم ان النبی علیہ الصلوۃ و السلام اعلم اصحابہ انہ لم یفضل فی قسمۃ ما اوحی اللہ الیہ احدا من امتہ بل سوی فی البلاغ و عدل فی القسمۃ و انما التفاوت فی الفہم و ھو واقع من طریق العطاء و لقد کان بعض الصحابہ رضی اللہ عنہم یسمع الحدیث فلا یفہم منہ الا الظاھر الجلی و یسمعہ اخر منہم او من بعدھم فیستنبط منہ مسائل کثیرۃ و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

"توربشتی (فضل اللہ شافعی متوفی ۶۶۰ھ) نے کہا جان لے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کو آگاہ کر دیا کہ آپ نے وحی الٰہی کی تقسیم میں اپنی امت میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی بلکہ اس وحی کی تبلیغ میں سب کو برابر رکھا اور تقسیم میں عدل کیا۔ تفاوت تو صرف سمجھ میں ہے اور وہ عطیہ الٰہی ہے۔ بے شک بعض صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث کو سنتے تھے۔ پس اس سے سوائے ظاہر جلی معنے کے اور نہ سمجھتے تھے۔ حالانکہ ان میں سے دوسرے یا وہ جو ان کے بعد ہوئے (چنانچہ امام ابو حنیفہؒ) اسی حدیث کو سنتے تھے۔ پس اس سے بہت سے مسئلے نکالتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

(۲) فقیہ کی مثال جناب رسالت ماب بابی ہو وامی نے یوں بیان فرمائی ہے:

مثل ما بعثنی اللہ بہ من الھدی و العلم کمثل الغیث اصاب ارضا فکان منھا نقیۃ قبلت الماء فانبتت الکلا و العشیب الکثیر و کانت منھا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ بھا الناس فشربوا و سقوا و زرعوا و اصاب منھا طائفۃ اخری انما ھی قیعان لا تمسک ماء و لا تنبت کلاء فذلک مثل من فقہ فی دین اللہ و نفعہ ما بعثنی اللہ بہ فعلم و علم و مثل من لم یرفع بذلک راسا و لم یقبل ھدی اللہ الذی ارسلت بہ۔

(صحیح بخاری باب فضل من علم و علم)

اس ہدایت و علم کا حال جس کے ساتھ مجھے اللہ نے بھیجا ہے' اس بڑی بارش کے حال کا سا ہے جو زمین کو پہنچے۔ اس زمین میں سے کچھ حصہ صاف تھا جس نے پانی قبول کر لیا اور بہت ہی خشک و تر گھاس اگائی۔ اور اس میں سے سخت حصے تھے جنہوں نے پانی کو روک لیا۔ پس اللہ نے ان سے لوگوں کو نفع دیا۔ پس انہوں نے پیا اور پلایا اور کھیتی کی۔ اور اس زمین کے دوسرے ٹکڑے کو بارش پہنچی جو صرف چٹیل میدان ہے نہ پانی روکتا اور نہ سبزہ اگاتا ہے۔ پس یہ ہے حال اس شخص کا جو اللہ کے دین میں فقیہ ہوا اور اسے نفع دیا اس چیز نے جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے پس اس نے سیکھا اور سکھایا اور حال اس کا جس نے (تکبر سے) اس کی طرف سر نہ اٹھایا اور اللہ کی ہدایت قبول نہ کی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔

(۳) جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے یوں دعا فرمائی تھی اللھم فقھہ فی الدین یعنی اے اللہ اس کو دین کا

فقیہ بنادے۔(مشکوۃ، باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ)

(۴) ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے۔ چنانچہ بیہقی و دار قطنی میں ہے:

عن ابی هريرة رضى الله تعالى عنه عن النبی عليه السلام ما عبدالله بشئ افضل من فقه فی دين الله ولفقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد ولكل شئ عماد و عماد الدين الفقه و قال ابو هريرة لان اجلس ساعة فافقه احب الى من ان احيی ليلة القدر و فی رواية ليلة الى الصباح۔

(الطریقہ المحمدیہ فی بیان السیرۃ النبویہ الاحمدیہ للشیخ محمد بن پیر علی البرکوی، مطبوعہ استنبول، ص ۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کی عبادت نہیں کی گئی کسی ایسی چیز کے ساتھ جو فقہ فی دین اللہ سے افضل ہو۔ البتہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے۔ اور ہر شے کے لیے ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ اگر میں ایک ساعت بیٹھ کر فقہ سیکھوں تو یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں شب قدر کو جاگتا رہوں اور ایک روایت میں ہے رات کو صبح تک (جاگوں)۔

(۵) فقیہ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ چنانچہ سنن دارمی (مطبوعہ نظامی، باب الاقتداء بالعلماء، ص ۴۰) میں ہے:

اخبرنا يعلى ثنا عبدالملك عن عطاء اطيعوا الله واطيعوا الرسول و اولی الامر منكم قال اولو العلم و الفقه و طاعة الرسول اتباع الكتاب و السنة۔

ہمیں خبر دی یعلیٰ نے کہ ہم سے حدیث بیان کی عبد الملک نے اس نے عطاء سے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم عطاء نے فرمایا اولی الامر سے مراد اہل علم و فقہ ہیں اور رسول ﷺ کی طاعت قرآن وحدیث کا اتباع ہے۔

(۶) حاکم بننے سے پہلے فقہ سیکھنی چاہیے۔ چنانچہ صحیح بخاری (باب الاغتباط فی العلم و الحکمہ) میں ہے:

و قال عمر رضی اللہ عنہ تفقھوا قبل ان تسودوا قال ابو عبداللہ و بعد ان تسودوا و قد تعلم اصحاب النبی ﷺ فی کبر سنھم۔

اور فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فقہ سیکھو قبل اس کے کہ تم سردار بنائے جاؤ۔ کہا ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے اور فقہ سیکھو بعد سردار بنائے جانے کے۔ اور نبی ﷺ کے اصحاب نے بڑھاپے میں علم سیکھا ہے۔

(۷) فقہ حدیث کا ثمرہ ہے۔ چنانچہ امام بخاری (مقدمہ قسطلانی شرح صحیح بخاری) نے مسئلہ رباعیات کی تشریح کرتے ہوئے ابو العباس الولید بن ابراہیم سے یوں فرمایا:

و ان لم تطق حمل ھذہ المشاق کلھا فعلیک بالفقہ یمکنک تعلمہ و انت فی بیتک قار ساکن لا تحتاج الی بعد الاسفار و وطی الدیار و رکوب البحار و ھو مع ذا ثمرۃ الحدیث و لیس ثواب الفقیہ دون ثواب المحدث فی الاخرۃ و لا عزۃ باقل من عز المحدث۔

اور اگر تو ان تمام مشقتوں کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو تجھ پر فقہ کا سیکھنا لازم ہے۔ تیرے لیے فقہ کا سیکھنا ممکن ہے حالانکہ تو اپنے گھر میں قیام پذیر ہو تجھے دور دراز سفر کرنے اور ملک بملک پھرنے اور

سمندروں کے سفر کی حاجت نہ ہوگی۔ اور فقہ باوجود اس کے حدیث کا ثمرہ ہے' اور آخرت میں فقیہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کم نہیں۔ اور نہ اس کی عزت محدث کی عزت سے کم ہے۔

(۸) فقہاء احادیث کے معنے محدثین سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ چنانچہ ترمذی (صحیح ترمذی' جلد اول' باب ماجاء فی غسل المیت) نے غسل میت کے بارے میں مذاہب فقہاء بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے و کذلک قال الفقهاء و هم اعلم بمعانی الاحادیث یعنی فقہاء نے ایسا ہی کیا ہے اور وہ احادیث کے معنے (محدثین کی نسبت) زیادہ جاننے والے ہیں۔

(۹) قاضی ابو الطیب الطبری الشافعی (متوفی ۴۵۰ھ) جن کی نسبت شیخ الاسلام تاج سبکی فرماتے ہیں کان اماما جليلا بحرا غواصا متسع الدائرة عظيم العلم جليل القدر كبير المحل تفرد فی زمانه انہوں نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے فرمایا یا فقیہ' قاضی ممدوح اس پر فخر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے سمانی رسول الله فقيها یعنی رسول اللہ ﷺ نے میرا نام فقیہ رکھا۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ جزء ثالث' ص ۱۷۷) اللہ اللہ ایک یہ زمانہ ہے کہ فقہ کو جرم قرار دیا جاتا ہے

؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

فقہ کے ان مناقب میں ہم نے امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ کی شہادت بھی درج کر دی ہے۔ دیکھئے اب غیر مقلدین کیا کہتے ہیں۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں جو محدثین گزرے ہیں ان کے حالات دیکھو کہ کس طرح انہوں نے باوجود حدیث دانی فقہ سیکھنے کی کوشش کی ہے۔ امام بخاریؒ جنہیں رئیس المحدثین کہا جاتا ہے ان کے ترجمہ میں تاج سبکی (طبقات الشافعیہ الکبریٰ جزء ثانی' ص ۴) تحریر فرماتے ہیں "و تفقه على الحميدی" یعنی امام بخاری نے حمیدی سے فقہ سیکھی۔ اگر فقہ کا سیکھنا برا ہوتا تو امام بخاری کس لیے امام حمیدی کے آگے زانوئے شاگردی تہہ کرتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نری حدیث دانی

سے کام نہیں چل سکتا۔ توضیح کے لیے ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

امام ابراہیم بن خالد بن الیمان ابو ثور الکلبی البغدادی (متوفی ۲۴۰ھ) جو محدث ہونے کے علاوہ فقیہ بھی تھے' ان کے ترجمہ میں طبقات الشافعیہ الکبریٰ (جزء اول' ص ۲۲۸) میں لکھا ہے:

و لا شک ان الفقه کان اغلب علیه من الحدیث و کان المحدثون اذا سئلوا عن مسائل الفقه احالوا علیه۔

کوئی شک نہیں کہ ابو ثور پر حدیث کی نسبت فقہ غالب تھی اور جب محدثین سے مسائل فقہ دریافت کیے جاتے تھے تو ابو ثور کے پاس بھیج دیتے تھے۔

اس عبارت کے بعد تاج سبکیؒ نے بہ سند متصل واقعہ ذیل لکھا ہے:

و قفت امراۃ علی مجلس فیه یحیی بن معین و ابو خیثمۃ و خلف بن سالم فی جماعۃ یتذاکرون الحدیث فسمعتهم یقولون قال رسول الله ﷺ و رواہ فلان و ماحدث به غیر فلان فسالتهم عن الحائض هل تغسل الموتی و کانت غاسلۃ فلم یجبها احد منهم و کانوا جماعۃ و جعل بعضهم ینظر الی بعض فاقبل ابو ثور فقالوا لها علیک بالمقبل فالتفتت الیه و قیدنا منها فسالته فقال نعم تغسل لحدیث القاسم عن عائشۃ ان النبی ﷺ قال لها ان حیضتک لیست فی یدک و لقولها کنت افرق راس النبی ﷺ بالماء و انا حائض۔ قال ابو ثور فاذا فرق راس الحی فالمیت

اولی به فقالوا نعم رواه فلان و اخبرنا به فلان و نعرفه من طریق کذاو خاضوا فی الروایات و الطرق فقالت المراۃ فاین انتم الی الان۔

ایک غاسلہ یعنی مردوں کے غسل دینے والی عورت ایک مجلس میں ٹھہر گئی جس میں یحییٰ بن معین اور ابو خیثمہ اور خلف بن سالم ایک جماعت میں حدیث کا تذکرہ کر رہے تھے۔ پس اس نے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے قال رسول اللہ ﷺ (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے) رواہ فلان (اس حدیث کو فلاں راوی نے روایت کیا ہے) ما حدث به غیر فلان (سوائے فلاں راوی کے اس حدیث کو کسی نے روایت نہیں کیا) پس اس غاسلہ نے ان سے پوچھا کہ آیا حیض والی عورت میت کو غسل دے سکتی ہے۔ محدثین میں سے کسی نے اس کا جواب نہ دیا حالانکہ وہ جماعت تھی۔ اور ایک دوسرے کی طرف جھانکنے لگے۔ پس ابو ثور آ نکلے۔ انہوں نے اس عورت سے کہا کہ آنے والے سے پوچھ۔ پس وہ ابو ثور کی طرف متوجہ ہوئی اور ابو ثور اس کے قریب ہوئے۔ اس عورت نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ غسل دے دے اس لیے کہ قاسم نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور اس لیے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا ہے کہ میں حیض کی حالت میں نبی ﷺ کے سر مبارک میں پانی سے مانگ نکالا کرتی تھی۔ اور ابو ثور نے فرمایا جب حائض زندہ کے سر میں پانی سے مانگ نکال سکتی ہے تو بطریق اولیٰ مردہ کو غسل دے سکتی ہے (یہ ہے فقہ) پس محدثین بولے ہاں۔ اس حدیث کو فلاں نے روایت کیا ہے۔ ہم اس کو فلاں فلاں طریق سے جانتے ہیں اور وہ روایات و طرق حدیث میں خوض کرنے لگے۔ اس پر وہ عورت بولی اب تک تم کہاں تھے؟

امام ابو علی ثقفی جو محدث و فقیہ تھے' ان کے حال میں (طبقات الشافعیہ الکبریٰ' جزء ثانی ص ۱۷۳) لکھا ہے:

و روی (ای الحاکم) بسندہ الی ابن خزیمہ انہ استفتی فی مسائل فدعا بدواۃ ثم قال لابی علی الثقفی اجب فاخذ ابو علی القلم و جعل یکتب الاجوبۃ و یضعھا بین یدی ابن خزیمۃ و ھو ینظر فیھا و یتامل مسئلۃ مسئلۃ فلما فرغ منھا قال لہ یا ابا علی ما یحل لاحد منا بخراسان ان یفتی و انت حی۔

حاکم نے بالسند روایت کی ہے کہ ابن خزیمہ سے چند مسئلوں میں استفتا کیا گیا۔ پس اس نے دوات طلب کی پھر ابو علی ثقفی سے کہا جواب دے۔ اس پر ابو علی نے قلم پکڑا اور جوابات لکھنے لگا اور ان کو ابن خزیمہ کے آگے رکھتا جاتا تھا اور وہ انہیں دیکھتا تھا اور ایک ایک مسئلے میں غور کرتا تھا۔ پس جب وہ ان سے فارغ ہوا تو ابو علی سے بولا اے ابو علی خراسان میں ہم سے کسی کو جائز نہیں کہ تیری زندگی میں فتویٰ دے۔

حضرت امام الائمہ رئیس المجتہدین ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور امام ثوریؒ کی حکایت آگے آئے گی۔ غرض کہاں تک لکھا جائے۔ اگر در خانہ کس است' حرفے بس است۔

قال البنارسی

اور یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کے مسائل اور عقائد قرآن کے صریح خلاف ہیں۔ اس پر بہت سے علمائے اہل سنت نے امام صاحب پر اعتراض کیا ہے۔

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار شد مست

مشتے نمونہ از خروارے اسماء گرامی ان علماء کے یہ ہیں: (۱) ابن عیینہ (۲) ابن مبارک (۳) ابو یحییٰ حمانی یعنی عبدالحمید بن عبدالرحمٰن (۴) ابن عیاش (۵) احمد الخزاعی (۶) قاسم بن معین (۷) مالک بن انس (۸) محمد بن ادریس الشافعی (۹) اوزاعی (۱۰) مسعر بن کدام ابو سلمہ کوفی (۱۱) اسرائیل (۱۲) معمر (۱۳) فضیل بن عیاض (۱۴) ابو یوسف (۱۵) ایوب (۱۶) سفیان (۱۷) ابو مطیع (۱۸) حکم بن عبداللہ (۱۹) یزید بن ہارون (۲۰) ابو عاصم النبیل (۲۱) عبداللہ داؤد عامر ہزلی (۲۲) ابو عبدالرحمٰن الخریبی (۲۳) عبداللہ بن یزید المقری (۲۴) شداد بن حکم (۲۵) مکی بن ابراہیم (۲۶) وکیع بن جراح (۲۷) نضر بن شمیل مازنی (۲۸) یحییٰ بن سعید القطان (۲۹) ابو عبید (۳۰) حسن بن عثمان (۳۱) یزید بن زریع ابو معاویہ (۳۲) جعفر بن ربیع (۳۳) ابراہیم بن عکرمہ القزوینی (۳۴) علی بن عاصم (۳۵) حکم بن ہشام (۳۶) عبدالرزاق (۳۷) حسن بن محمد لیثی (۳۸) یحییٰ بن ایوب (۳۹) زافر بن سلیمان ایادلی (۴۰) حفص بن عبدالرحمٰن (۴۱) رشد بن عمر (۴۲) حسن بن عمارۃ (۴۳) یحییٰ بن فضیل (۴۴) ابوالجویریہ قطان (۴۵) یزید الکمیت (۴۶) علی بن حفص البزار (۴۷) ملیح بن وکیع (۴۸) محمد بن عبدالرحمٰن المسعودی (۴۹) یوسف السمتی (۵۰) خارجہ بن مصعب (۵۱) قیس بن ربیع (۵۲) حجر بن عبدالجبار (۵۳) حفص بن حمزہ القرشی (۵۴) حسن بن زیاد (۵۵) جعفر بن عون العمری (۵۶) عبداللہ بن رجاء العذالی (۵۷) محمد بن عبداللہ انصاری (۵۸) عبداللہ بن عیاب (۵۹) حجر بن عبداللہ الحضری (۶۰) ابن الوہب العابد (۶۱) ابن عائشہ (۶۲) ابو اسحاق فزاری (۶۳) حماد بن ابی سلیمان (۶۴) امام بخاری (۶۵) حافظ ابن عبدالبر (۶۶) جناب پیران پیر- اور یہ چھیاسٹھ نام مع اقوال و اعتراضات تاریخ خطیب بغدادی ص۱۲۰-۱۲۷، ج۲، و تمہید شرح موطا ص ۸۳، ۹۳، ۱۲۵، ج۳، اور تاریخ کبیر امام بخاری ص۹۱، اور میزان الاعتدال ص۲۴۵، ج۱، و غنیتہ الطالبین ص۲۰۶، ۲۰۸ وغیرہ میں موجود ہیں۔ من شاء فلیراجع الیہا۔ ص۴-۵

قال الرافضی

بالجملہ ازیں کلام در کمال وضوح ظاہر است کہ ایوب سجستانی و سفیان ثوری و ابن عیینہ و ابوبکر بن عیاش کہ از ائمہ و اکابر اہل سنت اند بر ابو حنیفہ طعن و تشنیع کردہ و ذم و تحقیر او بجہت امور شنیعہ کہ از و سرزدہ فرمودہ اند و ہمہ ایں بزرگان کہ خطیب مدح ابو حنیفہ از ایشاں نقل کردہ و بعد آں گفتہ محفوظ نزد ناقلین حدیث ازیں مذکورین خلاف ایں مدح و تقریظ است بجہت امور شنیعہ کہ براو یاد گرفتہ اند شصت و یک نفراند و این است اسماء ایں بزرگان علی ما فی مختار مختصر تاریخ الخطیب۔ ایں عیینہ و ابن المبارک و ابو یحییٰ الحمانی و ابن عیاش و احمد الخزاعی و القسم بن معن و مالک بن انس و محمد بن ادریس و الاوزاعی و مسعود بن کدام و اسرائیل و معمر و الفضیل بن عیاض و ابو یوسف و ایوب و سفیان و ابو مطیع الحکم بن عبداللہ و یزید بن ہارون و ابو عاصم النبیل و عبداللہ بن داؤد الخریبی و عبداللہ بن یزید المقری و شداد بن حکیم و مکی بن ابراہیم و وکیع و النضر بن شمیل و یحییٰ بن سعید القطان و ابو عبید و الحسن بن عثمان العاضی و یزید بن زریع و جعفر بن ربیع و ابراہیم بن عکرمہ القزوینی و علی بن عاصم و الحکم بن ہشام و عبدالرزاق و الحسن بن محمد اللیثی و یحییٰ بن ایوب و حفص بن عبدالرحمٰن و زافر بن سلیمان و اسد بن عمرو و الحسن بن عمارہ و یحییٰ بن فضیل و ابوالجویریہ و زائدہ و یزید الکمیت و علی بن حفص البزار و ملیح بن وکیع و محمد بن عبدالرحمٰن المسعودی و یوسف السمتی و خارجہ بن مصعب و قیس بن الربیع و حجر بن عبدالجبار و حفص بن حمزہ القرشی والحسن بن زیادہ و جعفر بن عون العمری و عبداللہ بن رجا الغدانی و محمد بن عبداللہ الانصاری و عبداللہ بن عباب و حجر بن عبداللہ الحضرمی و ابن وہب العابد و ابن عائشہ و نیز در ہمیں مختار مختصر مذکور است۔ قال الخطیب ذکر القوم الذین ردوا علی ابی حنیفہ ایوب السجستانی و جریر بن حازم و ہمام بن یحیی و فلان و فلان فعدد خمسة و ثلثین رجلا العجب ان فیهم عبدالله بن المبارك فاخذ العلم عنه و اشتهر بذلك و اما حفص بن غياث فمن مشهوری اصحابه و

الاخذین عن اصحابه انتهی۔ پس ازینجا عیاں گردید کہ ایں شصت و یک نفر از اعلام اہل سنت وایں سی و پنج کس کہ جمعے از ایشاں از ہماں جملہ اندبر امام اعظم طاعن دار بودند و تحقیر و توہین او مے نمودند۔ (استقصاء الافحام، ص ۲۲۰)

اقول

بنارسی نے خطیب و رافضی کی خوب کاسہ لیسی کی ہے۔ ابن جزلہ (متوفی ۴۹۳ھ) صاحب مختار مختصر کا یہ تعجب بجا ہے کہ خطیب نے حسد کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر امام صاحب کے ۳۵ طاعنین میں عبداللہ بن مبارک اور حفص بن غیاث کو بھی ذکر کیا ہے جو امام ابو حنیفہؒ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں۔ اسی طرح بنارسی کی فہرست کے پہلے اکسٹھ ناموں میں ان دونوں کے علاوہ ابو یوسف، یحییٰ بن سعید القطان، وکیع بن جراح، حسن بن زیاد، قاسم بن معن، یزید بن ہارون، ابو عاصم النبیل، یوسف سمتی، فضیل بن عیاض، عبداللہ بن یزید المقری وغیرہ کئی بزرگ امام صاحب کے مشہور شاگرد اور مداح ہیں۔ امام شافعی، امام مالک بن انس اور ابو عبدالرحمٰن الخریبی وغیرہ امام صاحب کے بڑے ثنا خواں ہیں۔ بایں ہمہ بنارسی نے ان کو بہ تبعیت خطیب قادحین امام کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ یہ سب ان بزرگوں پر افترا ہے۔ بخوف طوالت ہم نے ان کے اقوال یہاں نقل نہیں کیے۔ جو شخص چاہے وہ کتب اسماء الرجال و مناقب امام میں دیکھ سکتا ہے۔

رافضی کی فہرست میں ساٹھ نام ہیں مگر اس نے شصت و یک نفر غلطی سے لکھ دیا۔ بنارسی نے ان ساٹھ میں سے زائدہ کو چھوڑ دیا ہے اور پھر بھی اکسٹھ یوں پورے کر دیے کہ دو ناموں کے چار بنا دیے۔ ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی ایک بزرگ ہیں جو امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ بنارسی نے غلطی سے اسے دو خیال کیا۔ ایک ابو مطیع دوسرے حکم بن عبداللہ۔ اسی طرح عبداللہ بن داؤد بن عامر ابو عبدالرحمٰن الخریبی کو بجائے ایک کے دو ظاہر کیا ہے۔ ناظرین اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بنارسی نے کس طرح رافضی کی اندھا دھند تقلید کی ہے۔

بنارسی نے اخیر کے پانچ نام جو زیادہ کیے ہیں، ان میں سے حماد بن ابی سلیمان تو امام

صاحب کے استاد و مداح ہیں۔ حافظ ابن عبد البر نے امام صاحب کے محامد و مناقب لکھے ہیں۔ اور حضرت پیران پیر جناب غوث پاک نے امام صاحب پر کہیں طعن نہیں کیا۔ غنیتہ الطالبین ص۲۰۶-۲۰۸ میں امام صاحب پر کوئی اعتراض کسی کی طرف سے مذکور نہیں۔

مذکورہ بالا بزرگوں میں سے جہاں بنارسی کسی کی طرف سے کوئی جرح مفسر نقل کرے گا، ہم وہیں ان شاء اللہ اس کا دنداں شکن مفصل جواب دیں گے مگر چونکہ بنارسی نے اکثر مقامات بہ تبعیت رافضی خطیب بغدادی سے نقل کیے ہیں۔ لہٰذا اس مقام پر خطیب اور اس کے اعتراضات کی نسبت اجمالی طور پر ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا۔

(۱) امام ابوبکر احمد بن علی شافعی (متوفی ۴۶۳ھ) جو خطیب بغدادی کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے محدثین کے طریقہ پر تاریخ بغداد لکھی ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی نسبت نہایت تعصب و حسد سے کام لیا گیا ہے۔ ایک فصل میں آپ کے معدلین کا ذکر کیا ہے اور دوسری فصل میں آپ کے جارحین سے وہ عیوب نقل کیے ہیں کہ جن کی تردید خود امام صاحب کی تصانیف و عقائد سے ظاہر ہے۔ اس لیے خطیب کی زندگی ہی میں ان کی تردید شروع ہوگئی۔ چنانچہ قاضی ابوالیمن مسعود بن محمد بخاری (متوفی ۴۶۱ھ) نے جو اس تاریخ کا اختصار کیا ہے اس میں قاضی ممدوح نے ساتھ ساتھ ان ہذیانات کی تردید بھی کردی ہے۔

(۲) قاضی ابوالیمن کے بعد ابو علی یحییٰ بن عیسیٰ بن جزلہ الطبیب البغدادی متوفی (۴۹۳ھ) نے مختصر ابوالیمن کا پھر اختصار کیا ہے۔ جس کا نام مختار مختصر تاریخ بغداد ہے۔ ابن جزلہ نے بھی خطیب کے ہذیانات کی تردید اور ابوالیمن کی تائید کی ہے۔

(۳) حافظ خوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ) نے اپنی مسند کے پہلے باب میں مطاعن خطیب کا مفصل جواب دیا ہے۔ بوجہ طوالت اس کے ایراد کی یہاں گنجائش نہیں۔

(رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس، ص ۱۸)

(۴) قاضی ابن خلکان شافعی (متوفی ۶۸۱ھ) نے اپنی تاریخ وفیات الاعیان (جزء ثانی، ص ۱۶۵) میں امام صاحب کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے: و مناقبہ و فضائلہ

کثیرہ و قد ذکر الخطیب فی تاریخہ منہا شیئا کثیرا ثم اعقب ذلک بذکرما کان الالیق ترکہ والاضراب عنہ فمثل ھذا الامام لا یشک فی دینہ ولا فی ورعہ و تحفظہ یعنی امام صاحب کے مناقب و فضائل بکثرت ہیں۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں ان میں سے بہت سے ذکر کیے ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ باتیں بیان کی ہیں جن کا ترک کرنا اور جن سے روگردانی کرنا زیادہ لائق ہے۔ کیونکہ ابو حنیفہ جیسے امام کے دین اور پرہیزگاری و تحفظ میں شک نہیں ہو سکتا۔ انتہی۔

(۵) شیخ ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان (مطبوعہ مصر' الفصل التاسع والثلاثون فی رد ما نقلہ الخطیب فی تاریخہ عن القادحین فیہ' ص۷۶) میں یوں لکھتے ہیں:

اعلم انہ لم یقصد بذلک الا جمع ماقیل فی الرجل علی عادۃ المورخین و لم یقصد بذلک انتقاصہ و لا الحط عن مرتبتہ بدلیل انہ قدم کلام المادحین و اکثر منہ و من نقل ماثرہ السابقۃ فی اکثرھا انما اعتمد اھل المناقب فیہ علی ما فی تاریخ الخطیب ثم عقبہ بذکر کلام القادحین لیتبین انہ من جملۃ الاکابر الذین لم یسلموا من خوض الحساد و الجاھلین فیھم و مما یدل علی ذلک ایضا ان الاسانید التی ذکرھا للقدح لا یخلو غالبھا من متکلم فیہ او مجھول و لا یجوز اجماعا ثلم عرض مسلم بمثل ذلک فکیف بامام من ائمۃ المسلمین قال شیخ الاسلام الامام التقی ابن دقیق العید اعراض الناس حفرۃ من حفر

النار وقف علی شفیرها الحکام و المحدثون و بفرض صحه ما ذکر الخطیب من القدح عن قائله لا یعتدبه فانه ان کان من غیرا قران الامام فهو مقلد لما قاله او کتب اعداء ه او من اقرانه فکذلک لما مران قول الاقران بعضهم فی بعض غیر مقبول و قد صرح الحافظان الذهبی و ابن حجر بذلک قالا و لا سیما اذا لاح انه لعداوة او لمذهب اذالحسد لا ینجو منه الا من عصمه الله تعالی قال الذهبی و ما علمت عصرا سلم اهله من ذلک الا عصرالنبیین و الصدیقین۔

جان لے کہ خطیب کا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ مورخین کی عادت کے موافق ان تمام اقوال کو جمع کرے جو امام صاحب کے بارے میں کہے گئے ہیں اور اس کا مقصد اس سے امام صاحب کی تنقیص نہیں ہے اور نہ یہ ہے کہ امام صاحب کو آپ کے مرتبے سے گرادے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے مدح کرنے والوں کا کلام پہلے ذکر کیا ہے اور زیادہ لکھا ہے اور اہل مناقب نے جو آپ کے فضائل سابقہ نقل کیے ہیں' ان میں اکثر اسی پر اعتماد کیا ہے جو تاریخ خطیب میں ہے۔ پھر خطیب نے ان کے بعد طاعنین کا کلام نقل کیا ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ امام صاحب منجملہ ان بزرگوں کے ہیں جو حاسدوں اور جاہلوں کے خوض سے سلامت نہیں رہے ہے۔ اور یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ وہ اسناد جو خطیب نے قدح کے لیے ذکر کیے ہیں' ان میں سے اکثر متکلم فیہ یا مجہول شخصوں سے خالی نہیں۔ اور ایسے اسناد سے کسی مسلمان کی عزت میں رخنہ اندازی کرنا بالاجماع جائز نہیں' پس ائمہ مسلمین میں سے ایک امام کی عزت میں رخنہ اندازی کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ شیخ

الاسلام امام تقی ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ لوگوں کی عزتیں آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہیں جس کے کنارے پر حکام و محدثین کھڑے ہیں۔ خطیب نے جو قادحین کی قدح کا ذکر کیا ہے اگر اس کو صحیح بھی فرض کیا جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ قادح اگر امام صاحب کے اقران میں سے نہیں تو وہ مقلد ہے اس کا جو امام صاحب کے دشمنوں نے کہا ہے یا لکھا ہے۔ اگر امام صاحب کے اقران میں سے ہے تو بھی اس کی قدح معتبر نہیں کیونکہ پہلے آچکا ہے کہ اقران کا قول ایک دوسرے کے حق میں مقبول نہیں۔ اور ذہبی و ابن حجر ہر دو حافظوں نے اس امر کی تصریح کر دی ہے اور فرمایا ہے خصوصاً جب ظاہر ہو جائے کہ یہ قدح کسی عداوت یا مذہب کے سبب سے ہے (تو وہ ہرگز معتبر نہ ہوگی) کیونکہ حسد سے کوئی شخص خالی نہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔ ذہبی نے کہا کہ مجھے ایسا زمانہ معلوم نہیں جس کے لوگ حسد سے سلامت رہے ہوں۔ سوائے انبیاء و صدیقین کے زمانہ کے۔

(٦) ملا علی القاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے ملک معظم عیسیٰ بن ابی بکر بن ایوب کے ترجمہ میں لکھا ہے:

و صنف كتابا سماه السهم المصيب في الرد على الخطيب وهو ابوبكر احمد بن على بن ثابت البغدادى في ما تكلم به في حق ابى حنيفة في تاريخ بغداد۔

(الدر البهية في تراجم الحنفية۔ مطبوعہ مطبع یوسفی، لکھنؤ، ص ٦٢)

اور ملک معظم عیسیٰ (متوفی ۶۲۴ھ) نے ایک کتاب خطیب یعنی ابوبکر بن علی بن ثابت بغدادی کی تردید میں تصنیف کی جس کا نام السهم

المصيب في الرد على الخطيب رکھا۔ اس میں ان مطاعن کی تردید ہے جو خطیب نے تاریخ بغداد میں امام ابو حنیفہ کی نسبت ذکر کیے ہیں۔

(۷) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) تحصیل الکمال میں امام صاحب کے ترجمہ میں مسند خوارزمی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و رتبه على ابواب الفقه و ذب عنه ما تكلم فيه بعض الناس خصوصا الخطيب البغدادی المتعصب المكابر مع هذا الامام العظيم الشان و لقد ناقض هذا الرجل المكابر نفسه فی ما ذكر من المطاعن و العيوب و تهافت كلامه فی ذلك فی تساقط من القلوب۔ (استقصاء الافحام، ص ۲۳۰)

اور حافظ خوارزمی نے مسند امام کو فقہ کے بابوں پر ترتیب دی اور امام صاحب سے وہ اعتراض دور کیے جو آپ پر بعض لوگوں خصوصاً خطیب بغدادی نے کیے ہیں جو متعصب اور اس امام عالی شان کے ساتھ جنگ کرنے والا ہے۔ ان مطاعن و عیوب میں جو اس شخص (خطیب) نے ذکر کیے ہیں اس نے اپنے آپ کا مناقضہ کیا ہے اور اس میں اس کا کلام پراگندہ ہے اور وہ دلوں سے گر گیا ہے۔

(۸) علامہ ابن عابدین حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے ردالمحتار (مطبوعہ مصر، جز اول، ص ۴۰) میں یوں لکھا ہے:

و ممن انتصر للامام رحمه الله تعالى العلامة السيوطی فی كتاب سماه تبييض الصحيفة و العلامة ابن حجر فی كتاب سماه خيرات الحسان و العلامة يوسف بن عبدالهادی الحنبلی فی

مجلد کبیر سماه تنویر الصحیفة و ذکر فیه عن ابن عبدالبر لا تتکلم فی ابی حنیفة بسوء و لا تصدقن احدا بسیئی القول فیه فانی واللہ مارایت افضل و لا اورع و لا افقه منه ثم قال و لا یغتر احد بکلام الخطیب فان عنده العصبیة الزائدة علی جماعة من العلماء کابی حنیفة و الامام احمد و بعض اصحابه و تحامل علیهم بکل وجه و صنف فیه بعضهم السهم المصیب فی کبد الخطیب و اما ابن الجوزی فانه تابع الخطیب و قد عجب سبطه منه حیث قال فی مراه الزمان و لیس العجب من الخطیب فانه طعن فی جماعة من العلماء و انما العجب من الجد کیف سلک اسلوبه و جاء بما هو اعظم قال و من المتعصبین علی ابی حنیفة الدارقطنی و ابو نعیم فانه لم یذکره فی الحلیة و ذکر من دونه فی العلم و الزهد۔

اور منجملہ ان کے جنہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بدلا لیا ہے علامہ سیوطی مصنف تبییض الصحیفہ اور علامہ ابن حجر مصنف خیرات الحسان اور علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی مصنف تنویر الصحیفہ ہیں۔ علامہ یوسف حنبلی نے تنویر الصحیفہ میں ابن عبدالبرؒ سے یوں نقل کیا ہے "تو ابو حنیفہؒ کے حق میں بدی سے کلام نہ کر اور نہ اس شخص کی تصدیق کر جو امام صاحب کے حق میں بدی سے کلام کرے۔ کیونکہ میں نے اللہ کی قسم آپ سے بڑھ کر کسی کو فاضل و پرہیزگار و فقیہ نہیں دیکھا۔ پھر کہا ہے کہ کوئی خطیب کے کلام

پر دھوکہ نہ کھائے کیونکہ خطیب علماء کی ایک جماعت مثلاً ابو حنیفہ و امام احمد اور امام احمد کے بعض اصحاب کے برخلاف بڑا متعصب ہے اور ان پر ہر طرح سے ستم کرتا ہے اور خطیب کی تردید میں ان میں سے بعض نے کتاب "السہم المصیب فی کبد الخطیب" تصنیف کی ہے۔ اور ابن جوزی تو خطیب کے تابع ہے اور ابن جوزی کے نواسہ نے ابن جوزی سے تعجب کیا ہے اور مراۃ الزمان میں یوں کہا ہے "خطیب سے تعجب نہیں کیونکہ اس نے علماء کی ایک جماعت میں طعن کیا ہے اور تعجب تو میرے نانا سے ہے کہ وہ کس طرح خطیب کی چال چلا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر اتہامات لگائے ہیں" اور سبط ابن جوزی نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ کے برخلاف متعصبین میں سے دار قطنی اور ابو نعیم ہیں۔ کیونکہ ابو نعیم نے امام صاحب کو حلیہ میں ذکر نہیں کیا حالانکہ جو لوگ علم و زہد میں امام صاحب سے کم پایہ کے ہیں، انہیں ذکر کیا ہے۔

علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی کے بیان سے ظاہر ہے کہ خطیب صرف امام صاحب اور حنفیہ کرام کا ہی مخالف نہیں بلکہ اس نے امام احمد اور حنابلہ پر بھی ستم کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطیب فی الواقع نہایت متعصب اور لڑاکا تھا۔ عفا اللہ عنہ۔ قاضی ابوالیمن جو خطیب کے شاگرد ہیں۔ اپنے استاد کی نسبت مختصر تاریخ بغداد میں یوں لکھتے ہیں:

و لعمر الله انی قد شاهدته بحلب مرتین و سمعت منه و اخذت اجازته و کان حدیدا خفیفا طیاشا کاد ان یثب علیه العامة بحلب و یقتلوه لقلة تحفظه فیما حدث مما لا یحتمله ذلک الوقت و البلد فانه کان فی الزمان الذی دخل فیه بساسیری بغداد و قتل ابن المسلمة و فعل تلک

الا فعال و خرج الخطیب ھاربا فمضی منھا ھار بامما خیف علیہ الی الشام و اقام بہ و جری لہ بدمشق ما نتورع عن ایرادہ تجاوز اللہ عنا و عنہ۔

(استقصاء الافہام، ص ۲۲۹)

قسم ہے اللہ کے بقاء و دوام کی تحقیق میں نے خطیب کو حلب میں دو دفعہ دیکھا ہے اور اس سے سماع کیا ہے اور اس کی اجازت لی ہے۔ وہ تیز مزاج اور بے وقار اور طیش میں آنے والا تھا۔ قریب تھا کہ عامہ خلائق حلب میں اس پر کود پڑیں اور اسے قتل کر دیں کیونکہ جو حدیث وہ کرتا تھا اس میں ہوشیار و بیدار کم تھا۔ ایسی حدیث کو جاتا تھا جس کا وہ وقت اور شہر متحمل نہ تھا اس لیے کہ وہ اس زمانے میں تھا جبکہ بساسیری بغداد میں داخل ہوا اور اس نے ابن مسلمہ کو قتل کیا اور وہ افعال کیے۔ خطیب بھاگ نکلا اور اپنی جان کے خوف سے بھاگ کر وہاں سے شام پہنچا اور وہاں قیام کیا اور دمشق میں اسے وہ پیش آیا کہ جس کے بیان سے ہم پرہیز کرتے ہیں۔ تجاوز اللہ عنا وعنہ۔

حافظ خوارزمی اپنی مسند میں مطاعن خطیب کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

والمحدثون طعنوا فی الخطیب و ذکروا فیہ خصالا موجبۃ عدم قبول روایتہ و لو لا موافع ثلاثۃ لذ کرناھا (رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس، ص ۱۹) یعنی محدثین نے خطیب میں طعن کیا ہے اور اس میں ایسی خصلتیں بتائی ہیں جو خطیب کی روایت کے قبول نہ کیے جانے کا موجب ہیں۔ اگر تین موانع نہ ہوتے تو ہم ان خصلتوں کو بتا دیتے۔ انتہی۔ شیخ الاسلام تاج سبکی (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثالث، ص ۱۳) نے لکھا ہے قال المؤتمن الساجی تحاملت الحنابلۃ علیہ (قلت) و ابتلی منھم بوضع احادیث لا ینبغی شرحھا یعنی موتمن ساجی نے کہا کہ حنابلہ نے خطیب پر تحمل کیا ...

ہوں) اور ان سے ایسی احادیث کے وضع کرنے میں مبتلا کیا گیا کہ جن کی شرح مناسب نہیں۔

اقوال مذکورۂ بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ خطیب بغدادی کے اس مسلک کو مذاہب اربعہ کے ائمہ اعلام نے نہایت ناپسند کیا ہے اور بڑے زور سے اس کی تردید کی ہے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ خطیب اپنے وقت میں حدیث کا بڑا حافظ تھا۔ چنانچہ ابن خلکان (وفیات الاعیان، جزء اول، ص ۲۷) نے لکھا ہے کہ اس وقت دو بڑے حافظ تھے۔ خطیب حافظ مشرق اور قاضی ابن عبدالبر قرطبی مالکی حافظ مغرب انتہی۔ مگر مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ امام صاحب کے ساتھ ان دونوں کے سلوک میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے تو امام صاحب کے محامد و مناقب بیان کیے ہیں اور آپ کے حساد و اعداء کے اعتراضات کے جواب دیے ہیں جیسا کہ اوپر گزرا، مگر خطیب بغدادی شافعی نے اپنا نام امام صاحب کے حساد کے زمرہ میں لکھایا ہے۔ تجاوز اللہ عنا و عنہ۔ کاش وہ دیگر مسائل کی طرح امام صاحب کے بارے میں بھی امام شافعیؒ کی تقلید کرتا۔ خطیب بغدادی یا امام بخاریؒ نے اگر افراط تعصب و حسد کے سبب امام صاحب کی شان میں کچھ کہا تو اس سے امام صاحب کے رتبے میں کچھ فرق نہ آیا بلکہ خود ان دونوں کی شان میں فرق آ گیا۔ حساد میں چونکہ فقہ امام صاحب کے مدارک کی دقت کے سمجھنے کی لیاقت نہ تھی اس لیے ب۲ تقاضائے بشریت ان سے سرزد ہوا جو ہوا ۔ والناس اعداء ما جھلوا یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا جسے امام شعرانی (کتاب المیزان، مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۵۵) نے یوں ذکر کیا ہے:

و مما وقع لی ان شخصا دخل علی ممن ینسب الی العلم و انا اکتب فی مناقب الامام ابی حنیفة رضی اللہ عنہ فنظر فیھا و اخرج لی من کمہ کراریس و قال لی انظر فی ھذہ فنظرت فیھا فرایت فیھا الرد علی الامام ابی حنیفة رضی اللہ عنہ فقلت لہ و مثلک یفھم

كلام الامام حتى يرد عليه فقال انما اخذت ذلك من مؤلف للفخرالرازى فقلت له ان الفخرالرازى بالنسبة الى الامام ابى حنيفة كطالب العلم او كاحاد الرعية مع السلطان الاعظم او كاحاد النجوم مع الشمس و كما حرم العلماء على الرعية الطعن على امامهم الاعظم الا بدليل واضح كالشمس فكذلك يحرم على المقلدين الاعتراض والطعن على ائمتهم فى الدين الا بنص واضح لا يحتمل التاويل ثم بتقديرو جود قول من اقوال الامام ابى حنيفة لم يعرف المعترض دليله فذلك القول من الاجتهاد بيقين فيجب العمل به على مقلده حتى يظهر خلافه۔

اور منجملہ اس کے جو میرے ساتھ واقع ہوا یہ ہے کہ ایک شخص جو منسوب بعلم تھا' میرے پاس آیا اور میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں کچھ لکھ رہا تھا۔ اس نے اسے دیکھا اور اپنی آستین سے کچھ اجزاء نکالے اور مجھ سے کہا انہیں دیکھئے۔ میں نے جو ان میں نظر ڈالی تو ان میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تردید پائی۔ میں نے اس سے کہا کیا تجھ سا شخص امام صاحب کا کلام سمجھ سکتا ہے حتیٰ کہ اس کی تردید کرے۔ وہ بولا میں نے تو یہ مضمون صرف فخر رازی کی ایک کتاب سے لیا ہے۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ فخر رازی امام ابو حنیفہؒ کے آگے ایسا ہے جیسا کہ ایک طالب علم (استاد کے سامنے) یا جیسا کہ رعیت کا ایک شخص سلطان اعظم کے سامنے یا ایک ستارہ آفتاب کے سامنے۔ جس طرح علماء نے رعیت پر حرام کر دیا ہے کہ اپنے امام اعظم پر اعتراض کرے مگر آفتاب جیسی واضح دلیل کے ساتھ۔

اسی طرح مقلدین پر حرام ہے کہ اپنے ائمہ دین پر اعتراض و طعن کریں مگر واضح نص کے ساتھ جو محتمل تاویل نہ ہو۔ پھر اگر امام ابو حنیفہؒ کے اقوال میں سے کوئی ایسا قول ہو کہ معترض کو اس کی دلیل معلوم نہ ہو تو وہ قول یقیناً اجتہاد سے ہے۔ پس آپ کے مقلد پر اس کے موافق عمل کرنا واجب ہے یہاں تک کہ اس کے خلاف ظاہر ہو۔

علامہ شعرانی اپنی دوسری کتاب میں (الیواقیت و الجواہر، مطبوعہ مصر، جزء ثانی، ص۸٦) یوں تحریر فرماتے ہیں:

(فان قلت) فهل يجوز لاحد الطعن فى قول مجتهد (فالجواب) لا يجوز لاحد الطعن فى حكم المجتهد لان الشارع قد قرر حكم المجتهد فصار شرعا لله بتقرير الله اياه فمن خطأ مجتهدا بعينه فكانما خطا الشارع فيما قرره حكما و هذه مسئلة يقع فى محظورها كثير من اصحاب المذاهب لعدم استحضارهم لما نبهناهم عليه مع كونهم عالمين به ذكره الشيخ فى باب مسح الخف من الفتوحات۔

و قال فى باب الوصايا منها اياكم و الطعن على احد من المجتهدين و تقولون انهم محجوبون عن المعارف و الاسرار كما يقع فيه جهلة المتصوفة فان ذلك جهل مقام الائمة فان للمجتهدين القدم الراسخ فى علم الغيوب فهم و ان كانوا يحكمون بالظن فالظن علم و ما بينهم و بين اهل الكشف الا اختلاف الطريق و هم

فی مقامات الرسل من حیث تشریعهم للامة باجتهادهم کما شرعت الرسل لاممهم

اگر تو کہے کیا کسی کے لیے جائز ہے کہ کسی مجتہد کے قول میں طعن کرے؟ پس اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کو مجتہد کے حکم میں طعن کرنا جائز نہیں کیونکہ شارع نے مجتہد کے حکم کو برقرار رکھا ہے۔ پس مجتہد کا حکم اس تقریر الٰہی سے خدا کی شریعت ہے۔ پس جس شخص نے کسی مجتہد معین کو خطا کار کہا اس نے گویا شارع کو اس کی تقریر حکمی میں خطا کار کہا۔ اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے ناجائز امر میں بہت سے اصحاب مذاہب مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو وہ بات مستحضر نہیں ہوتی جس سے ہم نے ان کو آگاہ کیا ہے حالانکہ وہ اس کو جانتے ہیں اس مسئلے کو شیخ اکبر (متوفی ۶۳۸ھ) نے فتوحات مکیہ میں باب مسح الخف میں ذکر کیا ہے۔

اور فتوحات کے باب الوصایا میں فرمایا ہے کہ تم مجتہدین میں سے کسی پر طعن کرنے سے بچو۔ تم جو کہتے ہو کہ مجتہدین معارف و اسرار سے محروم ہیں جیسا کہ جاہل صوفی کہا کرتے ہیں سو یہ ائمہ کے مقام کی ناواقفیت ہے۔ کیونکہ علم غیوب میں مجتہدین کا قدم راسخ ہے۔ وہ اگرچہ ظن سے حکم کرتے ہیں مگر ظن علم ہے۔ مجتہدین اور اہل کشف کے درمیان صرف طریق کا اختلاف ہے مجتہدین پیغمبروں کے مقامات میں ہیں۔ اس حیثیت سے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے امت کے لیے شریعت بیان فرمائی جیسا کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کے لیے شریعت بیان فرمائی۔

شیخ الاسلام تاج سبکی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (جزء ثانی، ص ۳۹) میں تحریر فرماتے ہیں:

ینبغی لک ایها المسترشد ان تسلک سبیل الادب مع الائمة الماضین و ان لا تنظر الی کلام بعضهم فی بعض الا اذا اتی ببرهان واضح ثم ان

قدرت علی التاویل و تحسین الظن فدونک و الا فاضرب صفحا عما جری بینهم فانک لم تخلق لهذا فاشتغل بما یعنیک ودع مالا یعنیک و لا یزال طالب العلم عندی نبیلا حتی یخوض فیما جری بین السلف الماضین و یقضی لبعضهم علی بعض فایاک ثم ایاک ان تصغی الی ما اتفق بین ابی حنیفۃ و سفیان الثوری او بین مالک و ابن ابی ذئب او بین احمد بن صالح و النسائی او بین احمد بن حنبل و الحارث المحاسبی و هلم جرا الی زمان الشیخ عز الدین ابن عبدالسلام و الشیخ تقی الدین ابن الصلاح فانک ان اشتغلت بذلک خشیت علیک الھلاک فالقوم ائمۃ اعلام و لاقوالھم محامل ربما لم یفھم بعضھا فلیس لنا الا الترضی عنھم و السکوت عما جری بینھم کما یفعل فیما بین الصحابۃ رضی اللہ عنھم۔

اے طالب ہدایت تجھے چاہیے کہ تو گزشتہ اماموں کے ساتھ ادب کا طریق اختیار کرے اور ایک کی نسبت دوسرے کے کلام کو نہ دیکھے۔ مگر جب وہ برہان واضح لائے پھر اگر تو تاویل اور تحسین ظن پر قادر ہو تو اسے اختیار کر۔ ورنہ درگزر کر اس سے جو ان کے درمیان واقع ہوا کیونکہ تو اس کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ پس مشغول ہو ان میں جو تیرے لیے ضروری ہے اور چھوڑ اس کو جو تیرے لیے ضروری نہیں' اور طالب علم میرے نزدیک بزرگ رہتا ہے یہاں تک کہ وہ خوض کرے ان میں جو سلف ماضین کے

درمیان واقع ہوا اور بعض کے برخلاف بعض کے حق میں حکم کرے' پس تو بچ پھر بچ اس سے کہ تو سنے وہ جو واقع ہوا درمیان ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے یا درمیان مالک اور ابن ابی ذئب کے یا درمیان احمد بن صالح اور نسائی کے یا درمیان احمد بن حنبل اور حارث محاسبی کے اسی طرح شیخ عزالدین ابن عبدالسلام اور شیخ تقی الدین ابن الصلاح کے زمانہ تک' کیونکہ اگر تو اس میں مشغول ہوا تو مجھے تجھ پر ہلاک ہونے کا خوف ہے کیونکہ وہ لوگ بڑے بڑے امام ہیں اور ان کے اقوال کے احتمالات ہیں جن میں سے بعض اکثر سمجھ میں نہیں آتے۔ پس ہمارے واسطے بجز اس کے مناسب نہیں کہ ان سے خوشنود رہیں اور خاموش رہیں اس سے جو ان کے درمیان واقع ہوا۔ جیسا کہ ان مشاجرات سے خاموشی اختیار کی جاتی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان واقع ہوئے۔

قال البنارسی

اور وہ حکایت جو اوپر نقل کی گئی ہے۔ اس میں اس بات کے تلاش کرنے کی ضرورت بھی نہیں کہ راوی معتبر اور امام صاحب کا ہمعصر ہے یا نہیں۔ کیونکہ یہ بیان خود امام صاحب کا ہے اور راوی اس کا ابو یوسف ہے جو شاگرد ہے امام صاحب کا۔ اور اس حکایت کے صحیح ہونے کی بڑی پکی دلیل یہ ہے کہ آیات قرآن میں سے چالیس پچاس آیتوں کی بھی تفسیر اور حدیثوں میں سے ایک سو حدیثوں کی بھی روایت بسند صحیح امام صاحب سے میسر نہیں ہو سکتیں۔ بفرض محال اگر ہوں بھی تو صحیح اور قابل قبول نہیں ہو سکیں گی۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ علاوہ ضعیف ہونے کے (جس کی تفصیل آئندہ انشاء اللہ آئے گی) واقعات سے بالکل بے خبر تھے۔ جس کا جاننا رواۃ یا ائمہ حدیث کو ضروری ہے۔

(ص ۵-۶)

اقول

اس حکایت کی نسبت کافی لکھا جا چکا ہے۔ اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

بنارسی نے شاید کوئی کتاب الموضوعات فی الحدیث نہیں دیکھی۔ کتنی احادیث ہیں جو باوجود اسانید متصلہ موضوع قرار دی گئی ہیں۔ یہاں تو خطیب بغدادی سے امام ابویوسف تک کا اسناد مذکور ہی نہیں۔ اگر مذکور بھی ہو تو پہلے خطیب ہی کو لیں گے جسے اس خدمت کے عوض میں ائمہ مذاہب اربعہ نے کیسی کیسی سندیں عطا کی ہیں جن کی نقول ہم پہلے درج کر آئے ہیں۔ اگر روایت خطیب کے وہی معنے ہوں تو بنارسی بیان کرتا ہے تو اسے موضوع قرار دیں گے۔ اور اس کے موضوع ہونے کی بڑی پکی دلیل یہ ہوگی کہ فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں۔ اگر زیادہ تحقیقات منظور ہو تو مسند امام اعظمؒ، معانی الآثار للطحاوی، فتح القدیر لابن الہمام، بنایہ شرح ہدایہ للعینی، تبیین الحقائق للزیلعی، عقود الجواہر المنیفہ للسید محمد مرتضیٰ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

امام صاحب کی تو فقہ اور مسند بھی موجود ہے۔ مگر کثیر التعداد صحابہ و تابعین ایسے ہیں جن سے ایک آیت کی تفسیر یا ایک حدیث بھی مروی نہیں۔ کیا اس سے لازم آتا ہے کہ ان کو تفسیر و حدیث کا علم بالکل نہ تھا۔ حاشا و کلا۔ علم شے اور چیز ہے اور اس کی روایت شے دیگر۔ بنارسی کی اس پیش بندی کو دیکھئے کہ اگر بفرض محال کوئی روایات امام صاحب سے ہوں بھی تو صحیح اور قابل قبول نہ ہو سکیں گی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت امام الائمہ رئیس المجتہدین امام اعظمؒ کی روایات قابل قبول نہ ہوں تو پھر کیا امام بخاریؒ کی روایات مقبول ہوں گی جنہوں نے اپنی صحیح میں مرجئہ و روافض و قدریہ وغیرہ مبتدعین سے احادیث نقل کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جن محدثین نے امام صاحب کی تضعیف کی ہے، وہ خود قابل تضعیف ہیں۔ اس بحث کو ہم انشاء اللہ مناسب موقع پر بالتفصیل لکھیں گے۔

قال البنارسی

امام ابویوسف۔ کون ابویوسف، جو خود امام صاحب کا شاگرد ہے اور کون ابویوسف! جس نے حنفی مذہب کو رواج دیا۔ اور کون ابو یوسف! جس کی وجہ سے امام صاحب کی شہرت ہوئی۔ جس کی بابت تاریخ ابن خلکان میں یوں مرقوم ہے ما کان فی

اصحاب ابی حنیفۃ مثل ابی یوسف لولا ابو یوسف ما ذکر ابو حنیفۃ (جلد دوم، ص ۴۰۴) یعنی ابو حنیفہ کے اصحاب میں ابو یوسف جیسا کوئی نہیں تھا۔ اگر ابو یوسف نہ ہوتا تو امام صاحب کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ ان امام ابو یوسف صاحب نے امام صاحب کو ایسے مسئلے سے بے خبر اور ناواقف کہہ دیا کہ جس کو بچے بھی جانتے ہیں۔ یعنی تاریخ ابن خلکان ج ۲، ص ۳۰۵ میں ہے مضی ابو یوسف لیستمع المغازی من محمد بن اسحاق او من غیرہ واخل بمجلس ابی حنیفۃ ایاما فلما اتاہ قال لہ ابو حنیفۃ یا ابا یوسف من کان صاحب رایۃ جالوت فقال لہ ابو یوسف انک امام وان لم تمسک عن ھذا سالتک واللہ علی رؤس الملأ ایما کان اولا وقعۃ بدر او احد فانک لا تدری ایھما کان قبل الاخر فامسک عنہ۔ انتھی۔ یعنی امام ابو یوسف جہاد وغیرہ کا علم حاصل کرنے کی غرض سے محمد بن اسحاق یا کسی اور کے پاس جانے لگے اور کچھ عرصہ تک امام ابو حنیفہ کے یہاں حاضر نہ ہوئے۔ پھر جب آئے تو امام ابو حنیفہ صاحب نے فرمایا کہ اے ابو یوسف بھلا جالوت کے لشکر میں نشان بردار کون تھا؟ امام ابو یوسف نے کہا کہ آپ امام ہیں اور اگر آپ ایسے سوال کریں گے تو قسم ہے اللہ کی کہ میں آپ سے مجمع عام میں یہ پوچھوں گا کہ بدر کی لڑائی پہلے ہوئی تھی یا احد کی پہلے ہوئی تھی۔ آپ کو اس کی بھی خبر نہیں۔ پس امام صاحب خاموش ہو گئے۔ اس حکایت سے جو کچھ اور باتیں ثابت ہوتی ہیں ان کو تو جانے دو۔ مگر اتنا خیال کر لو کہ امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کو اتنی بات سے بھی ناواقف کہہ دیا کہ بدر کی لڑائی پہلے ہوئی یا احد کی جس کو ہزاروں بے پڑھے جانتے ہیں۔

(ص ۶)

اقول

عموماً نصاریٰ مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔
بنارسی نے بطور کاسہ لیسی وہی اعتراض مذہب حنفی پر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام

ابو یوسف نے عہدۂ قاضی القضاۃ پر مامور ہو کر جبر و تہدید سے مذہب حنفی کو رواج دیا۔ مگر یہ سب افتراء ہے۔ امام صاحب ۱۲۰ ہجری میں مسند اجتہاد پر متمکن ہوئے اور امام ابو یوسف کو خلیفہ ہارون رشید نے ۱۷۰ھ کے بعد عہدۂ قاضی القضاۃ پر مامور کیا۔ اس پچاس برس میں مذہب حنفی کو قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ اور وہ امام صاحب کے شاگردوں کے ذریعہ کوفہ کے حدود سے باہر حرمین شریفین، بصرہ، واسط، موصل، جزیرہ رافہ، نصیبین، دمشق، رملہ، مصر، یمن، یمامہ، بحرین، بغداد، اہواز، کرمان، اصبہان، حلوان، استرآباد، ہمدان، نہاوند، رے، قومس و دامغان، طبرستان، جرجان، نیشاپور، سرخس، نسا، مرو، بخارا، سمرقند، کیش، صفانیاں، ترمذ، بلخ، ہرات، قہستان، بجستان اور خوارزم وغیرہ مقامات میں پہنچ چکا تھا۔ (دیکھو مناقب الامام الاعظم للکردی) اب بتلایئے کہ اس کامیابی کو کس کی طرف منسوب کریں۔ اگر مذہب حنفی حق نہ ہوتا تو امام صاحب یا امام ابو یوسف کے بعد جلد ناپید ہو جاتا مگر ہم اس کے برعکس دیکھتے ہیں کہ حاسدوں کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود اس کو روز افزوں ترقی رہی ہے۔ جنہوں نے امام صاحب کے مذہب کی تخریب میں سعی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود ان کے مذاہب مٹ گئے۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکو پف زند ریشش بسوزد

واقعات مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا کہ مذہب حنفی کی اشاعت صرف اپنی ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوئی ہے۔ امام صاحب کے ہزاروں شاگردوں نے جو آسمان فقہ کے ستارے ہیں، امام صاحب کے مسائل کی روشنی دور دور پھیلا دی تھی۔ انہوں نے کبھی جبر سے کام نہیں لیا بلکہ امام صاحب کے علم کو صرف آفاق میں ظاہر کر دیا۔ اس طرح شاگردوں یا مقلدین کے ذریعہ امام صاحب کی فقہ کی اشاعت کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔ بنارسی کے اطمینان کے لیے ہم اس امر کی تشریح مذہب شافعی کی اشاعت سے کر دیتے ہیں جس کے مقلد امام بخاریؒ بھی ہیں۔ ذرا غور سے سنئے:

۱- قاضی ابن خلکان شافعی نے ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحیٰی المزنی (متوفی ۲۶۴ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے قال الشافعی رضی اللہ عنہ فی حقه المزنی ناصر

مذھبی (وفیات الاعیان، جزء اول، ص ۱۷۱) یعنی امام شافعی رضی اللہ عنہ نے امام مزنی کے حق میں فرمایا کہ مزنی میرے مذہب کا مددگار ہے۔ انتہی۔

۲۔ شیخ الاسلام تاج سبکی شافعی نے امام بویطی (متوفی ۲۳۱ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے قال ابو عاصم کان الشافعی یعتمد البویطی فی الفتیا و یحیل علیه اذا جاء ته مسئلة قال و استخلفه علی اصحابه بعد موته فتخرجت علی یدیه ائمة تفرقوا فی البلاد و نشروا علم الشافعی فی البلاد۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء اول، ص ۲۷۵)

یعنی ابو عاصم نے کہا کہ امام شافعی فتویٰ میں امام بویطی پر اعتماد کرتے تھے اور جب کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو اسے امام بویطی کے سپرد کرتے تھے۔ ابو عاصم نے کہا کہ امام شافعی نے اپنی موت کے بعد بویطی کو اپنے اصحاب کا خلیفہ چھوڑا۔ پس بویطی کے ہاتھوں سے بہت سے امام نکلے جو شہروں میں پھیل گئے اور انہوں نے امام شافعی کا علم شہروں میں پھیلا دیا۔ اھ۔

۳۔ امام ابو محمد عبدان المروزی (متوفی ۲۹۳ھ) کے حال میں لکھا ہے کان امام اصحاب الحدیث فی عصره بمرو وهو الذی اظهر بها مذهب الشافعی۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثانی، ص ۵۰)

یعنی ابو محمد مروزی اپنے زمانے میں مرو میں اصحاب حدیث کا امام تھا۔ اور یہی امام ہے جس نے مرو میں مذہب شافعی کو ظاہر کر دیا۔ اھ۔

۴۔ امام عثمان بن سعید بن بشار الانماطی (متوفی ۲۸۸ھ) کی نسبت لکھا ہے هو الذی اشتهرت به کتب الشافعی ببغداد و علیه تفقه شیخ المذهب ابو العباس ابن سریج قال ابو عاصم الانماطی لاهل بغداد کابی بکر بن اسحاق لاهل نیسابور فانه اول من حمل الیها علم المزنی۔

یعنی امام انماطی ہی کے ذریعہ امام شافعی کی کتابیں بغداد میں مشہور ہوئیں اور امام انماطی ہی سے شیخ المذہب ابو العباس ابن سریج نے فقہ پڑھی۔ ابو عاصم نے کہا کہ انماطی اہل بغداد کے لیے ایسے ہیں جیسے ابو بکر بن اسحاق اہل نیشاپور کے لیے۔ کیونکہ ابو بکر پہلے شخص ہیں جو نیشاپور میں امام مزنی کا علم لے گئے۔ اھ۔

۵۔ امام محمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی نسبت لکھا ہے و ذکران محمد بن جریر قال اظہرت فقہ الشافعی و افتیت بہ ببغداد عشر سنین (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثانی، ص ۱۳۷) یعنی ذکر کیا گیا ہے کہ محمد بن جریر نے کہا میں نے فقہ شافعی کو ظاہر کر دیا اور اس کے مطابق بغداد میں دس سال فتویٰ دیا۔ اھ۔

۶۔ قاضی ابو زرعہ (متوفی ۳۰۲ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے یقال انہ الذی ادخل مذہب الشافعی الی دمشق و انہ کان یہب لمن یحفظ مختصر المزنی مائۃ دینار۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثانی، ص ۱۷۵)

یعنی کہا جاتا ہے کہ قاضی ابوزرعہ ہی نے دمشق میں مذہب شافعی داخل کیا اور قاضی موصوف اس شخص کو جو مختصر مزنی حفظ کر لیا کرتا تھا ایک سو دینار انعام دیا کرتا تھا۔ اھ۔

۷۔ امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے و قال امام الحرمین مامن شافعی الا و للشافعی فی عنقہ منۃ الا البیہقی فان لہ علی الشافعی منۃ لتصانیفہ فی نصرۃ مذہبہ و اقاویلہ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثالث، ص ۴)

یعنی امام الحرمین نے کہا کہ کوئی شافعی مذہب والا ایسا نہیں کہ جس کی گردن پر امام شافعی کا احسان نہ ہو سوائے امام بیہقی کے۔ اس لیے کہ امام شافعی پر امام بیہقی کا احسان ہے کیونکہ اس نے امام شافعی کے مذہب و اقوال کی تائید میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اھ۔

۸۔ اگر مذہب شافعی کی اشاعت کنندوں کے زمرہ میں امام محمد بن اسماعیل بخاری

(متوفی ۲۵۶ھ) کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ کمال بے انصافی ہوگی۔ امام بخاریؒ شافعی المذہب تھے اور متعصب اس درجہ کے تھے کہ اپنی صحیح میں بھی عموماً وہ احادیث لائے ہیں جو مذہب شافعی کی موید ہیں۔ اور حضرت امام الائمہ پر چوٹ کرنے سے باز نہیں رہے۔ عفا اللہ عنہ۔ امام بخاریؒ کو خود اعتراف ہے کہ انہوں نے بہت سی احادیث صحیحہ چھوڑ دی ہیں۔ آخر اس کی کوئی وجہ ہوگی۔ فافہم۔

اب ہم حکایت زیر بحث کی تنقید کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جسے بنارسی نے ابن خلکان سے نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے اس حکایت کو یوں شروع کیا ہے و ذکر ابو الفرج المعافی بن زکریا النھروانی فی کتاب الجلیس و الانیس عن الشافعی رضی اللہ عنہ انہ قال مضی ابو یوسف لیستمع المغازی من محمد بن اسحاق او من غیرہ (الخ) یعنی ابو الفرج المعافی بن زکریا نہروانی (مولود ۳۰۳ھ، متوفی ۳۹۰ھ) نے اپنی کتاب الجلیس و الانیس میں امام شافعی رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۰۴ھ) سے ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ابو یوسف مغازی سننے کے لیے محمد بن اسحاق یا اور کسی کے پاس جانے لگے۔ (الخ) قطع نظر بحث اسناد کے اس حکایت کے مضمون پر غور کیجئے۔ شاگرد خواہ کتنا ہی نالائق ہو، اپنے استاد کی نسبت ایسے گستاخانہ کلمات استعمال نہیں کرتا۔ جو اس حکایت میں امام ابو یوسف جیسے جلیل القدر امام کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ امام ابو یوسف تو امام صاحب کا اتنا ادب کرتے تھے کہ اپنے والدین سے پہلے آپ کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں و عن ابی یوسف قال انی لا دعو لابی حنیفۃ قبل ابوی (کتاب تہذیب الاسماء، مطبوعہ گاٹنجن، ص ۷۰۳)

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو یوسف کی موت کے دن ان کو یہ کہتے سنا اللھم انک تعلم انی لم اجرفی حکم حکمت فیہ بین اثنین من عبادک تعمدا ولقد اجتھدت فی الحکم بما

جعلت ابا حنیفة بینی و بینک و کان عندی و الله ممن یعرف امرک و لا یخرج عن الحق و ھو یعلمه۔

(تاریخ ابن خلکان، جزء ثانی، ص ۳۰۷)

اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے جو فیصلہ تیرے بندوں میں سے دو کے درمیان کیا اس میں عمداً خلاف واقع نہیں کیا۔ اور میں نے فیصلہ میں کوشش کی ہے کہ وہ تیری کتاب اور تیرے نبی ﷺ کی سنت کے موافق ہو۔ جب مجھے کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تھا تو میں امام ابو حنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان واسطہ بناتا تھا۔ اور اللہ کی قسم امام ابو حنیفہ میرے نزدیک تیرے احکام کو جانتے تھے اور عمداً حق کے راستے سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ اھ۔

کتاب الخراج جو امام ابو یوسف کی تصنیف ہے اس میں جہاں امام صاحب کا ذکر کیا ہے بڑی تعظیم سے کیا ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۱ پر ہے قال ابو یوسف و کان الفقیه المقدم ابو حنیفة رحمه الله تعالی یقول للرجل سھم و للفرس سھم۔ صفحہ ۶۷ پر ہے قال ابو یوسف فسالت ابا حنیفة عن ذلک فقال علیه خراج و لا یترک ذمی فی دار الاسلام بغیر خراج راسه قال ابو یوسف و قول ابی حنیفة احسن ما راینا فی ذلک۔ اسی طرح صفحہ ۹۶ پر امام ابو یوسف کا قول ہے و کان فقیھنا ابو حنیفة لا یقبل الوکالة فی الدم العمد و ھذا احسن۔ بایں ہمہ کون گمان کر سکتا ہے کہ امام ابو یوسف نے امام صاحب کی نسبت ایسے گستاخانہ کلمات استعمال کیے ہوں گے۔ یہ صرف حاسدوں کی عنایت ہے کہ اصل واقعہ کو بدل کر ایسے طرز سے بیان کرتے ہیں جس سے محسود کسی نہ کسی طرح مجروح ٹھہرے۔ حکایت زیر بحث ہی سے ہم اس امر کی توضیح کر دیتے ہیں۔ علامہ موفق نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:

و به قال اخبرنا محمد بن موسی الحاسب انبا

اسحاق ابن ابی اسرائیل قال کان ابو یوسف یقول اختلفت الی ابی حنیفة فی التعلم منه ولکن کان لا یفوتنی سماع الحدیث من المشائخ فقدم محمد بن اسحاق صاحب المغازی الکوفة فاجتمعنا الیه وسالناه بان یقرء علینا کتاب المغازی فاجبنا الی ذلک فترکت الاختلاف الی ابی حنیفة و اقمت علی محمد بن اسحاق اشهرا حتی سمعت الکتاب منه فلما فرغ منه رجعت الی ابی حنیفة فقال لی یا یعقوب ما هذا الجفاء قلت لم یکن ذاک ولکن قدم محمد بن اسحاق المدینی ههنا فاشتغلت بسماع کتاب المغازی منه فقال لی یا یعقوب اذا رجعت الیه فسله من کان مقدمة طالوت و علی یدی من کان رایة جالوت فقلت له دعنا من هذا یا ابا حنیفة فوالله ما اقبح بالرجل یدعی العلم فیسال ابد رکان قبل ام احد فلا یعرفه۔

(مناقب الامام الاعظم للموفق، جلد ثانی، ص ۲۳۱)

(بحذف اسناد) اسحاق بن ابی اسرائیل نے کہا کہ امام ابو یوسف فرماتے تھے کہ میں علم سیکھنے کے لیے امام ابو حنیفہ کے پاس جایا کرتا تھا۔ مگر مشائخ سے حدیث کا سماع مجھ سے فوت نہ ہوتا تھا۔ پس محمد بن اسحاق صاحب مغازی کوفہ میں آئے۔ ہم ان کے پاس جمع ہو گئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہمیں کتاب المغازی سنائیں۔ انہوں نے اسے منظور کر لیا پس میں نے امام ابو حنیفہ کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ اور کئی مہینے محمد بن اسحاق کے پاس

رہا یہاں تک کہ میں نے وہ کتاب ان سے سن لی۔ جب وہ اس سے فارغ ہوئے تو میں امام ابو حنیفہ کے پاس آیا۔ امام صاحب نے مجھ سے فرمایا اے یعقوب یہ کیسی جفا ہے۔ میں نے عرض کی ایسا نہیں لیکن محمد بن اسحاق مدنی یہاں آئے تھے۔ میں ان سے کتاب المغازی سننے میں مشغول ہو گیا۔ پس آپ نے مجھ سے فرمایا اے یعقوب جب تو اس کے پاس پھر جائے تو اس سے پوچھنا کہ طالوت کا مقدمہ لشکر کون تھا اور جالوت کا علم بردار کون تھا۔ میں نے عرض کی اے ابو حنیفہ! اس سے مجھے معاف رکھیں۔ اللہ کی قسم وہ شخص کیسا برا ہے جو علم کا مدعی ہو۔ پس اس سے پوچھا جائے کیا جنگ بدر پہلے ہوئی یا جنگ احد' اور وہ اسے نہ جانتا ہو۔

اسی کے قریب قریب علامہ کردری نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں

و به عن اسحاق بن ابی اسرائیل انه کان مع ملازمته بالامام لا یفوته سماع الحدیث فقدم صاحب المغازی محمد بن اسحاق فسمع منه کتاب المغازی ففاته مجلس الامام اشهرا فلما رجع قال یا یعقوب ماهذا الجفاء فقص علیه القصة فقال اذا رجعت الیه فسله من کان علی مقدمة جالوت و علی ید من کانت رایة طالوت قلت دع عنک هذا فما اقبح الرجل یدعی التبحر فی العلم فیسئل عن شی من ذلک العلم فلا یعرفه۔

(مناقب الامام الاعظم للکردری جلد ثانی' ص ۱۳۷)

اب روایت کردری و موفق و ابو الفرج المعانی کا باہم مقابلہ کیجئے۔ روایت کردری تو روایت موفق کا اختصار ہے۔ روایت موفق سے واضح ہے کہ امام ابو یوسف نے نظر بر حق استادی محمد بن اسحاق امام صاحب کو ایسا جواب دیا جس سے پایا گیا کہ محمد بن اسحاق کو وہ مسئلہ ضرور معلوم ہو گا۔ کیونکہ جس شخص کو مغازی میں تبحر کا دعویٰ ہو' اس کے لیے یہ

برا ہے کہ مغازی کا ایک آسان مسئلہ مثلاً جنگ بدر و احد میں کون سا پہلے ہوا نہ بتا سکے۔ اس طرح سے امام ابو یوسف نے اپنے ہر دو استادوں کا پاس ادب رکھا۔ اگر اس واقعہ کی کچھ اصلیت ہے تو فقط اسی قدر جو روایت موفق سے ظاہر ہے مگر حاسدوں نے تحریف کر کے اس کی وہ شکل بنا دی جو کتاب الجلیس و الانیس میں نظر آتی ہے۔ اس قسم کی حکایات کے پیش کرنے سے غیر مقلدین کی غرض یہ ہے کہ کسی طرح امام بخاریؒ کی تاریخی غلطیوں پر پردہ پڑ جائے۔ مگر ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ غلطیاں صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ جس کو شوق ہو وہ "الجرح علی البخاری" صفحہ ۴۵، ۵۰، ۶۳ کا مطالعہ کرے۔ اور ان کا جواب دے۔

قال البنارسی

اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ امام صاحب نے خود اپنی کم علمی کا بیان کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ ابن خلکان جلد اول، صفحہ ۳۱۸ میں ہے حکی وکیع قال قال لی ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت اخطاءت فی خمسۃ ابواب من المناسک بمکۃ فعلمنیہا حجام و ذلک انی اردت ان احلق راسی فقال لی اعرابی انت؟ قلت نعم و کنت قد قلت لہ بکم تحلق راسی فقال النسک لا یشارط فیہ اجلس فجلست منحرفا عن القبلۃ فاومأ الی باستقبال القبلۃ و اردت ان احلق راسی من الجانب الایسر فقال ادر شقک الایمن من راسک فادرتہ و جعل یحلق راسی و انا ساکت فقال لی کبر فجعلت اکبر حتی قمت لاذھب فقال این ترید قلت رحلی فقال صل رکعتین ثم امض فقلت ماینبغی ان یکون ھذا من مثل ھذا الحجاج الا و معہ علم فقلت من این لک ما رایتک

امر تنی بہ فقال انا ...

یعنی وکیع کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے کہا کہ حج کے مسائل میں پانچ جگہ میں نے غلطی کی ہے اور وہ مسئلے مجھ کو حجام نے سکھائے۔ وہ پانچ مسئلے یہ ہیں کہ جب میں حجامت بنوانے کو اس کے پاس گیا تو میں نے پوچھا کہ میری حجامت کا کیا لے گا۔ اس نے کہا کیا تو دیہاتی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ عبادت کے کاموں میں مزدوری کی شرط نہیں کی جاتی۔ تو بیٹھ جا۔ پس میں بیٹھ گیا۔ مگر میں قبلہ کی طرف نہ بیٹھا۔ اس نے مجھ کو قبلہ کی طرف منہ کرنے کو کہا اور میں نے چاہا کہ پہلے بائیں طرف سے حجامت بنواؤں۔ اس نے کہا کہ داہنی طرف سے بنوا۔ میں نے داہنی جانب کو اس کی طرف پھیر دیا۔ اور وہ حجامت بنانے لگا اور میں خاموش بیٹھا رہا۔ اس نے کہا کہ تکبیر کہتا رہ۔ میں تکبیر کہنے لگا۔ جب میں حجامت کے بعد چلنے لگا تو اس نے کہا کہ کہاں جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ اپنے ڈیرے کو جاتا ہوں۔ اس نے کہا دو رکعتیں پڑھ اس کے بعد جانا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسے حجام سے کام لینے والا ایسا آدمی ہونا چاہیے جس کو علم ہو (افسوس! امام صاحب کو اپنی کم علمی کا خود اقرار ہے۔ جیرز!) پھر میں نے اس سے پوچھا کہ جن باتوں کا تو نے مجھ کو حکم کیا ہے یہ کہاں سے تجھ کو حاصل ہوئیں۔ اس نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح کو یہ کام کرتے دیکھا ہے۔ اھ۔

اسی وجہ سے امام حمیدی کہا کرتے تھے فرجل لیس عنده سنن من رسول الله صلعم و اصحابه فی المناسك و غیرها كیف یقلد فی احكام الله فی المواریث و الفرائض و الزكوة و الصلوة و امور الاسلام (استقصاء الافحام) یعنی جس شخص کو احکام حج آنحضرت و صحابہ کے معلوم نہ ہوں اس کی خداوندی احکام میراث و فرائض و زکوٰۃ و نماز وغیرہ امور اسلام میں کیونکر تقلید کی جا سکتی ہے۔ حکایت بالا سے جو ثابت ہوتا ہے وہ ظاہر ہے

ع آفتاب آمد دلیل آفتاب

امام صاحب کو اپنی کم علمی (یا بے علمی) کا خود اقرار ہے اور ایک حجام جس نے عطاء کے طریق عمل سے ان مسائل کو معلوم کیا' اس کے عالم تر ہونے کا خود امام صاحب کو

اقرار ہے۔ پھر خیال کر لو کہ عطاء بذات خود کس پایہ کے شخص ہوں گے۔ (ص ۶-۸)

اقول

حاسدوں نے امام صاحب کے فروغ کو دیکھ کر ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا کہ کسی طرح آپ کے راستے میں موانع پیدا کریں۔ مگر الحمد للہ کہ ان کی تمام کوشش اوھن من بیت العنکبوت ثابت ہوئی۔ اگر امام صاحب کا تبحر علمی دیکھنا چاہتے ہو تو فقہ حنفی کا مطالعہ کرو۔ اگر امام صاحب کو علم نہ ہوتا تو امام عبداللہ بن مبارک وغیرہ جیسے جلیل القدر ائمہ کبھی آپ کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ نہ کرتے۔ حکایت زیر بحث جس کا پورا اسناد مذکور نہیں کسی بڑے حاسد کی طبیعت کا نتیجہ ہے۔ جس کی تکذیب کے لیے فقہ حنفی کے ابواب المناسک کافی ہیں۔ ابن خلکان نے اسے صرف غرابت کے سبب نقل کیا ہے۔ عطاء بن ابی رباح امام صاحب کے شیوخ میں سے ہیں۔ یہ کون باور کر سکتا ہے کہ ایک حجام تو عطاء کے طریق عمل سے مسائل مناسک سیکھ جائے اور عطاء کے ایک شاگرد (شاگرد بھی کیسے حضرت امام الائمہ سراج الامہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان سے بے بہرہ رہیں۔ مفتریوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے قول کی ترویج کے لیے اسے کسی بڑے شخص کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ اس لیے اس حکایت کی روایت کو بھی امام صاحب کے ایک بڑے شاگرد وکیع کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہوتا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس حکایت کو سب سے پہلے امام بخاریؒ نے ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

سمعت الحمیدی یقول قال ابو حنیفة قدمت مکة فاخذت من الحجام ثلاث سنن لما قعدت بین یدیه قال لی استقبل الکعبة فبدا بشق راسی الایمن و بلغ الی العظمین قال الحمیدی فرجل لیس عنده سنن عن رسول اللہ ﷺ و لا اصحابه فی المناسک و غیرها کیف یقلد احکام اللہ فی

المواریث و الفرائض و الزکوۃ و الصلوۃ و امور الاسلام۔(التاریخ الصغیر، مطبوعہ انوار احمدی، الہ آباد، ص ۱۵۸)

میں نے حمیدی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہ نے فرمایا میں مکہ میں آیا۔ پس میں نے حجام سے تین سنتیں سیکھیں۔ جب میں اس کے سامنے بیٹھا تو مجھ سے کہا کعبہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ۔ پس اس نے میرے سر کے دائیں طرف سے شروع کیا اور دونوں ہڈیوں تک پہنچا۔ حمیدی نے کہا وہ شخص جس کو مناسک وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے احکام کا علم نہ ہو، مواریث و فرائض و زکوۃ و صلوۃ و امور اسلام کی نسبت احکام الٰہی میں کس طرح اس کی تقلید کی جا سکتی ہے۔

روایت امام بخاری و ابن خلکان میں یہ فرق ہے کہ روایت بخاری میں تین مسائل کا ذکر ہے اور روایت ابن خلکان میں پانچ کا۔ مگر ہر دو کی تطبیق آسانی سے ہو سکتی ہے۔ ہر کہ آمد بر آں مزید کرد۔ تجاوز اللہ عنا و عنہم۔

اخیر میں ہم امام اعمش کی شہادت درج کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب کو مسائل مناسک میں کیسا ید طولیٰ حاصل تھا۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی ان صفات کے ذکر میں جن میں امام صاحب اپنے مابعد سے ممتاز ہیں لکھتے ہیں:

و منها انه اجتهد و افتى فى زمن التابعين بل لما حج الاعمش ارسل اليه ليكتب له المناسك و كان يقول اكتبوا المناسك عنه قال لا اعلم احدا اعلم بفرضها و نفلها منه فانظر هذه الشهادة له من مثل الاعمش۔

(خیرات الحسان الفصل الثانی عشر، ص ۴۰)

منجملہ ان اوصاف کے یہ ہے کہ امام صاحب نے تابعین کے زمانے میں اجتہاد کیا اور فتویٰ دیا بلکہ جب امام اعمش نے حج کا ارادہ کیا تو امام صاحب

سے کہلا بھیجا کہ آپ میرے لیے کتاب المناسک لکھ دیں۔ امام اعمش فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ سے مناسک لکھ لو۔ میں مناسک کے فرائض و نوافل کا عالم ان سے بڑھ کر کسی کو نہیں جانتا۔ پس آپ کے حق میں اعمش جیسے امام کی شہادت پر غور کرو۔

قال البنارسی

لیکن ان حنفیوں نے (جن کا مقتدائے دین کو برا بھلا کہنے کا ہمیشہ سے شیوہ ہے) کوفہ والوں کی تعریف میں ایک قول حمادؒ کی طرف منسوب کر کے اپنا گڑھا کہ عطاء کو بالکل بے علم ٹھہرایا۔ چنانچہ میزان' جلد اول' ص ۲۷۴ میں ہے:

قال حماد لاهل الكوفة ابشروا يا اهل الكوفة رايت عطاء و طاء وسا و مجاهدا فصبيانكم بل صبيان صبيانكم افقه منهم۔

یعنی حماد نے کہا اے کوفہ والو تم کو خوشخبری ہو کہ میں نے عطاء و طاؤس و مجاہد کو دیکھا ہے کہ دین کی سمجھ میں وہ ایسے تھے کہ تمہارے لڑکے بلکہ لڑکوں کے لڑکے ان سے بہتر ہیں۔ واہ! کیا کہنے ہیں۔

ع این کار از تو آید و مردان چنیں کنند

عطاء وہ عطاء' جن سے ایک حجام نے سیکھ کر امام صاحب کوفی کو سکھلایا اور کوفہ والوں کے لڑکے ان سے بھی بڑھ گئے؟ اسی کو کہتے ہیں

ع پیراں نمے پرند مریداں ہمے پرانند

اسی وجہ سے حنفی مذہب نے ضعف اور کمزوری میں جو درجہ پایا ہے وہ دوسرے مذہبوں کو نہیں ملا۔ کوفہ والوں کے لڑکے تو ابھی ماں میں رہیں کوفہ کے مقتدا خود امام صاحب کی فقہ کو دیکھو کہ امام صاحب تو افقہ (بصیغہ اسم تفضیل) ہو ہی نہیں سکتے۔ چہ جائیکہ لونڈے شونڈے افقہ ہو جائیں اس لیے کہ فقہ کے لیے پہلے علم کی ضرورت ہے اور امام صاحب کی کم علمی (یا بے علمی) جو تھی اوپر بیان کی گئی۔ (ص ۸)

اقول

غیر مقلدین بہ تبعیت اپنے پیرو مرشد امام بخاریؒ کے حنفیہ کو ہمیشہ برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ اور حنفیہ کرام بہ تبعیت اپنے امام عالی مقام کے برداشت کرتے رہتے ہیں۔ جب تنگ آکر مناسب طریق سے کچھ جواب دیتے ہیں تو اسے امام بخاریؒ کی توہین پر محمول کر کے بہت جلد گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ اور کہنے لگتے ہیں کہ مقتدائے دین کو برا بھلا کہنا ہمیشہ سے حنفیوں کا شیوہ ہے۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔ ہم اپنے قول کی تائید میں بنارسی کی یہی تحریر پیش کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ تو غیر مقلد ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں کیا شیوہ اختیار کیا ہے۔ کیا لکھتے وقت آپ کو کسی بزرگ کا یہ مقولہ یاد نہ آیا خود رافضیحت و دیگراں رانصیحت ۔

چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی

بنارسی نے جو حماد کا قول میزان الاعتدال سے نقل کیا ہے۔ اس کا اسناد چھوڑ دیا ہے اور وہ یوں ہے:

العقیلی حدثنا محمد بن جعفر بن الامام حدثنا یوسف بن موسی حدثنا جریر عن مغیرة قال حج حماد بن ابی سلیمان فلما قدم اتیناه فقال ابشروا یا اھل الکوفة رایت عطاء و طاء وسا و مجاھدا فصبیانکم بل صبیان صبیانکم افقه منھم قال مغیرة فراینا ذلك غربیا منه - (الی بریرالی لغیا) منہ

(میزان الاعتدال، مطبوعہ مصر، جلد اول، ص ۲۷۹) ازل ۵۹۴

عقیلی نے کہا کہ حدیث کی ہم سے محمد بن جعفر بن الامام نے کہ حدیث کی ہم سے یوسف بن موسیٰ نے کہ حدیث کی ہم سے جریر نے۔ اس نے مغیرہ سے۔ کہا کہ حج کیا حماد بن ابی سلیمان نے۔ جب وہ آیا تو ہم اس کے پاس گئے۔ پس اس نے کہا خوشخبری ہو اے اہل کوفہ میں نے عطاء و طاؤس و مجاہد

کو دیکھا ہے۔ تمہارے لڑکے بلکہ لڑکوں کے لڑکے ان سے بڑھ کر فقیہ ہیں۔ مغیرہ نے کہا کہ ہم نے اس قول کو حماد سے غریب خیال کیا۔

اس قول حماد کی غرابت کی تصریح تو خود مغیرہ نے کر دی ہے۔ قطع نظر غرابت کے ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا اس قول کے گھڑنے والے حنفی ہیں۔ حنفیوں کی کس کتاب میں یہ قول مذکور ہے۔ عقیلی، محمد بن جعفر بن الامام، یوسف بن موسیٰ، جریر اور مغیرہ میں سے کون کون سے حنفی ہیں۔ ایسے افترا سے خدا کی پناہ۔ حنفیہ کرام عطاء کو بڑا عالم و فقیہ اور تابعی جانتے ہیں۔ چنانچہ علامہ کردری صاحب فتاویٰ بزازیہ (متوفی ۸۲۷ھ) نے امام صاحب کے شیوخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

عطاء بن ابی رباح اسمہ اسلم مولی فہر او جمع المکی کان جعد الشعر اسود افطس اشل اعور ثم عمی بعد ذلک تابعی احد الفقہاء بمکۃ قال ابو حنیفۃ ما رایت افقہ من حماد و لا اجمع للعلوم من عطاء اکثر الروایۃ عنہ سمع ابن عباس و ابن عمرو ابا ہریرہ و ابا سعید و جابرا و عائشۃ رضی اللہ عنہم مات سنۃ خمس عشرۃ و مائۃ و ہو ابن ثمان و ثمانین سنۃ۔

(مناقب الامام الاعظم للکردری، جلد اول، ص ۸۰)

عطاء بن ابی رباح آپ کا نام اسلم ہے۔ آپ فہر یا جمع مکی کے آزاد کیے ہوئے غلام ہیں۔ آپ کے بال گھنگھر والے، رنگ سیاہ، ناک چوڑی، لنجے، یک چشم پھر اس کے بعد نابینا ہو گئے تھے۔ آپ تابعی اور فقہائے مکہ میں سے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں نے حماد سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا اور نہ عطاء سے بڑھ کر جامع علوم دیکھا۔ امام صاحب نے آپ سے اکثر روایت کی ہے۔ آپ نے حضرت ابن عباس، ابن عمر، ابو ہریرہ

ابو سعید و جابر و عائشہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں سنیں۔ آپ نے ۱۱۵ھ میں ۸۸ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

علامہ دمیری لکھتے ہیں:

قال الامام ابو حنیفة رضی الله تعالی عنه مالقیت احدا اکذب من جابر الجعفی و لا افضل من عطاء بن ابی رباح۔

(حیوۃ الحیوان مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۲۸۰)

یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی ایسے شخص سے نہیں ملا جو جابر جعفی سے بڑھ کر کاذب ہو اور نہ ایسے شخص سے ملا ہوں جو عطاء بن ابی رباح سے بڑھ کر فاضل ہو۔ اھ۔

امام صاحب کا افقہ ہونا ایک مسلم امر ہے۔ دیکھو شہادات ذیل:

۱۔ امام نووی شافعی کتاب تہذیب الاسماء (مطبوعہ گاٹنجن، ص ۷۰۳) میں تحریر فرماتے ہیں:

عن ابی بکر بن عیاش قال مات اخو سفیان الثوری فاجتمع الناس الیه لعزائه فجاء ابو حنیفة فقام الیه سفیان و اکرمه و اقعده مکانه و قعد بین یدیه و لما تفرق الناس قال اصحاب سفیان رایناك فعلت شیئا عجیبا قال هذا رجل من العلم بمکان فان لم اقم بعلمه قمت لسنه و ان لم اقم لسنه قمت لفقهه و ان لم اقم لفقهه قمت لورعه۔

و عن ابن المبارك قال ما رایت فی الفقه مثل ابی حنیفة و عن ابن المبارك قال رایت مسعرا فی حلقة ابی حنیفة جالسا بین یدیه یساله و

یستفید منه وما رایت احدا قط تکلم فی الفقه احسن من ابی حنیفة۔

و عن ابی نعیم قال کان ابو حنیفة صاحب غوص فی المسائل و عن وکیع قال مالقیت افقه من ابی حنیفة ولا احسن صلوة منه و عن النضر بن شمیل قال کان الناس نیاما عن الفقه حتی ایقظهم ابو حنیفة بما فتقه و بینه و لخصه و عن الشافعی قال الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه و عن جعفر بن الربیع قال اقمت علی ابی حنیفه خمس سنین فما رایت اطول صمتا فاذا سئل عن الشئی من الفقه یفتح و یسال کالوادی و عن ابراهیم بن عکرمة قال ما رایت اورع و لا افقه من ابی حنیفة۔

ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ سفیان ثوریؒ کے بھائی کا انتقال ہوا تو لوگ ماتم پرسی کے لیے ان کے پاس جمع ہوئے۔ امام ابو حنیفہ آئے تو سفیان آپ کے لیے اٹھ کھڑے ہوگئے آپ کا اکرام کیا اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور خود امام صاحب کے سامنے بیٹھ گئے۔ جب لوگ چلے گئے تو سفیانؒ کے اصحاب نے کہا ہم نے آپ کو عجیب کام کرتے دیکھا ہے۔ سفیانؒ نے فرمایا یہ شخص علم میں وہ پایہ رکھتا ہے کہ اگر میں ان کے علم کے لیے کھڑا نہ ہوتا تو ان کی عمر کے لیے کھڑا ہوتا۔ اگر ان کی عمر کے لیے کھڑا نہ ہوتا تو ان کی فقہ کے لیے کھڑا ہوتا اور اگر ان کی فقہ کے لیے کھڑا نہ ہوتا تو ان کی پرہیزگاری کے لیے کھڑا ہوتا۔

حضرت ابن مبارک سے روایت ہے کہ میں نے فقہ میں ابو حنیفہؒ کا مثل

نہیں دیکھا اور ابن مبارک ہی کا بیان ہے کہ میں نے امام مسعر کو ابو حنیفہؒ کے حلقہ میں آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ سے پوچھ رہے تھے اور فائدہ اٹھا رہے تھے اور میں نے کبھی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے فقہ میں امام ابو حنیفہؒ سے بہتر کلام کیا ہو۔

ابو نعیم کا قول ہے کہ ابو حنیفہؒ مسائل کے غواص تھے۔ امام وکیع کا قول ہے کہ میں ایسے شخص سے نہیں ملا جو امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر فقیہ ہو اور آپ سے اچھی نماز پڑھنے والا ہو۔ نضر بن شمیل کا قول ہے کہ لوگ فقہ سے سوئے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ نے ان کو اپنی تشریح و بیان و تلخیص سے جگا دیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں۔ جعفر بن ربیع کا قول ہے کہ میں پانچ سال امام ابو حنیفہ کے پاس رہا۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی خاموش نہ دیکھا مگر جب آپ سے فقہ کا کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو کلام شروع کرتے اور وادی کی رو کی طرح رواں ہوتے اور ابراہیم بن عکرمہ کا قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو پرہیزگار اور فقیہ نہیں دیکھا۔

۲۔ قاضی ابن خلکان شافعی وفیات الاعیان (جزء ثانی، ص ۱۶۴) میں لکھتے ہیں:

روی حرملة بن یحیی عن الشافعی رضی اللہ عنہ انہ قال الناس عیال علی ھؤلاء الخمسة من اراد ان یتبحر فی الفقه فھو عیال علی ابی حنیفة و کان ابو حنیفة ممن وفق له الفقه و من اراد ان یتبحر فی الشعر فھو عیال علی زھیر بن ابی سلمی و من اراد ان یتبحر فی المغازی فھو عیال علی محمد بن اسحاق و من اراد ان یتبحر فی النحو فھو عیال علی الکسائی و من راد ان یتبحر فی التفسیر فھو

عیال علی مقاتل بن سلیمان هکذا نقله الخطیب فی تاریخه و قال یحیی بن معین القراءه عندی قراءة حمزة و الفقه فقه ابی حنیفة علی هذا ادرکت الناس۔

حرملہ بن یحییٰ نے روایت کی ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ ان پانچ اماموں کے بال بچے ہیں۔ جو فقہ میں متبحر بننا چاہے' وہ امام ابو حنیفہ کا عیال ہے اور امام ابو حنیفہ کو فقہ کی توفیق دی گئی۔ اور جو شعر میں متبحر بننا چاہے' وہ زہیر بن ابی سلمٰی کا عیال ہے۔ اور جو مغازی میں متبحر بننا چاہے' وہ محمد بن اسحاق کا عیال ہے۔ اور جو نحو میں متبحر بننا چاہے' وہ کسائی کا عیال ہے اور جو تفسیر میں متبحر بننا چاہے' وہ مقاتل بن سلیمان کا عیال ہے۔ اسی طرح خطیب نے اسے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اور یحییٰ بن معین نے فرمایا قرأت میری نزدیک حمزہ کی قرأت ہے اور فقہ امام ابو حنیفہ کی فقہ ہے۔ اس پر میں نے لوگوں کو پایا۔

۳۔ علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن' مجلد اول' ص ۱۵۱) میں لکھتے ہیں:

قال ضرار بن صرد سئل یزید بن هارون ایما افقه الثوری و ابو حنیفة فقال ابو حنیفة افقه و سفیان احفظ للحدیث قال ابن المبارک ابو حنیفة افقه الناس و قال الشافعی الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة۔

ضرار بن صرد نے کہا کہ یزید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ امام ثوری و امام ابو حنیفہ میں سے کون افقہ ہے۔ پس انہوں نے فرمایا ابو حنیفہ افقہ ہیں اور

لوگوں سے افقہ ہیں اور امام شافعی نے فرمایا لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔

۴۔ علامہ دمیری شافعی حیوۃ الحیوان (جزء اول، ص ۱۲۲) میں لکھتے ہیں:

و کان الشافعی یقول الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ و علی زھیر بن سلمی فی الشعر و علی محمد بن اسحاق فی المغازی و علی الکسائی فی النحو و علی مقاتل بن سلیمان فی التفسیر۔

امام شافعی فرمایا کرتے تھی کہ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں اور شعر میں زہیر بن سلمیٰ کے اور مغازی میں محمد بن اسحاق کے اور نحو میں کسائی کے اور تفسیر میں مقاتل بن سلیمان کے عیال ہیں۔

۵۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی تہذیب التہذیب (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن، جزء عاشر، ص ۴۵۰) میں لکھتے ہیں:

قال ابو وھب محمد بن مزاحم سمعت ابن المبارک یقول افقہ الناس ابو حنیفۃ ما رایت فی الفقہ مثلہ و قال ایضا لو لا ان اللہ تعالی اغاثنی بابی حنیفۃ و سفیان کنت کسائر الناس و قال احمد بن علی بن سعید القاضی سمعت یحیی بن معین یقول سمعت یحیی بن سعید القطان یقول لا نکذب اللہ ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفۃ و قد اخذنا باکثرا قوالہ و قال الربیع و حرملۃ سمعنا الشافعی یقول الناس عیال فی الفقہ علی ابی حنیفۃ۔

ابو وہب محمد بن مزاحم نے کہا میں نے ابن مبارک کو سنا کہ کہتے تھے امام ابو حنیفہ سب لوگوں سے بڑھ کر فقیہ ہیں میں نے فقہ میں ان کا ثانی نہیں دیکھا اور یہ بھی ابن مبارک کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ و سفیان کے ذریعہ میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں باقی لوگوں کی مانند ہوتا۔ اور احمد بن علی بن سعید قاضی نے کہا میں نے یحییٰ بن معین کو سنا کہ کہتے تھے میں نے یحییٰ بن سعید قطان کو سنا کہ کہتے تھے ہم اللہ سے جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے امام ابو حنیفہ کی رائے (فقہ) سے بہتر کوئی رائے نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال اختیار کیے ہیں۔ اور ربیع اور حرملہ نے کہا کہ ہم نے امام شافعی کو سنا کہ فرماتے تھے لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔

٦- علامہ جلال الدین سیوطی شافعی تبییض الصحیفہ (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۹-۲۰-۲۱) میں لکھتے ہیں:

روی ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی فی مقدمۃ مسندہ عن ابی عبید قال سمعت الشافعی یقول من اراد ان یعرف الفقہ فلیلزم ابا حنیفۃ و اصحابہ فان الناس کلھم عیال علیہ فی الفقہ۔ و روی ایضا عن الحسن ابن الحارث قال سمعت النضربن شمیل یقول کان الناس نیاما فی الفقہ حتی ایقظھم ابو حنیفۃ بما فتقہ و بینہ و لحضہ۔ و روی ایضا عن ابن المبارک قال رایت مسعرا فی حلقۃ ابی حنیفۃ و ھو جالس بین یدیہ یسالہ و یستفھم منہ و ما رایت احدا تکلم فی الفقہ احسن من ابی حنیفۃ۔ و روی ایضا عن عبدالرزاق قال کنت عند معمر

فاتاہ ابن المبارک فسمعت معمرا یقول ما اعرف رجلا یحسن التکلم فی الفقہ و یسعہ ان یقیس و یشرح الحدیث فی الفقہ احسن معرفۃ من ابی حنیفۃ و لا اشفق علی نفسہ من ان یدخل فی دین اللہ شیئا من الشک مثل ابی حنیفۃ۔ و روی ایضا عن ابی اویس قال سمعت الربیع یقول دخل ابو حنیفۃ یوما علی المنصور و عندہ عیسی بن موسی فقال المنصور ہذا عالم الدنیا الیوم۔ و روی عن ابن المبارک قال رایت الحسن ابن عمارۃ اخذا برکاب ابی حنیفۃ و ہو یقول واللہ ما ادرکنا احد یتکلم فی الفقہ ابلغ و لا احضر جوابا منک و انک لسید من تکلم فیہ فی وقتک غیر مدافع و ما یتکلمون فیک الا حسدا۔

ابو عبداللہ حسین بلخی (متوفی ۵۲۳ھ) نے اپنی مسند کے مقدمہ میں ابن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا میں نے امام شافعی کو سنا کہ فرماتے تھے جو شخص فقہ سیکھنا چاہے وہ امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کو لازم پکڑے کیونکہ لوگ سب کے سب فقہ میں آپ کے عیال ہیں۔ اور امام بلخی ہی نے حسن بن حارث سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا میں نے نضر بن شمیل کو سنا کہ فرماتے تھے لوگ فقہ سے سوئے ہوئے تھے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ نے ان کو اپنی تشریح و بیان و تلخیص کے ساتھ جگا دیا۔ اور امام بلخی ہی نے ابن مبارک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے امام معمر کو امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں دیکھا ہے اور وہ امام صاحب کے سامنے بیٹھے ہوئے آپ سے سوال کر رہے تھے اور سمجھ رہے تھے اور میں نے کسی

ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے فقہ میں امام صاحب کی نسبت اچھا تکلم کیا ہو۔ اور نیز امام بلخی نے عبدالرزاق سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا میں معمر کے پاس تھا۔ پس ابن مبارک اس کے پاس آئے۔ میں نے معمر کو سنا کہ کہتے تھی مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کو فقہ میں تکلم و قیاس اور شرح حدیث کی معرفت امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر ہو اور نہ ایسا شخص معلوم ہے جو امام صاحب سے بڑھ کر اس امر سے ڈرے کہ اللہ کے دین میں کوئی شک داخل کر دے۔ اور امام بلخی ہی نے ابن ابی اویس سے روایت کی ہے اس نے کہا میں نے ربیع کو سنا کہ کہتے تھے ایک دن امام ابو حنیفہ خلیفہ منصور کے ہاں گئے اور اس کے پاس عیسیٰ بن موسیٰ تھے۔ منصور نے کہا یہ آج دنیا کا عالم ہے۔ اور امام بلخی نے ابن مبارک سے روایت کی ہے۔ کہا میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی رکاب پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے اللہ کی قسم! ہم نے کسی ایسے شخص کو نہ پایا کہ فقہ میں آپ سے بڑھ کر بلیغ و مختصر جواب دینے والا ہو۔ بے شک آپ سردار ہیں اس کے جس نے آپ کے وقت میں فقہ میں تکلم کیا۔ آپ کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لوگ آپ کی نسبت صرف حسد سے کلام کرتے ہیں۔

۷- قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی تاریخ الخمیس (مطبوعہ مصر، جزء ثانی ص ۳۶۴) میں لکھتے ہیں:

عن الشافعی انه قال الناس فی الفقه عيال ابی حنيفة و فی ربيع الا برار يقال ان اربعة لم يسبقوا و لم يلحقوا ابو حنيفة فی الفقه و الخليل فی نحوه و الحافظ فی تاليفه و ابو تمام فی شعره۔

امام شافعی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا لوگ فقہ میں امام ابو

سے کوئی سبقت نہیں لے گیا اور نہ ان کا ہم پایہ ہوا ہے۔ امام ابو حنیفہ فقہ میں، خلیل نحو میں، حافظ اپنی تالیف میں اور ابو تمام شعر میں۔

۸۔ شیخ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی خیرات الحسان (الفصل الثالث عشر فی ثناء الائمۃ علیہ، ص ۳۱ تا ۳۵) میں لکھتے ہیں:

و قال الشافعی من اراد ان یتبحر فی الفقه فهو عیال علی ابی حنیفة انه ممن وفق له الفقه هذه روایة حرملة عنه و فی روایة الربیع عنه الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة ما رایت ای علمت احدا افقه منه لانه لم یدرک احدا افقه منه و جاء عنه ایضا من لم ینظر فی کتبه لم یتبحر فی العلم و الفقه و قال ابن المبارک کان افقه الناس ما رایت افقه منه و قال الثوری لمن قال له جئت من عند ابی حنیفة لقد جئت من عند افقه اهل الارض و قال مکی بن ابراهیم کان ابو حنیفة اعلم اهل زمانه و قال وکیع ما رایت احدا افقه منه و لا احسن صلاه منه و قال خارجة بن مصعب ابو حنیفه فی الفقهاء کقطب الرحی و کالجهبذ الذی ینقد الذهب و قال ابو عاصم هو والله عندی افقه من ابن جریج ما رات عینی رجلا اشد اقتدارا علی الفقه منه۔

امام شافعی نے فرمایا کہ جو شخص فقہ میں متبحر بننا چاہے وہ امام ابو حنیفہ کا عیال ہے بے شک امام صاحب کو فقہ میں توفیق دی گئی ہے۔ یہ امام شافعی سے حرملہ کی روایت ہے اور امام شافعی سے ربیع کی روایت میں ہے کہ لوگ

فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں مجھے آپ سے بڑھ کر کوئی فقیہ معلوم نہیں کیونکہ آپ نے کسی کو ان کی نسبت افقہ نہیں پایا اور امام شافعی ہی سے روایت ہے کہ جس نے امام ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہ کیا وہ علم و فقہ میں متبحر نہ بنا۔ ابن مبارک نے فرمایا کہ امام صاحب فقہ میں سب لوگوں سے بڑھ کر ہیں۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ امام ثوری سے ایک شخص نے کہا کہ میں امام ابو حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو افقہ اہل الارض کے پاس سے آیا ہے۔ مکی بن ابراہیم نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ اپنے زمانے کے سب لوگوں سے بڑھ کر عالم ہیں۔ وکیع نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں دیکھا اور نہ آپ کی نسبت اچھی نماز پڑھنے والا دیکھا ہے۔ خارجہ بن مصعب نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ فقہاء میں ایسے ہیں جیسے چکی کی کیلی اور جیسے واقف کار جوہری جو سونے کو پرکھتا ہے۔ ابو عاصم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم امام ابو حنیفہ میرے نزدیک ابن جریج سے افقہ ہیں۔ میری آنکھ نے ایسا شخص نہیں دیکھا جسے آپ سے بڑھ کر فقہ پر اقتدار ہو۔

۹- علامہ سید محمد مرتضٰی عقود الجواہر المنیفہ (مطبوعہ قسطنطنیہ جزو اول، ص۹) میں لکھتے ہیں:

و قرأت فی کتاب خلاصۃ الاثر للامینی مانصہ حکی لہ بعض العلماء و انا بمکۃ عن الشہاب احمد بن عبداللطیف البشبیشی الشافعی روایۃ عن الامام شمس الدین محمد بن العلاء البابلی الشافعی و کان قد وصف بالحفظ و الاتقان انہ کان یقول اذا سئلنا عن افضل الائمۃ نقول ابو حنیفۃ۔

جبکہ میں مکہ میں تھا۔ ایک عالم نے میرے سامنے روایت کی شہاب احمد بن عبداللطیف بشبیشی شافعی سے۔ اس نے امام شمس الدین محمد بن علاء بابلی شافعی سے جو حفظ و اتقان سے متصف تھے کہ وہ فرماتے تھے جب ہم سے سوال کیا جائے کہ افضل الائمہ کون ہیں تو ہم جواب دیں گے ابو حنیفہؒ۔

امام صاحب چونکہ افقہ ہیں۔ اس لیے مذہب حنفی اقوی المذاہب ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی شافعی کتاب المیزان (مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۶۳) میں یوں لکھتے ہیں:

و ایاک ان تخوض من الخائضین فی اعراض الائمة بغیر علم فتخر فی الدنیا و الاخرة فان الامام رضی اللہ عنہ کان متقیدا بالکتاب و السنة متبرءا من الرای کما قدمناہ لک فی عدة مواضع من ھذا الکتاب و من فتش مذھبه رضی اللہ عنہ و جدہ من اکثر المذاھب احتیاطا فی الدین و من قال غیر ذلک فھو من جملة الجاھلین المتعصبین المنکرین علی ائمة الھدی بفھم السقیم۔

اور تو بچ اس سے کہ علم کے بغیر رخنہ اندازی کرنے والوں کے ساتھ اماموں کی عزتوں میں رخنہ اندازی کرے۔ پس دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائے کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ قرآن و حدیث کے پابند اور رائے سے بیزار تھے جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے کئی مقامات پر پہلے بیان کیا ہے اور جو شخص امام رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تفتیش کرے گا، وہ اسے دین متین میں سب مذاہب سے زیادہ احتیاط والا پائے گا۔ جو شخص اس کے سوا کچھ اور کہے، وہ منجملہ جاہلوں متعصبوں کے ہے اور اپنی ناقص سمجھ کے سبب ائمہ ہدیٰ کو برا کہنے والوں میں سے ہے۔

باوجود ایسے قوی شہادتوں کے جو شخص امام صاحب کو رئیس المجتہدین اور آپ کے

مذہب کو اقوی المذاہب نہ مانے' اس سے بڑھ کر متعصب و حاسد کون ہو سکتا ہے۔

و جحود من جحد الصباح اذ ابدا
من بعد ما انتشرت له الاضواء
مادل ان الشمس لیس بطالع
بل ان عینا انکرت عمیاء

امام ابو المؤید موفق بن احمد مکی (مناقب الامام الاعظم' مجلد ثانی' ص ۱۴۶) نے کیا خوب لکھا ہے:

غدا مذھب النعمان خیر المذاھب
کذی القمر الوضاح خیر الکواکب

حضرت ابو حنیفہ نعمانؒ کا مذہب سب مذہبوں سے بہتر ہے جیسا کہ روشن چاند سب ستاروں سے بہتر ہے۔

تفقه فی خیر القرون مع التقی
فمذھبه لاشک خیر المذاھب

آپ خیر قرون میں تقویٰ کے ساتھ فقیہ بن گئے اس لیے آپ کا مذہب سب مذہبوں سے بہتر ہے۔

و لا عیب فیه غیر ان جمیعه
خلا اذ تحلی عن جمیع المعائب

اور اس میں کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ وہ سب کا سب جب آراستہ ہو گیا تو تمام عیبوں سے پاک نکلا۔

الدعداه قد اقر بحسنه
و اقراره بالحسن ضربة لازب

آپ کے سخت سے سخت دشمن نے آپ کے مذہب کی خوبی کا اعتراف کیا ہے اور اس خوبی کا اعتراف کرنا اس کے لیے لازم و ثابت ہے۔

مذاهب اهل الفقه عنه تقلعت
فاين عن الرومی نسج العناکب

فقہاء کے مذاہب آپ کے مذہب کے ہم پایہ نہیں بھلا چادر رومی کجا اور مکڑیوں کا جالا کجا۔

و کان له صحب بنور علومهم
تجلی عن الاحکام سجف الغیاهب

اور آپ کے اصحاب ایسے تھے کہ ان کے علوم کی روشنی سے احکام کی تاریکیوں سے پردے اٹھ گئے۔

ثلاثة الاف و الف شیوخه
و اصحابه مثل النجوم الثواقب

چار ہزار آپ کے شیوخ تھے اور آپ کے اصحاب روشن ستاروں کی مانند تھے۔

قال البنارسی

اگر یقین نہ ہو تو علم نحو کی بابت ہی ایک واقعہ سن لو۔ تاریخ ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۱۶۵ میں ہے کہ ابو عمرو بن علاء مقری نحوی کے ایک سوال کے جواب میں امام صاحب نے فرمایا و لو قتله بابا قبیس اور کہنا چاہیے تھا بابی قبیس اس لیے کہ اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب جر کی حالت میں یاء کے ساتھ آتا ہے اور یہاں باجارہ موجود ہے۔ لیکن بے چارے امام صاحب نے تو علم نحو سیکھا ہی نہیں لہٰذا وہ کس قدر مجبور ہیں کیونکہ علم نحو کی بابت انہوں نے صاف کہہ دیا تھا هذا لا عاقبة لیٔ (دیکھو حکایت اولیٰ) تاہم ہمارا مدعا ثابت ہے۔ (ص ۸)

اقول

ابن خلکان نے اس واقعہ کا ذکر کرکے ساتھ ہی امام صاحب کی طرف سے یہ عذر بھی نقل کر دیا ہے اور وہ یوں ہے:

وقد اعتذروا عن ابی حنیفۃ بانہ قال ذلک علی لغۃ من یقول ان الکلمات الست المعربۃ بالحروف وھی ابوہ واخوہ وحموہ وھنوہ وفوہ وذومال اعرابھا یکون فی الاحوال الثلاث بالالف وانشدوا فی ذلک۔

اور علماء نے امام ابو حنیفہ کی طرف سے یہ عذر کیا ہے کہ آپ نے یہ بنابر لغت اس شخص کے فرمایا جو قائل ہے کہ کلمات ستہ معربہ بالحروف یعنی ابوہ واخوہ وحموہ وہنوہ وفوہ وذومال کا اعراب تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ ہوتا ہے اور بطور شاہد کے وہ یہ شعر پیش کرتے ہیں ۔

ان اباھا و ابا اباھا
قد بلغا فی المجد غایتاھا

وھی لغۃ الکوفین وابو حنیفۃ من اھل الکوفۃ فھی لغتہ واللہ اعلم۔

اور یہ کوفہ والوں کی لغت ہے اور امام ابو حنیفہ اہل کوفہ میں سے ہیں۔ پس یہ آپ کی لغت ہے۔ واللہ اعلم

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اس کا جواب تو ابن خلکان ہی نے دے دیا ہے۔ اور یہی جواب علامہ دمیری نے دیا ہے۔ (دیکھو حیوۃ الحیوان، جزء اول، ص ۱۲۲) مگر امام بخاری نے اپنی صحیح میں جو استیأسوا کو افتعلوا کے وزن پر لکھ دیا۔ (عینی شرح بخاری، مطبوعہ استنبول، جلد ۷، ص ۳۸۶) اس کا کیا جواب ہے؟ فبینوا و توجروا۔

اس قسم کے اعتراضات محدثین پر کثرت سے کیے گئے ہیں جنہیں تسلیم کر کے انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ قلت عربیت یا اعراب کی غلطی محدث میں کوئی عیب نہیں۔ چنانچہ اہل حدیث کے حامی امام ابن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷۶ھ) اپنی کتاب "تاویل مختلف الحدیث فی الرد علی اعداء اہل الحدیث" (مطبوعہ مصر، ص ۹۳ تا ۹۶) میں یوں

تحریر فرماتے ہیں:

و اما طعنهم عليهم بقلة المعرفة لما يحملون و كثرة للحن و التصحيف فان الناس لا يستاوون جميعا فى المعرفة و الفضل و ليس صنف من الناس الا وله حشو وشوب فاين هذا العائب لهم عن الزهرى اعلم الناس بكل فن و حماد بن سلمة و مالك بن انس و ابن عون و ايوب و يونس بن عبيد و سليمان التيمى و سفيان الثورى و يحيى بن سعيد و ابن جريج و الاوزاعى و شعبة و عبدالله بن المبارك و امثال هؤلاء من المتقنين على ان المنفرد بفن من الفنون لا يعاب بالزلل فى غيره و ليس على المحدث عيب ان يزل فى الاعراب و لا على الفقيه ان يزل فى الشعر و انما يجب على كل ذى علم ان يتقن فيه اذا احتاج الناس اليه فيه و انعقدت له الرئاسة به و قد يجتمع للواحد علوم كثيرة والله يؤتى الفضل من يشاء و قد قيل لابى حنيفة و كان فى الفتيا و لطف النظر واحد زمانه ما تقول فى رجل تناول صخرة فضرب بها راس رجل فقتله اتقيده به فقال لا ولو رماه بابا قبيس و كان بشر المريسى يقول لجلسائه قضى الله لكم الحوائج على احسن الامور و اهنؤها فنظر قاسم التمار قوما يضحكون من قول بشر فقال هذا كما قال

الشاعر:

ان سليمى والله يكلؤها
ضنت بشئ ما كان يرزوها

و بشر راس فى الراى و قاسم التماد متقدم فى اصحاب الكلام و احتجاجه بعشر اعجب من لحن بشر و قال بلال لشبيب بن شيبه و هو يستعدى على عبدالاعلى بن عبدالله بن عامر احضرنيه فقال قد دعوته فكل ذلك يابى على قال بلال فالذنب لكل و لا اعلم احدا من اهل العلم و الادب لا وقد اسقط فى علمه كالاصمعى و ابى زيد و ابى عبيده و سيبويه و الاخفش و الكسائى والفراء وابى عمرو الشيبانى و كالائمة من قراء القران و الائمة من المفسرين و قد اخذ الناس على الشعراء فى الجاهلية و الاسلام الخطاء فى المعانى و فى الاعراب و هم اهل اللغة و بهم يقع الاحتجاج فهل اصحاب الحديث فى سقطهم الا كصنف من الناس على انا لا نخلى اكثرهم من العذل فى كتبنا فى تركهم الاشتغال بعلم ما قد كتبوا و التفقه بما جمعوا و تهافتهم على طلب الحديث من عشرة اوجه و عشرين وجها و قد كان فى الوجه الواحد الصحيح و الوجهين مقنع لمن اراد الله عزوجل بتعلمه حتى تنقضى اعمارهم و لم يحلوا من ذلك الا باسفار

اتعبت الطالب و لم تنفع الوارث فمن کان من هذه الطبقة فهو عندنا مضیع لحظه مقبل علی ما کان غیره انفع له منه و قد لقبوهم بالحشویة و النابتة و المجبرة و ربما قالوا الجبریة و سموهم الغثاء و الغثر۔

لیکن مخالفین کا یہ اعتراض محدثین پر کہ وہ احادیث کو کم سمجھتے ہیں اور اکثر غلطی اور روایت میں خطا کر جاتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ معرفت و فضیلت میں برابر نہیں ہیں اور اس قسم کے کوئی لوگ نہیں جن کے کلام و قول میں زیادتی اور خلط ملط نہ ہو۔ پس اس محدثین پر عیب لگانے والے کو ہر فن کامل زہری' حماد بن سلمہ' مالک بن انس' ابن عون' ایوب' یونس بن عبید' سلیمان تیمی' سفیان ثوری' یحییٰ بن سعید' ابن جریج' اوزاعی' شعبہ' عبداللہ بن مبارک اور ان کی مثل دیگر استادوں سے کیا نسبت ہے۔ علاوہ ازیں جو شخص کسی ایک فن میں یگانہ ہو' وہ اگر کسی دوسرے فن میں لغزش کھا جائے تو اس پر عیب نہ لگایا جائے گا اور محدث پر کوئی عیب نہیں کہ اعراب میں لغزش کرے اور نہ فقیہ پر عیب ہے کہ شعر میں لغزش کرے۔ البتہ ہر صاحب علم پر واجب ہے کہ وہ اپنے فن کا استاد ہو جبکہ وہ اس میں لوگوں کا محتاج الیہ ہو اور رئیس قرار دیا جائے۔ اور کبھی ایک شخص بہت سے علوم کا جامع ہوتا ہے اور اللہ دیتا ہے فضیلت جس کو چاہتا ہے۔ امام ابو حنیفہ سے پوچھا گیا اور آپ فتویٰ اور دقت نظر میں اپنے زمانے میں یگانہ تھے کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو پتھر اٹھائے اور کسی شخص کے سر پر مارے اور اسے مار ڈالے کیا آپ اس پر قصاص کا حکم لگاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لا و لو رماہ بابا قبیس (نہیں۔ اگرچہ وہ کوہ ابو قبیس کو اس پر دے مارے) بشر مریسی اپنے ہم

نشینوں سے کہتا تھا قضی اللہ لکم الحوائج علی احسن الامور واھنؤھا پس قاسم تمار نے لوگوں کو دیکھا کہ بشر کے قول پر ہنس رہے ہیں پس کہا کہ بشر کا قول ایسا ہے جیسا شاعر کا یہ قول۔

ان سلیمی واللہ یکلؤھا
ضنت بشی ما کان یرزؤھا

بشر رائے میں سردار ہے اور قاسم تمار اصحاب کلام میں متقدم ہے مگر بشر کے لیے اس کا احتجاج بشر کی غلطی کی نسبت زیادہ عجیب ہے۔ بلال نے شبیب بن شیبہ سے کہا اور وہ عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر کے برخلاف اس سے مدد مانگتا تھا تو اس کو میرے آگے حاضر کر۔ پس شبیب نے کہا البتہ میں نے اس کو بلایا مگر وہ مجھ سے اس تمام کا انکار کرتا ہے' بلال نے کہا پس گناہ کل (اس سے مراد اعتراض ہے لفظ کل پر جو کل ذلک میں ہے۔ کیونکہ لفظ کل داخل نہیں ہوتا مگر اس پر جس کے افراد یا اجزاء ہوں اور مجلس حکم میں حاضر ہونا ایسا نہیں ہے۔ حاشیہ اصل) کے سبب سے ہے اور میں اہل علم وادب میں سے کسی کو نہیں جانتا مگر یہ کہ اس نے اپنے علم میں غلطی کی ہے جیسے اصمعی' ابو زید' ابو عبیدہ' سیبویہ' اخفش' کسائی' فراء' ابو عمرو الشیبانی اور جیسے ائمہ قراء و ائمہ مفسرین۔ اور لوگوں نے شعراء جاہلیت و اسلام کی معانی و اعراب کی غلطیاں پکڑی ہیں حالانکہ وہ اہل لغت ہیں اور انہی سے احتجاج کیا جاتا ہے۔ پس اصحاب حدیث اپنی خطا میں ایسے ہیں جیسے کہ دوسری قسم کے لوگ۔ علاوہ ازیں ہم اپنی کتابوں میں اکثر اہل حدیث کو ملامت کیے بغیر نہیں رہتے کہ انہوں نے معرفت و تفقہ احادیث کو چھوڑا ہوا ہے اور ایک حدیث کو دس یا بیس طریقوں سے طلب کرنے پر ٹوٹ پڑے ہیں (حالانکہ ایک صحیح طریق یا دو میں کفایت ہے اس شخص کے لیے جس کا مطلوب اپنے علم سے اللہ عزوجل ہے) یہاں تک کہ ان کی

عمریں منقضی ہو جاتی ہیں اور وہ اس سے عہدہ برآ نہیں ہوتے مگر ایسے سفروں سے جو طالب کو تھکا دیتے ہیں اور وارث کو فائدہ نہیں دیتے۔ پس جو شخص اہل حدیث کے اس طبقہ سے ہے وہ ہمارے نزدیک اپنے نصیب کو ضائع کرنے والا ہے اور اس امر میں مشغول ہونے والا ہے کہ دوسرا کام اس کی نسبت اس کے لیے زیادہ مفید ہے۔ اور معترضین اہل حدیث کو حشویہ ونابتہ و مجبرہ کے القاب دیتے ہیں اور بعض دفعہ اہل حدیث کو جبریہ کہتے ہیں اور ان کا نام گھاس پھونس و فرومایہ رکھتے ہیں۔

عبارت بالا سے بنارسی کے اعتراض کا جواب ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر قابل غور ہے کہ اہل حدیث کے حامی ابن قتیبہ تو محدثین کو عدم تفقہ پر ملامت کر رہے ہیں مگر بنارسی تفقہ کو گناہ کبیرہ بتاتا ہے۔

عاب التفقه قوم لا عقول لهم
وما عليه اذا عابوه من ضرر
ما ضر شمس الضحى و الشمس طالعة
ان لا يرى ضوءها من ليس ذا بصر

قال البنارسی

اب دیکھو کہ باوجود اس کے امام صاحب کو مجتہد مانا جاتا ہے (حالانکہ شرائط ان میں بالکل مفقود تھے جیسا کہ آگے ہم بیان کریں گے۔ انشاءاللہ) امام جعفر صادقؒ (جن کو امام صاحب کا مربی اور استاد بتایا جاتا ہے ان) کے چند سوالات کے مقابلہ میں امام صاحب کی فقہ و اجتہاد کسی نے بھی کام نہیں دیا۔ اعلام الموقعین ص ۹۳ میں ہے ثم قال (ای جعفر) لابی حنيفة اخبرني عن كلمة اولها شرك وآخرها ايمان فقال لا ادري قال جعفر هي لا اله الا الله فلو قال لا اله ثم امسك كان مشركا فهذه كلمة اولها شرك وآخرها ايمان ثم قال ...

قتل النفس التی حرم اللہ او الزنا قال بل قتل النفس فقال لہ جعفر ان اللہ قد رلک فی قتل النفس شاھدین و لم یقبل فی الزنا الا اربعۃ فکیف یقوم لک قیاس ثم قال ایھما اعظم عنداللہ الصوم او الصلوۃ قال بل الصلوۃ قال فما بال المراۃ اذا حاضت تقضی الصیام و لا تقضی الصلوۃ اتق اللہ یا عبداللہ و لا تقس فان اول من قاس ابلیس - انتھی

(ابن شبرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق کا دوست تھا۔ ایک روز میں ان کے پاس آتا تھا کہ میرے ساتھ ابو حنیفہ بھی ہو لیے۔ میں نے وہاں پہنچ کر ان پر سلام کیا ابو حنیفہ کا انٹرویوس (تعارف) کرایا۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ یہ وہی ہے جو دین میں رائے سے قیاس کرتا ہے؟ ارے نعمان بن ثابت اچھا ذرا تیرا قیاس دیکھوں یہ کہہ کر ابو حنیفہ سے کہا کہ اچھا مجھے ایسا کلمہ بتلا جس کا اول شرک ہو اور آخر اس کا ایمان۔ ابو حنیفہ بولے "مجھے نہیں معلوم" (یہاں منہ پر جھریاں پڑنے لگیں) امام جعفر نے فرمایا کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔ اگر کوئی صرف لا الہ (یعنی کوئی بھی معبود نہیں ہے) کہہ کر رک جائے (آگے کا جملہ نہ کہے) تو وہ مشرک ہو گا۔ پس یہی وہ کلمہ ہے جس کا اول شرک ہے اور آخر اس کا ایمان۔ پھر امام جعفر نے فرمایا خرابی ہو تیری (اللہ اکبر! یہ بددعا) اچھا یہ بتلا کہ اللہ کے نزدیک کون سا گناہ زیادہ بڑا اور اعظم ہے (کیونکہ تم بھی تو امام اعظم بنتے ہو) نفس کا قتل کرنا یا زنا کرنا؟ ابو حنیفہ (ڈرتے ہوئے) بولے "نفس کا قتل کرنا" امام جعفر نے فرمایا کہ اللہ نے قتل نفس میں دو شاہد بتلائے ہیں اور شہادت زنا بغیر چار شاہد کے مقبول ہی نہیں۔ یہاں آپ کیا قیاس کریں گے۔ (ابو حنیفہ خاموش! صدائے برنخاست! آخر یہاں حضرت قیاس میاں کیسا دال پیش دو چلدو ہو گئے) پھر امام جعفر نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اللہ کے یہاں مرتبہ نماز کا اعظم ہے یا روزہ کا (آخر آپ بھی تو اعظم ہی ہیں) ابو حنیفہ بولے کہ نماز کا۔ امام جعفر نے فرمایا کہ پھر عورت حیض والی ہو تو روزہ کی قضا کرے اور نماز

کی نہیں۔ (ابو حنیفہ کی فقہ بر سر طاق) اس پر امام جعفر نے فرمایا کہ اے خدا کے بندے خدا سے ڈر اور قیاس مت کر۔ کیونکہ پہلے پہل ابلیس نے قیاس کیا تھا (جب خدا نے اس کو سجدہ کا حکم دیا تو کہنے لگا کہ میں بہتر ہوں کیونکہ میں آگ سے پیدا ہوں اور آدم مٹی سے) اس کو مولانا روم نے یوں کہا ہے۔

اول آنکس کایں قیاسکها نمود
پیش انوار خدا ابلیس بود

گویا امام جعفر نے ابو حنیفہ کو قیاس کی بابت یوں نصیحت کیا۔

رنگ لائے گا یہ اک دن آپ کا رنگ حنا
او ستمگر پاؤں کو مہندی لگانا چھوڑ دے

ایک اور روایت کشاجم کی ہے کہ انہیں امام جعفر صادق نے امام ابو حنیفہ سے ایک اور سوال کیا تھا اس کا بھی جواب نہ دے سکے تھے۔ چنانچہ ابن خلکان جلد اول ص ۱۰۵ میں ہے ان جعفر المذکور سال ابا حنیفۃ فقال ما تقول فی محرم کسر رباعیۃ ظبی فقال یا ابن رسول اللہ ما اعلم ما فیہ فقال لہ انت تتداھی و لا تعلم ان الظبی لا یکون لہ رباعیۃ وھی ثنی ابدا انتھی۔ یعنی امام جعفر نے ابو حنیفہ سے پوچھا کہ محرم شخص اگر ہرن کے رباعیہ (وہ دانت جو آگے کے دانت اور جوبھڑ کے درمیان میں ہوتا ہے) اس کو توڑ ڈالے اس کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ ابو حنیفہ بولے اے اولاد رسول اللہ مجھے نہیں معلوم کہ اس میں کیا حکم ہے (دیکھو بے علمی امام صاحب کی) امام جعفر نے فرمایا کہ تو بڑا فخر کرتا ہے (اپنے علم کا) اور اتنا نہیں جانتا کہ ہرن کو رباعیہ دانت نہیں ہوتا اس کو تو صرف آگے کا دو دانت ہوا کرتا ہے۔ اھ۔ (ص ۹-۱۰)

قال الرافضی

در حیوٰۃ الحیوان گفتہ قال ابن شبرمۃ دخلت انا و ابو حنیفۃ علی جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ ثم قال لابی حنیفۃ

اخبرنی عن کلمة اولها شرك و آخرها ایمان ما هی قال لا ادری قال جعفرؒ هی کلمة لا اله الا الله فلو قال لا اله ثم سکت کان شرکا ثم قال ویحك ایما اعظم عند الله اثما قتل النفس التی حرم الله عزو جل بغیر حق او الزنا قال بل قتل النفس فقال جعفرؒ ان الله قد قبل فی قتل النفس شهادة شاهدین و لم یقبل فی الزناء الا اربعة فانی یقوم لك القیاس ثم قال ایما اعظم عند الله الصوم او الصلوة قال الصلوة قال فما بال الحائض تقضی الصوم و لا تقضی الصلوة اتق الله یا عبدالله و لا تقس الدین برایك فانا نقف غدا و من خالفنا بین یدی الله فنقول قال الله تعالی و قال رسول الله صلی اللہ علیه وسلم و تقول انت و اصحابك سمعنا و راینا فیفعل الله تعالی بنا وبکم ما شاء۔

(استقصاء الافحام ص ۳۲۲-۳۲۳)

یہی رافضی دوسری جگہ لکھتا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام ابو حنیفہ را در مسئلہ سہلہ عاجز و ساکت و ملزم و مفحم ساختہ و ابو حنیفہ بمرتبہ دانشمند و زیرک بودہ کہ این ہم ندانستہ کہ ظبی را چہار دندان نمے باشد بلکہ او را ہمیشہ دو دندان نے باشد و اصل الفاظ ابن خلکان بہ ترجمہ جعفر صادق علیہ السلام این است۔ و حکی کشاجم فی کتاب المعائد و المطارد ان جعفر المذکور سال اباحنیفة فقال ما تقول فی محرم کسر رباعیة ظبی فقال یابن رسول الله ما اعلم ما فیه فقال له انت تتداهی و لا تعلم ان الظبی لا یکون له رباعیة و هی ثنی ابدا۔

اقول

امام صاحب اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے عن ابی حنیفۃ قال مارایت افقہ من جعفر بن محمد (تذکرہ الحفاظ، جلد اول، ص ۱۵۰) یعنی امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں نے (اہل بیت میں) امام جعفر بن محمد سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ علامہ کردری نے یوں لکھا ہے:

(و بہ عن عبد المجید) بن عبد العزیز بن ابی رواد قال کنا مع جعفر بن محمد فی الحجر فجاء الامام فسلم وسلم علیہ جعفر و عانقہ و سایلہ عن الخدم فلما قام قال قائل یا ابن رسول اللہ ھل تعرفہ قال مارایت احمق منک اسالہ عن الخدم و تقول ھل تعرفہ ھذا ابو حنیفۃ افقہ اھل بلدہ۔

(مناقب الامام الاعظم للکردری، جز اول، ص ۹۳)

سند مذکور کے ساتھ عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد سے روایت ہے کہ اس نے کہا ہم امام جعفر بن محمد کے ساتھ حطیم میں تھے۔ پس امام ابو حنیفہ آئے۔ آپ نے سلام کہا۔ امام جعفر نے سلام کا جواب دیا اور امام صاحب کے ساتھ معانقہ کیا اور آپ کے خادموں کا حال پوچھا۔ جب امام صاحب اٹھے تو کسی نے کہا اے فرزند رسول اللہ! کیا آپ ان کو جانتے ہیں۔ امام جعفر نے فرمایا میں نے تجھ سے زیادہ بے وقوف نہیں دیکھا۔ میں تو ان سے ان کے خادموں کا حال پوچھتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ آپ ان کو جانتے ہیں۔ یہ امام ابو حنیفہ ہیں جو اپنے اہل شہر میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔

علامہ موفق و کردری کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی (تہذیب التہذیب، جزء ثانی ص ۱۰۳) نے بھی امام جعفر صادق کو امام صاحب کے شیوخ میں شمار کیا ہے۔ بہرحال ہر دو

امام بلحاظ علم ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے۔ امام صاحب تو افقہ اہل الارض تھے جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ کیا افقہ اہل الارض کو بر تقدیر وقوع قصہ اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ قیاس جو منجملہ ادلہ اربعہ ہے وہ کون سا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب بوجہ تبحر علمی محسود زمان تھے۔ آپ کے حاسدوں اور دشمنوں نے آپ کو بدنام کرنے کے لیے عجیب و غریب قصے گھڑ لیے ہیں۔

چنانچہ شیعہ کی نہایت مشہور کتاب اصول کافی کلینی (مطبوعہ نو لکشور، ص ۳۲) میں ہے:

علی بن ابراھیم عن ابیہ عن احمد بن عبداللہ العقیلی عن عیسی بن عبداللہ القرشی قال دخل ابو حنیفۃ علی ابی عبداللہ فقال لہ یا ابا حنیفۃ بلغنی انک تقیس قال نعم قال لا تقس فان اول من قاس ابلیس حین قال خلقتنی من نار و خلقتہ من طین فقاس مابین النار و الطین و لو قاس نوریۃ آدم بنوریۃ النار عرف فضل مابین النورین و صفاء احدھما علی الاخر۔

(بحذف اسناد) عیسیٰ بن عبداللہ قرشی کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس امام صادق نے ان سے کہا اے ابو حنیفہ مجھے خبر ملی ہے کہ تو قیاس کرتا ہے۔ ابو حنیفہ نے فرمایا ہاں۔ امام صادق نے کہا کہ تو قیاس نہ کر۔ کیونکہ پہلے جس نے قیاس کیا، وہ شیطان تھا جس وقت کہ اس نے کہا "تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے" پس شیطان نے آگ اور مٹی کے درمیان نسبت کا لحاظ کیا اور اگر وہ آدم کی نوریت کو آگ کی نوریت کے ساتھ ملاحظہ کرتا تو ہر دو نوریت کے درمیان تفاوت کو اور ایک کی صفائی کی زیادتی کو دوسرے پر پہچان جاتا۔

اعلام الموقعین کا قصہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ اگر اس کی کچھ اصل ہے تو فقط اسی قدر جو امام عبدالوہاب شعرانی کی مشہور تصنیف کتاب المیزان، (جزء اول، ص ۵۶) میں مذکور ہے۔ اور وہ یہ ہے:

وکان ابو مطیع یقول کنت یوما عند الامام ابی حنیفة فی جامع الکوفة فدخل علیه سفیان الثوری ومقاتل بن حیان وحماد بن سلمة وجعفر الصادق وغیرهم من الفقهاء فکلموا الامام ابا حنیفة وقالوا قد بلغنا انک تکثر من القیاس فی الدین وانا نخاف علیک منه فان اول من قاس ابلیس فناظرهم الامام من بکره نهار الجمعة الی الزوال وعرض علیهم مذهبه وقال انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنة ثم باقضیة الصحابة مقدما ما اتفقوا علیه علی ما اختلفوا فیه وحینئذ اقیس فقاموا کلهم وقبلوا یده ورکبته وقالوا له انت سید العلماء فاعف عنا فیما مضی منا من وقیعتنا فیک بغیر علم فقال غفر الله لنا ولکم اجمعین۔

ابو مطیع کہتے تھے کہ میں ایک روز کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابو حنیفہ کے پاس تھا۔ پس سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن مسلمہ اور جعفر صادق وغیرہ فقہاء آپ کے پاس آئے اور وہ امام ابو حنیفہ سے کلام کرنے لگے۔ انہوں نے کہا ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تو دین میں قیاس زیادہ کرتا ہے۔ ہمیں اس سے تجھ پر ڈر ہے۔ کیونکہ پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ پس امام صاحب نے جمعہ کے دن کی صبح سے زوال تک ان کے ساتھ مناظرہ کیا۔ اور

ان پر اپنا مذہب پیش کیا اور فرمایا کہ میں قرآن پر عمل کرنے کو مقدم رکھتا ہوں پھر حدیث پر۔ پھر صحابہ کے فیصلوں پر متفق علیہ کو مختلف فیہ پر مقدم کر کے۔ تب میں قیاس کرتا ہوں۔ اس پر سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور امام صاحب کے ہاتھ اور زانو کو بوسہ دے کر کہنے لگے آپ سید العلماء ہیں۔ بے خبری میں ہم سے جو پہلے آپ کے حق میں بدگوئی وقوع میں آئی آپ ہمیں معاف کر دیں۔ امام صاحب نے فرمایا اللہ ہمیں اور تمہیں سب کو معاف کر دے۔

شیخ ابن حجر ہیتمی مکی خیرات الحسان (الفصل الحادی عشر، ص ۳۰) میں لکھتے ہیں:

و سمعه رجل يقايس اخر في مسئلة فصاح دعوا هذه المقايسة فان اول من قاس ابليس فاقبل ابو حنيفة فقال يا هذا وضعت الكلام في غير موضعه ابليس رد بقياسه على الله تعالى امره كما اخبر تعالى عنه في كتابه فكفر بذلك و قياسنا اتباع لامر الله تعالى لانا نرده الى كتابه و سنة رسوله او اقوال الائمة من الصحابة و التابعين فنحن ندور حول الاتباع فكيف نساوي ابليس لعنه الله فقال له الرجل غلطت و تبت فنور الله قلبك كما نورت قلبي۔

ایک شخص نے امام صاحب کو سنا کہ کسی دوسرے سے ایک مسئلہ میں مقایسہ کر رہے تھے۔ پس وہ شخص چلایا کہ اس مقایسہ کو چھوڑ دو کیونکہ پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اس پر امام ابو حنیفہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے فلاں! تو نے اس کلام کو بیجا استعمال کیا ہے۔ شیطان نے اپنے قیاس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو رد کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible]

میں اس کی خبر دی ہے۔ لہٰذا وہ کافر ہو گیا اور ہمارا قیاس امر الٰہی کا اتباع ہے۔ کیونکہ ہم اس کو اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کی سنت یا ائمہ صحابہ و تابعین میں سے کسی کے قول کی طرف راجع کرتے ہیں۔ پس ہم اتباع کے گرد پھرتے ہیں۔ ہم شیطان لعنہ اللہ کے برابر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس پر شخص مذکور نے عرض کی کہ میں نے غلطی کی اور میں توبہ کرتا ہوں۔ اللہ آپ کے دل کو روشن کرے جیسا کہ آپ نے میرے دل کو روشن کیا۔

شیخ ابن حجر کی عبارت سے ظاہر ہے کہ قیاس باطل مذموم ہے نہ کہ قیاس صحیح۔ قیاس باطل ہی کی نسبت امام صاحب نے فرمایا ہے **البول فی المسجد احسن من بعض قیاسھم** (اعلام الموقعین، ص ۹۴) یعنی مسجد میں پیشاب ان کے بعض قیاس سے بہتر ہے۔

ہم انشاء اللہ بحث اجتہاد میں قیاس صحیح کا ثبوت قرآن و حدیث و اجماع سے دیں گے۔ یہاں بیان بالا کی تائید میں صرف دو حوالہ اور پیش کیے جاتے ہیں۔ امام ابن قیم حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) اعلام الموقعین ص ۲۳ میں لکھتے ہیں:

فالرأی ثلاثۃ اقسام رای باطل بلا ریب و رای صحیح و رأی ھو موضع الاشتباہ و الاقسام الثلاثۃ قد اشار الیھا السلف فاستعملوا الرأی الصحیح و عملوا بہ و افتوا بہ و سوغوا القول بہ و ذموا الباطل و منعوا من العمل و الفتیا و القضاء بہ و اطلقوا السنتھم بذمہ و ذم اھلہ و القسم الثالث سوغوا العمل و الفتیا و القضاء بہ عند الاضطرار الیہ حیث لا یوجد منہ بدو لم یلزموا احدا العمل بہ و لم یحرموا مخالفتہ و لا جعلوا مخالفہ مخالفا للدین بل غایتہ انھم خیروا بین

قبولہ و ردہ فھو بمنزلۃ ما ابیح المضطر من الطعام و الشراب الذی یحرم عند عدم الضرورۃ الیہ۔

پس رائے کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) رائے جس کے باطل ہونے میں کوئی شک نہ ہو۔ (۲) رائے صحیح اور (۳) رائے جو محل اشتباہ ہو۔ ان تینوں قسموں کی طرف سلف نے اشارہ کیا ہے۔ پس رائے صحیح سے انہوں نے کام لیا ہے اور اس کے مطابق عمل کیا ہے اور فتویٰ دیا ہے اور اس کے ساتھ قائل ہونے کو جائز رکھا ہے۔ اور رائے باطل کی مذمت کی ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے اور فتویٰ دینے اور حکم لگانے سے منع فرمایا ہے اور اس کی اور اس کے اہل کی مذمت میں اپنی زبانیں کھولی ہیں۔ اور رائے کی تیسری قسم کے مطابق عمل کرنے اور فتویٰ دینے اور حکم لگانے کو اضطرار کے وقت جہاں کوئی چارہ نہ ہو جائز رکھا ہے اور اس پر عمل کرنا کسی پر لازم نہیں کیا۔ اور اس کی مخالفت کو حرام نہیں کیا اور نہ اس کے مخالف کو دین کا مخالف قرار دیا ہے بلکہ غایت امر یہ ہے کہ اس کے قبول ورد کرنے میں اختیار دیا ہے۔ پس یہ قسم ثالث بمنزلہ اس طعام و شراب کے ہے جو مضطر کے لیے مباح ہے مگر عدم ضرورت کے وقت حرام ہے۔

مصنف منہاج الکرامہ نے بھی جو رافضی تھا' قیاس و رائے پر اعتراض کیا ہے۔ اس کا جواب جمہور کی طرف سے علامہ ابن تیمیہ حنبلی (متوفی ۷۲۸ھ) نے منہاج السنہ (جزء ثانی' ص ۹۲) میں یوں دیا ہے:

قد ثبت عن الصحابۃ انھم قالوا بالرأی و اجتھاد الرأی و قاسوا کما ثبت عنھم ذم ما ذموہ من القیاس قالوا و کلا القولین صحیح فالمذموم القیاس المعارض للنص کقیاس

الذین قالوا انما البیع مثل الربا و قیاس ابلیس الذی عارض به امر الله بالسجود لادم و قیاس المشرکین الذین قالوا تاکلون ما قتلتم ولا تاکلون ما قتله الله تعالی وان الشیاطین لیوحون الی اولیائهم لیجادلوکم و ان اطعتموهم انکم لمشرکون و کذلک القیاس الذی لا یکون الفرع فیه مشارکا للاصل فی مناط الحکم فالقیاس یذم اما لفوات شرطه وهو عدم المساواة فی مناط الحکم واما لوجود مانعه و هو النص الذی یجب تقدیمه علیه و ان کانا متلازمین فی نفس الامر فلا یفوت الشرط الا و المانع موجود و لا یوجد المانع الا والشرط مفقود و اما القیاس الذی یستوی فیه الاصول و الفرع فی مناط الحکم و لم یعارضه ماهو ارجح منه فهذا هو القیاس الذی لا یمتنع۔

بے شک صحابہ سے یہ امر ثابت ہے کہ وہ رائے اور اجتہاد رائے کے قائل ہیں اور انہوں نے قیاس کیا ہے جیسا کہ ان سے قیاس کی مذمت ثابت ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ یہ دونوں قول صحیح ہیں۔ پس مذموم وہ قیاس ہے جو نص کا مخالف ہو جیسا کہ قیاس ان لوگوں کا جنہوں نے کہا کہ بیع تو صرف ربا کی مثل ہے اور جیسا کہ قیاس شیطان کا جس کے ساتھ اس نے اللہ کے اس حکم کی مخالفت کی کہ تم آدم کو سجدہ کرو۔ اور جیسا کہ قیاس مشرکین کا جنہوں نے کہا کہ تم اپنے مارے ہوئے کو کھا لیتے ہو اور اللہ کے مارے ہوئے کو نہیں کھاتے۔ اور شیاطین البتہ اپنے اولیاء کی طرف وحی کرتے ہیں تا کہ وہ

تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بے شک تم مشرک ہو۔
اور ایسا ہی وہ قیاس ہے کہ جس میں فرع اپنے اصل کے ساتھ علت حکم میں مشارک نہ ہو۔ پس قیاس مذموم ہوتا ہے یا تو شرط کے فوت ہونے کے سبب اور وہ علت حکم میں مساوات کا نہ ہونا ہے' یا مانع پائے جانے کے سبب اور وہ نص ہے جس کی تقدیم قیاس پر واجب ہے اگرچہ ہر دو نفس الامر میں متلازم ہوں۔ پس شرط فوت نہیں ہوتی مگر جبکہ مانع موجود ہو اور مانع نہیں پایا جاتا مگر جبکہ شرط مفقود ہو لیکن وہ قیاس جس میں اصل و فرع علت حکم میں مساوی ہوں اور اس کے معارض نہ ہو وہ جو اس سے راجح ہو پس یہ وہ قیاس ہے جو ممنوع نہیں۔

قال البنارسی

یہ تو حال ہے امام ابو حنیفہ کی فقہ کا۔ افسوس اس برتے پر تتا پانی۔ اسی عدم علم و فقاہت پر یوں کہا جاتا ہے۔

لقد زان البلاد و من علیها
امام المسلمین ابو حنیفة

آہ سچ تو یہ ہے جو کسی نے کہا ہے۔

فکم من فرج محصنة عفیف
احل حرامه بابی حنیفة

اقول

امام صاحب کے فقیہ بلکہ افقہ اہل الارض ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ ہم معتبر شہادتوں سے ثابت کر آئے ہیں لقد زان البلاد (الخ) یہ شعر حضرت عبداللہ بن مبارک کا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے محمد بن احمد حنبلی موصلی کی کتاب "غایة الاختصار فی مناقب الاربعة ائمة الامصار" کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ عن سوید بن سعید المروزی قال سمعت ابن

المبارک یقول۔

لقد زان البلاد و من علیها
امام المسلمین ابو حنیفه

البتہ زینت دی شہروں اور شہر والوں کو مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ نے۔

باثار و فقه فی حدیث
کاثار الزبور علی الصحیفه

ساتھ احادیث اور فقہ حدیث کے جیسے نقوش کتابی کاغذ پر۔

فما فی المشرقین له نظیر
ولا بالمغربین ولا بکوفه

پس نہیں دو مشرقوں میں آپ کا کوئی نظیر اور نہ دو مغربوں میں اور نہ کوفہ میں۔

رایت القامعین له سفاها
خلاف الحق مع حجج ضعیفه

میں نے دیکھا طاعنین امام کو بے عقل خلاف حق کمزور دلائل والے۔

(تبییض الصحیفہ، ص ۲۹)

فکم من فرج محصنة (الخ) یہ شعر اصحاب حدیث میں سے کسی حاسد کا ہے۔ چنانچہ امام ابن قتیبہ دینوری نے لکھا ہے ولی اسماعیل بن حماد قضاء البصرة للمامون و مدحه مساور فقال۔

اذا ما الناس یوما قایسونا
بآبدة من الفتیا طریفه
آتیناهم بمقیاس صحیح
تلاد من طراز ابی حنیفه

اذا سمع الفقیه بها و عاها
و اثبتها بحبر فی صحیفه

فاجاب مجیب من اصحاب الحدیث:

اذا ذوالرای خاصم عن قیاس
و جاء ببدعة هنة سخیفه
اتیناهم بقول الله فیها
و آثار مبرزة شریفه
فکم من فرج محصنه عفیف
احل حرامه بابی حنیفه

(کتاب المعارف، مطبوعہ مصر، ص ۱۶۹)

اب خیال کیجئے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک، وہ عبداللہ بن مبارک (ان اقوال کے لیے دیکھو تذکرۃ الحفاظ للذہبی مجلد اول خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب للعسقلانی جزء خامس) جنہوں نے چار ہزار شیوخ سے حدیث پڑھی جن میں سے ایک ہزار سے روایت کی۔ وہ عبداللہ بن مبارک جن کی نسبت شعبہ کا قول ہے کہ ابن مبارک کا مثل ہمارے پاس نہیں آیا۔ وہ عبداللہ بن مبارک جن کی نسبت ابو اسحاق فزاری نے کہا ہے کہ وہ امام المسلمین ہیں۔ وہ عبداللہ بن مبارک جن کی نسبت اسماعیل بن عیاش نے فرمایا کہ روئے زمین پر ابن مبارک کا مثل نہیں ہے۔ وہ عبداللہ بن مبارک جن کی نسبت ابو اسامہ نے کہا کہ وہ حدیث میں امیر المومنین ہیں۔ وہ عبداللہ بن مبارک جن کی نسبت عباس بن مصعب کا قول ہے کہ وہ حدیث و فقہ و عربیت و ایام الناس و شجاعت و سخاوت کے جامع ہیں۔ ایسے امام جلیل الشانؒ کے قول کو تو بنارسی نے جھوٹ کہہ دیا۔ اور اصحاب حدیث میں سے کسی نامعلوم الاسم کے قول کو سچ بتا دیا۔ کیا انصاف کا مقتضا یہی ہے۔

امام صاحب کو اللہ تعالیٰ نے وہ دقت نظر عطا فرمائی تھی کہ مخالفین کو بھی بجز اعتراف چارہ نہ تھا۔ امام ابن قتیبہ دینوری نے آپ کو فتویٰ اور دقت نظر میں یگانہ روزگار لکھا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اور قاضی حسین بن محمد مالکی نے بحوالہ ربیع الابرار لکھا ہے کان الثوری اذا سئل عن مسالة دقیقة قال لا یحسن ان یتکلمه فیها الا رجل قد حسدناه یعنی ابا حنیفه (تاریخ خمیس جزء ثانی، ص۳۶۵) یعنی امام ثوری سے جب کوئی باریک مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا تو فرماتے تھے اس میں کلام کرنا نہیں جانتا مگر وہ شخص جس سے ہم حسد کرتے ہیں یعنی ابو حنیفہ۔ انتہی۔ لہٰذا حساد جب نکاح و طلاق کے دقیق مسائل میں امام صاحب کا فتویٰ سنا کرتے تھے تو بے سوچ کہہ دیا کرتے تھے کہ امام صاحب تو یونہی فروج کو حلال کر دیتے ہیں مگر جب امام صاحب سے ان مسائل میں ان کا پالا پڑتا تھا تو بجز تسلیم کچھ نہ بن پڑتا تھا۔ چنانچہ امام فخر رازی نے ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے:

قال رجل لابی حنیفة انی حلفت لا اکلم امراتی حتی تکلمنی و حلفت بصدقة ما تملك ان لا تکلمنی او اکلمها فتحیر الفقهاء فیه فقال سفیان من کلم صاحبه حنث فقال ابو حنیفة اذهب و کلمها و لا حنث علیکما فذهب الی سفیان و اخبره بما قال ابو حنیفة فذهب الی ابی حنیفة مغضبا و قال تبیح الفروج فقال ابو حنیفة ما ذاك قال سفیان اعیدوا علی ابی حنیفة السوال فاعادوها و اعاد ابو حنیفة الفتوی فقال من این قلت قال لما شافهته بالیمین بعد ما حلف کانت مکلمة فسقطت یمینه و ان کلمها فلا حنث علیه و لا علیها لانه قد کلمها بعد

الیمین فسقطت الیمین عنھما قال سفیان انہ لیکشف لک من العلم عن شئی کلنا عنہ غافل۔

(تفسیر کبیر، مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۴۱۱)

ایک شخص نے امام ابو حنیفہ سے کہا میں نے قسم کھالی ہے کہ اپنی عورت سے کلام نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ مجھ سے کلام کرے اور عورت نے اپنی تمام ملک کے صدقہ کرنے پر قسم کھالی ہے کہ وہ مجھ سے کلام نہ کرے گی یہاں تک کہ میں اس سے کلام کروں۔ پس اس مسئلے میں فقہاء حیران رہے۔ سفیان ثوری نے کہا جو اپنے ساتھی سے کلام کرے گا، وہ حانث ہو گا۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا جا اور اپنی عورت سے کلام کر اور دونوں میں سے کوئی بھی حانث نہ ہو گا۔ وہ شخص امام سفیان کے پاس گیا اور اسے امام ابو حنیفہ کے قول کی خبر دی۔ پس سفیان غصہ کی حالت میں امام ابو حنیفہ کے پاس گئے اور کہا تو فروج کو مباح کر دیتا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ سفیان نے کہا امام ابو حنیفہ کے سامنے سوال کا اعادہ کرو۔ پس انہوں نے اسی سوال کا اعادہ کیا اور امام ابو حنیفہ نے پھر وہی فتویٰ دیا۔ سفیان نے پوچھا کہ آپ نے یہ کس دلیل سے کہا۔ امام صاحب نے فرمایا جب اس شخص کی قسم کے بعد اس کی عورت نے اس کے سامنے قسم کھائی تو وہ کلام کرنے والی ہو گئی۔ پس اس شخص کی یمین ساقط ہو گئی۔ اگر وہ عورت سے کلام کرے گا تو دونوں میں سے کوئی بھی حانث نہیں کیونکہ اس نے عورت کی یمین کے بعد اس سے کلام کی ہے۔ پس ان دونوں سے یمین ساقط ہو گئی۔ سفیان نے کہا آپ پر علم کی ایسی باتیں منکشف ہوتی ہیں جن سے ہم سب غافل ہیں۔

میاں بنارسی اب بولیے، سچ کیا ہے۔

قال البنارسی

غرض میں اپنی مختصر تحریر میں امام ابو حنیفہ کے علم و فقاہت کی بابت کہاں تک لکھتا جاؤں۔ منصف مزاج کو اتنا ہی کافی ہے۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ جس شخص کا علم صرف رائے ہی رائے ہو اس کی بابت یوں کہنا کہ امام ابو حنیفہ کے شرائط رواۃ میں بہت دوشت تھے' کوہ کندن و کاہ بر آوردن کا مصداق ہے یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جس شخص نے علم قرآن و حدیث سیکھا ہی نہیں بلکہ اس کے سیکھنے سے صاف انکار کر دیا تو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ان کو حدیث معلوم تھی۔ اجی ابن خلدون نے تو بڑی مہربانی کی کہ لکھ دیا "امام ابو حنیفہ کو سترہ پہنچی تھی" ہم کہتے ہیں کہ ایک بھی نہیں پہنچی تھی۔ بلکہ امام صاحب حدیث سے ایسے کورے تھے جیسے کوئی مہاتما گاؤ گوشت سے بلکہ اس کے بھاؤ سے۔ ہمارے حنفی بھائی ہمیں معذور تصور کریں کیونکہ ہم اس قول کے کہنے پر محض ان واقعات کے سبب سے مجبور ہیں جس کو خود احناف ہی (جیسے طحطاوی حنفی وغیرہ) نے لکھے ہیں جن کی حکایت اوپر مرقوم ہوئیں۔ پس ہماری بابت یوں سمجھیں کہ ۔

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار شد مست

اقول

قیاس و رائے اور حکایت طحطاوی کا جواب تو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اب یہاں صرف یہ دیکھنا ہے کہ بنارسی نے جو ابن خلدون کا حوالہ دیا ہے' وہ کہاں تک درست ہے۔ ابن خلدون کی عبارت یہ ہے:

واعلم ایضا ان الائمة المجتهدین تفاوتوا فی الاکثار عن هذه الصناعة والاقلال فابو حیفة رضی الله تعالی عنه یقال بلغت روایته الی سبعة عشر حدیثا او نحوها ومالک رحمه الله انما صح عنده ما فی کتاب الموطا وغایتها ثلثمائة

حدیث او نحوها و احمد بن حنبل رحمه الله
تعالی فی مسنده خمسون الف حدیث و لکل
ماأراه الیه اجتهاده فی ذلک و قد تقول بعض
المبغضین المتعسفین الی ان منهم من کان
قلیل البضاعة فی الحدیث فلهذا اقلت روایته و
لا سبیل الی هذا المعتقد فی کبار الائمة لان
الشریعة انما تؤخذ من الکتاب و السنة و من کان
قلیل البضاعة فی الحدیث فیتعین علیه طلبه و
روایته و الجد و التشمیر فی ذلک لیاخذ الذین
عن اصول صحیحة و یتلقی الاحکام عن
صاحبها المبلغ لها و انما قل منهم من قلل
الروایة لاجل المطاعن التی تعترضه فیها و
العلل التی تعرض فی طرقها سیما و الجرح مقدم
عند الاکثر فیؤدیه الاجتهاد الی ترک الاخذ بما
یعرض مثل ذلک فیه من الاحادیث و طرق
الاسانید و یکثر ذلک فتقل روایته لضعف فی
الطرق هذا مع ان اهل الحجاز اکثر روایه للحدیث
من اهل العراق لان المدینه دارالهجره و ماوی
الصحابه و من انتقل عنهم الی العراق کان
شغلهم بالجهاد اکثر و الامام ابو حنیفه انما
قلت روایته لما شدد فی شروط الروایه و التحمل
و ضعف روایة الحدیث الیقینی اذا عارضها
الفعل النفسی و قلت من اجلها روایته فقل

حدیثه لا انه ترک روایة الحدیث متعمدا فحاشاه من ذلک- و یدل علی انه من کبار المجتهدین فی علم الحدیث اعتماد مذهبه بینهم و التعویل علیه و اعتباره ردا و قبولا و اما غیره من المحدثین و هم الجمهور رفتوسعوا فی الشروط و کثر حدیثهم و الکل عن اجتهاد و قد توسع اصحابه من بعده فی الشروط و کثرت روایتهم و روی الطحاوی فاکثرو کتب مسنده-

(مقدمہ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، مطبوعہ مصر، ص ۲۶۳-۲۶۴)

اور یہ بھی جان لے کہ ائمہ مجتہدین روایت حدیث کے زیادہ اور کم کرنے میں متفاوت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی روایت سترہ یا اس کی مثل حدیثوں تک پہنچی ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک وہی حدیثیں صحیح ہیں جو کتاب موطا میں ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ تین سو یا کچھ ایسی ہی حدیثیں ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ کی مسند میں پچاس ہزار حدیثیں ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق حدیثیں روایت کی ہیں۔ بعض گمراہ دشمنوں نے تو یہاں تک افترا کیا ہے کہ ائمہ میں سے بعض حدیث میں کم پایہ تھے۔ اسی واسطے ان کی روایت کم ہے۔ ائمہ کبار کی نسبت اس اعتقاد کی کوئی سبیل نہیں کیونکہ شریعت تو کتاب و سنت سے ماخوذ ہے۔ جو شخص حدیث میں کم مایہ ہو، اس پر حدیث کی طلب و روایت اور اس میں محنت و کوشش کرنا لازم ہے تاکہ وہ دین کو صحیح اصول سے اخذ کرے اور احکام کو صاحب شریعت سے لے جو احکام کے پہنچانے والے ہیں۔ ائمہ میں سے ایسے کم ہیں جو قلیل الروایت ہیں بسبب ان مطاعن کے جو روایت میں انہیں پیش آتے ہیں اور بسبب ان علل کے جو روایت کے طریقوں میں

پیش آتے ہیں خصوصاً جبکہ جرح اکثر کے نزدیک مقدم ہے پس ان کا اجتہاد ان کو ان احادیث و طرق اسانید کے ترک کرنے کی طرف لے جاتا ہے جن میں ایسے امور پیش آتے ہیں اور ایسا بکثرت ہوتا ہے۔ پس طرق میں ضعف کے سبب ان کی روایت کم ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اہل حجاز عراق والوں کی نسبت حدیث کی روایت زیادہ کرنے والے ہیں کیونکہ مدینہ دار ہجرت اور صحابہ کرام کا ملجاو ماوا تھا۔ اور ان میں سے جو عراق کو چلے گئے' وہ زیادہ تر جہاد میں مشغول رہتے تھے۔ اور امام ابو حنیفہ کی روایت تو اس لیے کم ہے کہ انہوں نے شروط روایت و تحمل میں تشدد کیا ہے اور حدیث یقینی کی روایت کو ضعیف کہا ہے جبکہ فعل نفسی اس کا معارض ہو۔ اس سبب سے ان کی روایت کم ہوئی۔ پس ان کی حدیث کم ہوئی۔ یہ بات نہیں کہ انہوں نے عمداً حدیث کی روایت کو ترک کر دیا۔ پس امام صاحب اس سے بعید ہیں۔ علم حدیث میں امام صاحب کے مجتہدین کبار میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کے درمیان آپ کے مذہب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور رد و قبول میں اس کا اعتبار کیا جاتا ہے مگر امام صاحب کے سوا دیگر محدثین (اور وہ جمہور ہیں) نے شروط میں نرمی کر دی اور ان کی حدیث زیادہ ہو گئی۔ یہ سب اجتہاد سے ہے۔ امام صاحب کے بعد آپ کے اصحاب نے شروط میں نرمی کر دی اور ان کی روایت زیادہ ہو گئی۔ چنانچہ طحاوی نے روایت کی اور اپنی مسند لکھی۔

علامہ ابن خلدون کی عبارت بالا سے امور ذیل معلوم ہوئے:

اول: سترہ حدیثوں کی روایت ضعیف ہے جیسا کہ صیغہ مجہول یقال سے ظاہر ہے۔

دوم: امام ابو حنیفہؒ علم حدیث میں مجتہدین کبار میں سے ہیں۔

سوم: امام ابو حنیفہؒ قلیل الروایہ ہیں جس کی وجہ شروط روایت میں ان کا تشدد ہے۔

اب بنارسی کی لیاقت کو دیکھیے۔ جس نے یقال بلغت روایتہ الی

سبعۃ عشر حدیثا کے یہ معنے کیے ہیں کہ "امام ابو حنیفہؒ کو سترہ حدیث پہنچی تھی" اس بے چارے کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ حدیث کا جاننا اور ہے اور اس کی روایت شئے دیگر۔ شروط روایت میں تشدد کے علاوہ اشتغال فی الفقہ بھی امام صاحب کی قلت روایت کا باعث تھا۔ یہ قلت روایت کسی طرح مذموم نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ صحابہ کرام کے حالات کا مطالعہ کیجئے۔ ان میں سے بعض قلیل الروایہ بلکہ عدیم الروایہ تھے اور بعض کثیر الروایہ۔ چنانچہ امام ابن قتیبہ دینوری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کثرت روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و كانت عائشة رضى الله عنها اشدهم انكارا عليه لتطاول الايام بها و به و كان عمر ايضا شديدا على من اكثر الرواية او اتى بخبر فى الحكم لا شاهد له عليه و كان يامرهم بان يقلوا الرواية يريد بذلك ان لا يتسع الناس فيها و يدخلها الشوب و يقع التدليس و الكذب من المنافق و الفاجر و الاعرابى و كان كثير من جلة الصحابة و اهل الخاصة برسول الله ﷺ كابى بكر و الزبير و ابى عبيدة و العباس ابن عبد المطلب يقلون الرواية عنه بل كان بعضهم لا يكاد يروى شيئا كسعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل و هو احد العشرة المشهود لهم بالجنة و قال على رضى الله عنه كنت اذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم حديثا نفعنى الله بما شاء منه و اذا حدثنى عنه محدث استحلفته فان حلف لى صدقته و ان ابابكر حدثنى و صدق

ابو بکر ثم ذکر الحدیث۔

(کتاب تاویل مختلف الحدیث، ص ۴۸-۴۹)

اور حضرت عائشہؓ حضرت ابو ہریرہؓ کو سب صحابہ سے سخت برا کہنے والی تھیں کیونکہ دونوں دیر تک زندہ رہے اور حضرت عمرؓ بھی اس شخص پر سختی کرتے تھے جو کثیر الروایہ ہوتا یا حکم میں ایسی خبر لاتا جس کا کوئی شاہد نہ ہو، اور صحابہ کو حکم دیا کرتے تھے کہ روایت کم کرو۔ اس سے آپ کی یہ مراد تھی کہ لوگ روایت میں نرمی اختیار نہ کریں اور اس میں خلط ملط نہ ہو جائے اور منافق و فاسق و اعرابی کی جانب سے تدلیس و کذب واقع نہ ہو۔ اور بہت سے سن رسیدہ صحابہ اور رسول ﷺ کے خاص صحابی مثل ابو بکرؓ و زبیر و ابو عبیدہؓ و عباسؓ بن عبد المطلب کے آپ سے کم روایت کرتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو ایسے تھے کہ قریباً کچھ بھی روایت نہ کرتے تھے۔ مثل سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے حالانکہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تھا تو اللہ مجھے نفع دیتا تھا اس میں سے جس سے چاہتا۔ اور جب کوئی محدث آنحضرت ﷺ سے میرے پاس حدیث کرتا تو میں اس سے حلف لیتا۔ اگر وہ میرے سامنے حلف اٹھاتا تو میں اس کو سچا جانتا اور حضرت ابو بکر نے مجھ سے حدیث کی اور حضرت ابو بکر نے سچ فرمایا پھر حدیث کو ذکر کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسبت علامہ ذہبی لکھتے ہیں کان ممن یتحری فی الاداء و یشدد فی الروایۃ کان یقل من الروایۃ للحدیث (تذکرۃ الحفاظ، مجلد اول، ص ۱۲-۱۳) ابن ہرم نے امام شافعی سے کہا کہ آپ وہ حدیثیں لکھوائیں جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ اس کے جواب میں امام شافعی نے فرمایا:

السنن التی تصح قلیلة هذا ابو بکر لا یصح له تسعة احادیث و عمر لا یصح له خمسون حدیثا و عثمان فاقل و علی مع ما کان یحض الناس علی الاخذ عنه لا یصح له حدیث کثیر و الصحیح عند اهل المعرفه قلیل۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ' جزء اول' ص ۲۲۲)

وہ حدیثیں جو صحیح ہیں تھوڑی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ سے نو حدیثیں بھی مروی نہیں اور حضرت عمرؓ سے پچاس حدیثیں بھی مروی نہیں۔ حضرت عثمانؓ سے اس سے بھی کم مروی ہیں اور حضرت علیؓ سے باوجودیکہ وہ لوگوں کو ترغیب دیتے تھے کہ آپ سے حدیثیں اخذ کریں زیادہ حدیثیں مروی نہیں۔ اور صحیح حدیثیں اہل معرفت کے نزدیک کم ہیں۔

اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا خلفائے اربعہ کو صرف اسی قدر حدیثیں پہنچی تھیں جو انہوں نے روایت کی ہیں۔ کیا حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ' کو جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' ایک حدیث بھی نہ پہنچی تھی؟

امام صاحب کی مرویات کو سترہ تک محدود کرنا بالکل غلط ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے "تبیین الصحیفہ" ص ۷-۹ میں بحوالہ حافظ جمال الدین مزی صاحب تہذیب الکمال امام صاحب کے ان شیوخ کے نام جن سے آپ نے روایت کی ہے' یہ لکھے ہیں:

(۱) ابراہیم بن محمد بن المنتشر (۲) اسماعیل بن عبد الملک بن ابی الصفر (۳) جبلہ بن سحیم (۴) ابو نہد حارث بن عبد الرحمٰن ہمدانی (۵) حسن بن عبید اللہ (۶) حکم بن عتیبہ (۷) حماد بن ابی سلیمان (۸) خالد بن علقمہ (۹) ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن (۱۰) زبید الیامی (۱۱) زیاد بن علاقہ (۱۲) سعید بن مسروق ثوری (۱۳) سلمہ بن کہیل (۱۴) سماک بن حرب (۱۵) ابی روبہ شداد بن عبد الرحمٰن (۱۶) شیبان بن عبد الرحمٰن نحوی (۱۷) طاوس بن کیسان (۱۸) طریف بن سفیان سعدی (۱۹) ابو سفیان طلحہ بن نافع (۲۰) عاصم بن کلیب (۲۱) عامر شعبی (۲۲) عبد اللہ بن

ابی صنیبہ (۲۳) عبداللہ بن دینار (۲۴) عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج (۲۵) عبدالعزیز بن رفیع (۲۶) عبدالکریم بن امیہ بصری (۲۷) عبدالملک بن عمیر (۲۸) عدی بن ثابت انصاری (۲۹) عطاء بن ابی رباح (۳۰) عطاء بن سائب (۳۱) عطیہ بن سعد عوفی (۳۲) عکرمہ مولی ابن عباس (۳۳) علقمہ بن مرثد (۳۴) علی بن الاقمر (۳۵) علی بن حسن زراد (۳۶) عمرو بن دینار (۳۷) عون بن عبداللہ ابن عتبہ بن مسعود (۳۸) قابوس بن ابی ظبیان (۳۹) قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود (۴۰) قتادہ بن دعامہ (۴۱) قیس بن مسلمہ جدلی (۴۲) محارب بن دثار (۴۳) محمد بن زبیر حنظلی (۴۴) محمد بن سائب کلبی (۴۵) ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب (۴۶) محمد بن قیس ہمدانی (۴۷) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۴۸) محمد بن المنکدر (۴۹) مخول بن راشد (۵۰) مسلم بطین (۵۱) مسلم ملائی (۵۲) معن بن عبدالرحمٰن (۵۳) مقسم (۵۴) منصور بن معتمر (۵۵) موسیٰ بن ابی عائشہ (۵۶) ناصح بن عبداللہ محملی (۵۷) نافع مولیٰ ابن عمر (۵۸) ہشام بن عروہ (۵۹) ابو غسان ہیثم بن حبیب الصوات (۶۰) ولید بن سریع مخزومی (۶۱) یحییٰ بن سعید الانصاری (۶۲) ابو حجیتہ یحییٰ بن عبداللہ کندی (۶۳) یحییٰ بن عبداللہ جابر (۶۴) یزید بن صہیب الفقیر (۶۵) یزید بن عبدالرحمٰن کوفی (۶۶) یونس بن عبداللہ بن ابی الجہم (۶۷) ابو جناب کلبی (۶۸) ابو حصین اسدی (۶۹) ابو الزبیر مکی (۷۰) ابو السوار اور بقول بعض ابو السوداء سلمی (۷۱) ابو عون ثقفی (۷۲) ابو فروہ (۷۳) ابو معبد مولی ابن عباس (۷۴) ابو یعفور عبدی۔ یہ ۷۴ نام تو صاحب تہذیب الکمال نے لکھے ہیں اور تہذیب الکمال وہ کتاب ہے جس کی نسبت کشف الظنون میں ہے و ھو کتاب کبیر لم یؤلف مثلہ و لا یظن ان یستطاع ۔اھ

علامہ ابو المؤید الموفق نے مناقب امام میں بہ ترتیب حروف تہجی امام صاحب کے شیوخ کے نام لکھے ہیں۔ میں نے صرف سرسری طور سے جو انہیں شمار کیا تو ۲۳۷ نکلے۔

اس فہرست کے اخیر میں علامہ موصوف نے یوں لکھا ہے ھذا اخر معجم رجال ابی حنیفۃ الذین روی عنھم واللہ اعلم یعنی یہ شیوخ امام ابی حنیفہ کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی کا آخر ہے۔ جن سے آپ نے روایت کی ہے۔ واللہ اعلم۔

اگر دوسری کتب مثلاً مسانید امام، موطا امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الحج، کتاب السیر الکبیر، کتاب الخراج لابی یوسف، معانی الآثار للطحاوی، تذکرۃ الحفاظ للذہبی، تہذیب التہذیب للعسقلانی وغیرہ کا تتبع کیا جائے تو اور بہت سے نام معلوم ہوں گے جن سے امام صاحب نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ صرف ان شیوخ کی تعداد پر جن سے امام صاحب نے روایت کی ہے، ایک منصف مزاج شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ امام صاحب کی مرویات کتنی ہوں گی اور یہ بھی آسانی سے تسلیم کر سکتا ہے کہ امام صاحب کے جمیع شیوخ کی تعداد جو چار ہزار بیان کی گئی ہے، وہ بالکل درست ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

مسانید امام کی نسبت امام عبدالوہاب شعرانی یوں لکھتے ہیں:

و قد من اللہ تعالی علی بمطالعۃ مسانید الامام ابی حنیفۃ الثلاثۃ من نسخۃ صحیحۃ علیھا خطوط الحفاظ آخرھم الحافظ الدمیاطی فرایتہ لا یروی حدیثا الا من خیار التابعین العدول الثقات الذین ھم من خیر القرون بشھادۃ رسول اللہ ﷺ کالاسود و علقمۃ و عطاء و عکرمۃ و مجاھد و مکحول و الحسن البصری فکل الرواۃ الذین بینہ و بین رسول اللہ ﷺ عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیھم کذاب و لا متھم بکذب و ناھیک یا اخی بعد

الة من ارتضاهم الامام ابو حنيفة رضي الله عنه لان ياخذ عنهم احكام دينه مع شدة تورعه و تحرزه و شفقته على الامة المحمدية۔

(کتاب المیزان، جزء اول، ص ۵۸-۵۹)

یہ اللہ کا مجھ پر احسان ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ کی تین مسندوں کا صحیح نسخہ سے مطالعہ کیا جن پر حفاظ حدیث کے دستخط ہیں۔ ان حفاظ میں سے سب سے آخر حافظ دمیاطی ہیں۔ پس میں نے پایا امام صاحب کو کہ نہیں روایت کرتے کوئی حدیث مگر عادل ثقہ خیار تابعین سے جو رسول اللہ ﷺ کی شہادت کے مطابق خیر قرون میں سے ہیں مثل اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور حسن بصری کے اور مانند ان کے اور رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پس تمام وہ راوی جو امام صاحب اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہیں عادل، ثقہ اعلام اخیار ہیں ان میں کوئی کذاب نہیں اور نہ متہم بکذب ہے۔ اے میرے بھائی تیرے لیے کافی ہے عادل ہونا ان کا جن کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے پسند کیا ہے کہ باوجود کمال پرہیزگاری و اجتناب اور امت محمدیہ ﷺ پر شفقت کے اپنے دین کے احکام ان سے اخذ کریں۔

حاسد و متعصب کے سوا کسی کو امام صاحب کے تبحر فی الحدیث سے انکار نہیں ہو سکتا۔ امام صاحب جیسا کہ ہم پہلے معتبر شہادتوں سے ثابت کر آئے ہیں افقہ اہل الارض تھے اور اجتہاد و استنباط احکام بغیر قرآن و حدیث ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لیے ابن خلدون نے آپ کو حدیث میں کبار مجتہدین سے لکھا ہے اور علامہ ذہبی نے آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ اگر امام صاحب حدیث میں ایسے متبحر نہ ہوتے تو حضرت عبداللہ بن مبارک اور یزید بن ہارون وغیرہ جیسے جلیل القدر محدثین ہرگز آپ کے سامنے زانوئے شاگردی تہ نہ کرتے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی امام صاحب کی سند فی الحدیث کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

مرانه اخذ عن اربعة الاف شيخ من ائمة
التابعين وغيرهم و من ثمه ذكره الذهبي و غيره
في طبقات الحفاظ من المحدثين و من زعم قلة
اعتنائه بالحديث فهو اما لتساهله او حسده اذ
كيف يتاتى لمن هو كذلك استنباط مثل ما
استنبطه من المسائل التي لا تحصى كثرة مع انه
اول من استنبط من الادلة على الوجه
المخصوص المعروف في كتاب اصحابه رحمة
الله عليهم و لاجل اشتغاله بهذا الاهم له يظهر
حديثه في الخارج كما ان ابابكر و عمر رضي الله
عنهما لما اشتغلا بمصالح المسلمين العامة
لم يظهر عنهما من رواية الاحاديث ما ظهر عمن
دونهما حتى صغار الصحابة رضوان الله عليهم
و كذلك مالك و الشافعي لم يظهر عنهما مثل
ماظهر عمن تفرغ للروايه كابي زرعه و ابن معين
لاشتغالهما بذلك الاستنباط على ان كثره
الرواية بدون دراية ليس فيه كبير مدح بل عقد له
ابن عبد البر بابا في ذمه ثم قال الذى عليه فقهاء
جماعة المسلمين و علمائهم ذم الاكثار من
الحديث بدون تفقه و لا تدبر و قال ابن شبرمة اقل
الرواية تفقه و قال ابن المبارك ليكن الذى
يعتمد عليه الاثر و خذ من الراى ما يفسرلك
الحديث و من اعذار ابي حنيفة ايضا ما يفيده

قوله لا ينبغي للرجل ان يحدث من الحديث الا بما حفظه يوم سمعه الى يوم يحدث به فهو لا يرى الرواية الا لمن حفظه و روى الخطيب عن اسرائيل بن يونس انه قال نعم الرجل النعمان ما كان احفظه لكل حديث فيه فقه و اشد فحصه عنه و اعلم بما فيه من الفقه و عن ابى يوسف ما رايت احدا اعلم بتفسير الحديث و مواضع النكت التى فيه من الفقه من ابى حنيفه- و قال ايضا ما خالفته فى شئى قط فتدبرته الا رايت مذهبه الذى ذهب اليه انجى فى الآخرة و كنت ربما ملت الى الحديث فكان هو ابصر بالحديث الصحيح منى و قال كان اذا صمم على قول درت على مشائخ الكوفة هل اجد فى تقوية قوله حديثا او اثر فربما وجدت الحديثين و الثلاثة فاتيته بها- فمنها ما يقول فيه هذا غير صحيح او غير معروف فاقول له و ما علمك بذلك مع انه يوافق قولك فيقول انا عالم بعلم اهل الكوفة و كان عند الاعمش فسئل عن مسائل فقال لابى حنيفة ما تقول فيها فاجابه قال من اين لك هذا قال من احاديثك التى رويتها عنك و سرد له عدة احاديث بطرقها فقال الاعمش حسبك ما حدثتك به فى مائة يوم تحدثنى به فى ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحاديث-

یا معشر الفقہاء انتم الاطباء و نحن الصیادلۃ و انت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین و قد خرج الحفاظ من احادیثہ مسانید کثیرۃ اتصل بنا کثیر منھا کما ھو مذکور فی مسندات مشائخنا و حذفتھا لطول الکلام علیھا مع انہ لیس فیھا کثیر غرض۔(خیرات الحسان، ص ۶۶-۶۷)

پہلے آچکا ہے کہ امام صاحب نے ائمہ تابعین میں سے چار ہزار شیوخ سے حدیث پڑھی اور اسی لیے امام ذہبی وغیرہ نے آپ کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں ذکر کیا ہے اور جس شخص نے گمان کیا کہ امام صاحب کو حدیث کی طرف کم توجہ تھی سو وہ ان کے تساہل یا حسد کے سبب سے ہے۔ کیونکہ جو محدث نہ ہو وہ اس قدر بے شمار مسائل کیسے استنباط کر سکتا ہے۔ جیسے امام صاحب نے کیے ہیں۔ علاوہ ازیں امام صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے دلائل سے اس خاص وجہ پر استنباط کیا جو آپ کے اصحاب کی کتابوں میں معروف ہے۔ اور اس اہم کام میں مشغول ہونے کے سبب خارج میں آپ کی حدیث ظاہر نہ ہوئی جیسا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جب عام مسلمانوں کی ضروریات میں مشغول ہوئے تو ان سے روایت حدیث ایسے ظاہر نہ ہوئی جیسے کہ ان کے سوا دوسروں حتیٰ کہ صغار صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔ اسی طرح امام مالک و شافعی سے فقہ میں مشغول ہونے کے سبب روایت حدیث اس قدر ظاہر نہ ہوئی جیسا کہ ان اماموں سے جو صرف روایت کی طرف متوجہ ہوئے مثل ابو زرعہ و ابن معین کے۔

علاوہ ازیں کثرت روایت بدون درایت میں کوئی بڑی خوبی نہیں بلکہ حافظ ابن عبد البر نے اس کی مذمت میں ایک باب باندھا ہے پھر بتلایا ہے کہ جماعت مسلمین کے فقہاء و علماء کا مذہب یہ ہے کہ کثرت روایت حدیث بغیر

تفقہ و تدبر کے مذموم ہے اور ابن شبرمہ کا قول ہے کہ قلیل الراویہ ہونا تفقہ ہے۔ اور امام ابن المبارک نے فرمایا کہ حدیث پر اعتماد ہونا چاہیے اور قیاس و رائے سے وہ اختیار کر جو حدیث کی تفسیر کرے۔ اور امام ابو حنیفہ کی قلت روایت کے عذروں میں سے ایک وہ بھی ہے جو آپ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ انسان کو چاہیے کہ صرف اسی حدیث کی روایت کرے جو سننے کے دن سے روایت کرنے کے دن تک اسے حفظ ہو۔ پس آپ کے نزدیک بجز یاد رکھنے والے کے روایت جائز نہیں اور خطیب نے روایت کی کہ اسرائیل بن یونس نے کہا کہ نعمان اچھے شخص تھے۔ وہ ہر ایک حدیث کے جس میں فقہ ہو کیسے اچھے حافظ اور اس کی بابت کیسے شدت سے تفتیش کرنے والے تھے اور اس حدیث میں جو فقہ ہوا کرتی اس کے کیسے بڑے عالم تھے۔

اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو حدیث کی تفسیر اور ان دقیق مقامات کا عالم نہیں دیکھا جن میں فقہ ہو اور امام ابو یوسف نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے کبھی کسی چیز میں امام صاحب سے مخالفت نہیں کی۔ پس اس میں تدبر کیا مگر آپ کے مذہب کو آخرت میں زیادہ نجات دینے والا پایا۔ اور میں بعض دفعہ حدیث کی طرف مائل ہوتا تھا۔ پس آپ میری نسبت حدیث صحیح کے زیادہ واقف ہوتے اور فرمایا کہ جب امام صاحب کسی قول پر جم جاتے تو میں آپ کے قول کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر معلوم کرنے کے لیے مشائخ کوفہ کے پاس جاتا۔ پس اکثر دفعہ دو یا تین حدیثیں پاتا اور انہیں امام صاحب کے آگے پیش کرتا۔ ان میں سے بعض کی نسبت آپ فرماتے کہ یہ صحیح نہیں یا غیر معروف ہے۔ پس میں آپ سے پوچھتا کہ آپ کو یہ کیونکر معلوم ہے حالانکہ یہ حدیث تو آپ کے قول کے موافق ہے۔ امام صاحب فرماتے کہ میں اہل کوفہ کے علم کا عالم ہوں۔

اور آپ امام اعمش کے پاس تھے کہ ان سے چند مسائل دریافت کیے گئے۔ پس امام اعمش نے امام ابو حنیفہ سے کہا کہ آپ ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں۔ امام صاحب نے ان مسائل کا جواب دیا۔ امام اعمش نے پوچھا کہ آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوئے۔ فرمایا ان احادیث سے جو میں نے آپ سے روایت کیں۔ اور چند حدیثیں مع ان کے طرق کے بیان کر دیں۔ امام اعمش نے کہا تجھے کافی ہیں جو کچھ میں نے تجھ سے سو روز میں حدیث کیا وہ تو مجھ سے ایک ساعت میں حدیث کرتا ہے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ اے فقہاء کے گروہ تم طبیب ہو اور ہم عطار ہیں۔ اور اے شخص تو نے دونوں طرفوں کو لے لیا ہے۔ اور حفاظ نے آپ کی احادیث سے بہت سی مسانید روایت کی ہیں جن میں سے بہت سی ہم سے متصل ہیں جیسا کہ ہمارے مشائخ کی مسندات میں مذکور ہے۔ میں نے ان کو حذف کر دیا ہے کیونکہ ان پر طویل کلام ہے اور باایں ہمہ ان میں کوئی بڑی غرض نہیں ہے۔

یہاں تک تو امام صاحب کی حدیث دانی کا ذکر ہوا۔ اب سنئے امام صاحب کی قرآن خوانی و قرآن فہمی کی نسبت۔ امام صاحب حافظ قرآن تھے۔ دیکھو شہادات ذیل:

١- امام نووی تہذیب الاسماء ص ٧٠٤ میں تحریر فرماتے ہیں:

عن زافر بن سلیمان قال کان ابو حنیفة یحیی اللیل برکعة یقرا فیھا القرآن۔ و عن اسد بن عمرو قال صلی ابو حنیفة صلوة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنةً و کان عامة اللیل یقرء القرآن فی رکعة و کان یسمع بکاءہ حتی ترحمہ جیرانہ و حفظ علیہ انہ ختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعة الاف مرة۔

زافر بن سلیمان سے روایت ہے کہ ابو حنیفہؒ ایک رکعت میں رات گزار دیتے اور اس میں سارا قرآن پڑھ جاتے۔ اور اسد بن عمرو سے روایت ہے کہ ابو حنیفہؒ نے چالیس سال تک فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی اور اکثر رات کو ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھا کرتے تھے اور آپ کا رونا سنائی دیتا یہاں تک کہ آپ کے ہمسائے آپ پر رحم کھاتے اور آپ کی نسبت ثابت ہے کہ آپ نے اس جگہ میں جہاں وفات پائی، سات ہزار دفعہ قرآن ختم کیا۔

۲۔ قاضی ابن خلکان (وفیات الاعیان، جزء ثانی، ص ۱۶۵) لکھتے ہیں:

وقال اسد بن عمرو صلی ابو حنیفة فیما حفظ علیه صلوة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة و کان عامة لیله یقرء جمیع القرآن فی رکعة واحدة و کان یسمع بکاءه فی اللیل حتی یرحمه جیرانه و حفظ علیه انه ختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیه سبعة آلاف ختمة۔

اسد بن عمرو نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کی نسبت ثابت ہے کہ آپ نے چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی اور اکثر رات کو تمام قرآن ایک ہی رکعت میں ختم کر دیتے تھے اور رات کو آپ کا رونا سنائی دیا کرتا تھا یہاں تک کہ آپ کے ہمسائے آپ پر رحم کھاتے۔ اور آپ کی نسبت ثابت ہے کہ آپ نے اس مقام میں جہاں وفات پائی، سات ہزار ختم کیے۔

۳۔ علامہ سیوطی تبییض الصحیفہ میں لکھتے ہیں:

وروی الخطیب عن حفص بن عبد الرحمن قال سمعت مسعر بن کدام یقول دخلت ذات لیلة المسجد فرایت رجلا یصلی فاستحلیت قراءته

فقرء سبعا فقلت یرکع ثم قرا الثلث ثم النصف فلم یزل یقرء القران حتی ختمه کله فی رکعة فنظرت فاذا هو ابو حنیفة و روی الخطیب عن خارجة بن مصعب قال ختم القران فی رکعة اربعة من الائمة (۱) عثمان بن عفان (۲) و تمیم الداری (۳) و سعید بن جبیر (۴) و ابو حنیفة (ص ۱۶)

خطیب نے حفص بن عبد الرحمٰن سے روایت کی کہا میں نے مسعر بن کدام کو سنا کہ کہتے تھے ایک رات میں مسجد میں داخل ہوا پس میں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ مجھے اس کی قرأت شیریں معلوم ہوئی۔ اس نے قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب رکوع کرے گا۔ پھر اس نے تہائی قرآن پڑھا پھر نصف۔ وہ قرآن پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے ایک رکعت میں تمام ختم کر دیا۔ پس میں نے نگاہ کی۔ ناگاہ وہ امام ابو حنیفہ نکلے۔ اور خطیب نے خارجہ بن مصعب سے روایت کی ہے کہا اماموں سے چار نے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا ہے۔ (۱) عثمان بن عفان (۲) اور تمیم داری (۳) سعید بن جبیر (۴) اور ابو حنیفہ (ص ۱۶)

روی ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی فی مقدمة مسنده عن علی بن یزید الصدائی قال رایت ابا حنیفة ختم القران فی شهر رمضان ستین ختمة ختمة باللیل و ختمة بالنهار۔ (ص ۲۳)

ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے اپنی مسند کے مقدمہ میں علی بن یزید صدائی سے روایت کی ہے۔ کہا میں نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا کہ ماہ رمضان میں ساٹھ بار قرآن ختم کیا۔ ایک ختم رات کو ایک ختم دن کو۔

لکھتے ہیں و سمع بمکۃ من الحمیدی و علیہ تفقہ عن الشافعی یعنی امام بخاریؒ نے مکہ میں حمیدی سے سماع حدیث کیا اور اسی سے فقہ شافعی پڑھی۔

امام بخاریؒ کی فقاہت

اگرچہ امام بخاریؒ نے امام حمیدی سے فقہ شافعی پڑھی مگر چونکہ اس مضمون سے ان کی طبیعت کو کچھ لگاؤ نہ تھا اس لیے وہ اس میں لائق نہ بنے۔ چنانچہ ان کی عدم فقاہت خود ان کی صحیح کے تراجم ابواب سے عیاں ہے۔ ذیل میں چند مثالیں بھی الجرح علی البخاری سے قریباً لفظ بہ لفظ نقل کی جاتی ہیں:

اول: باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور باب بیان میں اس چیز کے جو مکروہ ہے قبروں پر مسجد کا بنانا۔ حدیث و لما مات الحسن بن الحسن ابن علی ضربت امراتہ القبۃ علی قبرہ سنۃ ثم رفعت فسمعت صائحا یقول الاھل و جدوا ما فقدوا فاجابہ اخر بل یئسوا فانقلبوا۔ (بخاری، مطبوعہ احمدی، جلد ۱، ص ۱۷۷) جب حسن بن حسن بن علی کا انتقال ہوا تو ان کی عورت نے ایک سال تک ان کی قبر پر خیمہ لگایا پھر اٹھا لیا۔ پس سنا انہوں نے کسی آواز کرنے والے کو کہ جو کچھ کہہ رہا تھا کہ کیا پا لیا اس چیز کو جو گم کیا تھا۔ پس دوسرے نے یہ جواب دیا کہ نہیں بلکہ مایوس ہوئے۔ اور پھر گئے۔ پس دیکھئے کہ اس حدیث سے قبر پر مسجد بنانے کی کراہت جس کا باب میں دعویٰ کیا گیا ہے، مطلق ثابت نہیں۔ چنانچہ تیسیر القاری میں لکھا ہے کہ پوشیدہ نماند کہ کراہت مسجد گرفتن درینجا معلوم نہ شد یعنی مسجد بنانے کی کراہت اس حدیث سے ثابت نہیں ہوئی۔

دوم: باب طول القیام فی صلوۃ اللیل۔ یہ بات ہے بیان میں درازی قیام رات کی نماز میں۔ اور اس باب کی حدیث یہ ہے: حدیث عن حذیفۃ ان النبی ﷺ کان اذا قام للتہجد من اللیل یشوص فاہ

بالسواک۔ (بخاری، مطبوعہ احمدی، جلد ا، ص ۱۵۴) حذیفہ سے روایت ہے کہ آنحضرت جب نماز تہجد پڑھنے کا ارادہ کرتے تو صاف کر لیتے اپنے منہ کو مسواک سے۔ پس دیکھئے کہ اس باب اور اس کی حدیث میں ذرا بھی مناسبت اور کسی طرح کا لگاؤ نہیں۔ بات تو یہ کہہ رہا ہے کہ جو حدیث اس باب میں لکھی جائے گی، اس میں آنحضرت ﷺ کے نماز تہجد میں طول قیام کا بیان ہوگا۔ لیکن حدیث میں بجائے طول قیام کے نماز تہجد کے قبل مسواک کرنے کا بیان ہے۔ قال ابن بطال هذا الحديث لا دخل له في هذا الباب لان شوص الفم لا يدل على طول الصلوة۔ کہا ابن بطال نے کہ اس حدیث کو اس باب سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ منہ دھونا نہیں دلالت کرتا ہے طول نماز پر۔ شارحین نے اس حدیث کو اس باب سے مطابق کرنے میں بہت کوشش کی مگر کسی سے کچھ نہ بن پڑی۔ سچ ہے وہ بے چارے کیا کر سکتے تھے۔ جس حدیث کو باب سے کچھ تعلق ہی نہیں اس میں وہ کیونکر تطابق دے سکتے ہیں۔ کجا مسواک سے منہ کا دھونا اور کجا نماز تہجد میں طول قیام کرنا۔

سوم: باب الصلوة على الجنائز بالمصلى والمسجد یعنی اس باب میں اس امر کا بیان ہے کہ نماز جنازہ مصلیٰ اور مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور اس باب میں جو حدیث دی گئی ہے، وہ یہ ہے: حديث عن عبدالله بن عمران اليهود جاء وا الى النبى ﷺ برجل منهم وامراة زنيا فامر بهما فرجما قريبا من موضع الجنائز عند المسجد (بخاری مطبوعہ احمدی جلد ا، ص ۱۷۷) ابن عمر سے روایت ہے کہ یہود اپنی قوم کی ایک عورت اور ایک مرد کو جنھوں نے زنا کیا تھا، آنحضرت ﷺ کے پاس لائے پس آپ نے ان دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ پس وہ دونوں سنگسار کیے گئے۔ اس جگہ کے قریب جو جنازہ کے لیے نزدیک مسجد کے مقرر تھی۔ قال ابن بطال ليس فيه دليل على الصلوة في المسجد۔ کہا ابن بطال نے نہیں ہے اس حدیث میں دلیل نماز جنازہ پڑھنے کی مسجد میں۔ پس دیکھئے کہ اس حدیث کو باب سے کچھ مناسبت نہیں۔ اس

واسطے کہ باب اس امر کا باندھا گیا ہے کہ جنازہ کی نماز مصلّٰی اور مسجد میں پڑھنا جائز ہے بلکہ حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنازے کی نماز کے لیے باہر مسجد سے جگہ مقرر تھی۔

(الجرح علی البخاری، ص ۶۵۵)

چہارم: باب فضل صلوٰۃ الفجر یہ باب ہے بیچ زیادتی ثواب نماز فجر کے۔

حدیث عن ابی موسی قال النبی ﷺ اعظم الناس اجرا فی الصلوٰۃ ابعدھم فابعدھم فیمشی والذی ینتظر الصلوٰۃ حتی یصلیھا مع الامام اعظم اجرا من الذی یصلی ثم ینام۔

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بہترین آدمیوں کے از روئے ثواب کے وہ نماز ہیں کہ جو دور سے چل کر مسجد میں آتے ہیں اور وہ شخص جو انتظار کرتا ہے اس امر کی کہ امام کے ساتھ نماز پڑھے وہ بہت زیادہ ثواب میں ہے ایسے شخص سے کہ جو پڑھتا ہے اور سو رہتا ہے۔ پس دیکھیے کہ اس باب کو حدیث سے کوئی مناسبت نہیں۔ باب تو نماز فجر کے جماعت میں پڑھنے کی فضیلت کا ہے اور حدیث میں نماز فجر کا پتہ تک نہیں ملتا ہے بلکہ ثم ینام کے لفظ سے جو حدیث میں ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث عشاء کی نماز کے بارے میں ہے۔

پنجم: باب اذا فاته العید یصلی رکعتین و کذالک النساء و من کان فی البیوت و القری۔ یہ باب اس بیان میں ہے کہ جب کسی سے نماز عید کی فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نفل پڑھے اور اسی طرح سے عورتیں اور جو لوگ گھروں اور دیہاتوں میں ہیں دو رکعت پڑھیں۔

حدیث عن عائشة ان ابابکر دخل علیھا و عندھا جاریتان فی ایام منی تدفان و تضربان و النبی ﷺ متغش بثوبه فانتھرھما ابوبکر فکشف النبی ﷺ عن وجھه فقال دعھما یا ابابکر فانھا ایام عید و تلک الایام ایام

یعنی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ عید کے روز میرے گھر حضرت ابو بکر آئے اور اس وقت دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے تھے۔ پس حضرت ابو بکر نے ان لڑکیوں کو منع کیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اپنے منہ سے کپڑا اٹھا کر فرمایا کہ اے ابو بکر ان سے کچھ نہ کہو یہ دن عید کا ہے اور وہ دن منیٰ کے دن تھے۔

پس یہ حدیث اور اس کا باب سوال از آسمان و جواب از ریسمان کا مصداق ہو رہا ہے۔ باب تو عید میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ہے اور حدیث میں دو لڑکیوں کے دف بجانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

ششم: باب فی کم تقصر الصلوٰۃ یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ کتنے روز کے سفر میں نماز کو قصر کیا جائے۔ حدیث عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال لا تسافر المراۃ ثلثۃ ایام الا مع ذی محرم یعنی حضرت عمر سے روایت ہے کہ عورت تین روز کا سفر بغیر ہمراہی کسی ذی محرم کے نہ کرے۔

پس باب اور حدیث ایک دوسرے سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ باب تو اس بات کا ہے کہ کتنے روز کے سفر میں نماز قصر کرنا چاہیے اور حدیث کا مضمون یہ ہے کہ عورت تین دن سے زیادہ سفر بغیر کسی ذی محرم کے نہ کرے اور یہی حال بخاری کے کثرت سے ترجمۃ الابواب کا ہے کہ جس کی نسبت نہایت فخر سے یہ کہا جاتا ہے کہ امام بخاری کی فقاہت بخاری کے ترجمۃ الابواب میں ہے۔ اگر تفقہ اسی کا نام ہے کہ حدیث کا ترجمۃ الابواب بھی نہ قائم کیا جا سکے تو خدا ہی حافظ ہے۔ (الجرح فی البخاری، ص ۵۷-۵۹)

ہفتم: باب ھل علی من لم یشھد الجمعۃ غسل من النساء و الصبیان و غیرھم کیا اس شخص پر جو نماز جمعہ میں حاضر نہ ہو، غسل ہے یعنی عورتوں اور لڑکوں وغیرہ پر۔ عن ابن عمر قال کانت امراۃ لعمر تشھد صلوٰہ الصبح و العشاء فی الجماعۃ فی المسجد

فقیل لها لم تخرین وقد تعلمین ان عمر یکره ذلک و یغار قالت وما یمنعه ان ینهانی قال یمنعه قول رسول الله ﷺ لا تمنعوا اماء الله مساجد الله۔ (بخاری' جلد ا' صفحہ ۱۰۲' مطبوعہ مصر)

ابن عمر سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی مسجد میں عشاء و صبح کی جماعت میں حاضر ہوتی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم لوگ کیوں نکلتی ہو؟ حالانکہ تم لوگ جانتی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند اور غیرت معلوم کرتے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے جواب دیا کہ پھر مجھ کو باز رکھنے سے ان کو کس چیز نے روکا۔ تو انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد لا تمنعوا اماء الله مساجد الله نے انہیں روکا۔ دیکھو اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس کے اشارہ کنایہ سے اس حدیث کو عنوان باب کے مضمون سے لگاؤ ہو۔

ہشتم: باب التبکیر للعید: ترجمہ: سویرے جانا عید کی نماز کے لیے۔ عن البراء قال خطبنا النبی صلی الله علیه وسلم یوم النحر قال ان اول ما نبدء به فی یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل ذلک فقد اصاب سنتنا ومن ذبح قبل ان یصلی فانما هو لحم عجله لاهله لیس من النسک فی شئ فقام خالی ابو بردة بن نیار فقال یارسول الله انا ذبحت قبل ان اصلی وعندی جذعة خیر من مسنة قال اجعلها مکانها او قال اذبحها ولن تجزی جزعة عن احد بعد ک۔ (بخاری جلد ا' صفحہ ۱۱۰' مطبوعہ مصر)

ترجمہ: براء سے روایت ہے کہ بقر عید کے روز جناب رسول اللہ ﷺ نے وعظ فرمایا' جس میں ارشاد فرمایا کہ آج بقر عید کے دن پہلا کام یہ ہے کہ نماز پڑھوں۔ اس کے بعد لوٹوں تو قربانی کروں۔ جس نے اس طرح کیا اس نے ہمارے طریقہ کو پالیا اور جس نے قبل نماز کے قربانی کی وہ قربانی نہیں بلکہ اپنے اہل کے لیے گوشت کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ

ہمارے ماموں ابو بردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور کہا' یارسول اللہ ﷺ میں نے قبل نماز کے ذبح کی ہے اور میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے جو ایک سال کے بچے سے نکلتا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو بدلے کر لو۔ یا آپ نے یوں ارشاد کیا' اس کو ذبح کر ڈالو اور یہ تمہارے بعد کسی کو روا نہیں۔ دیکھو اس حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس سے عید کی نماز کے لیے سویرے جانا مفہوم ہوتا ہو۔

نہم : باب خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال۔ ترجمہ: بہتر مال مسلمان کا بکری کا گھیڑ ہے جس کے ساتھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر لگا رہے۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم قال اذا سمعتم بكاء الديكة فاسئلوا الله من فضله فانها رات ملكا واذا سمعتم نهق الحمار فتعوذوا بالله من الشيطان فانه رای شيطانا۔

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب مرغ بانگ دے تو اس وقت اللہ سے اس کی مہربانی کی درخواست کرو۔ کیونکہ اس مرغ نے فرشتہ کو دیکھا ہے۔ اور جب گدھے کے رینگنے کی آواز سنو تو بذریعہ اللہ کے شیطان سے پناہ مانگو' کیونکہ اس گدھے نے شیطان کو دیکھا ہے۔ دیکھو اس حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس کے مفہوم سے اس حدیث کو عنوان باب کے مضمون سے ذرہ بھر بھی لگاؤ ہو۔

(الجرح علی البخاری' صفحہ ۹۳ و ۹۴)

امام بخاری کا ایک فتویٰ

امام بخاریؒ کی فقاہت کا حال تو آپ کو معلوم ہو گیا۔ مگر بایں ہمہ ایک زمانے میں انہوں نے یہ جرأت کی کہ ہم بھی فتویٰ دیا کریں۔ اس جرأت کا جو حشر ہوا' وہ ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ جسے شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) نے مبسوط میں یوں ذکر کیا ہے:

محمد بن اسماعيل صاحب الاخبار يقول

يثبت بلبن البهيمة حرمة الرضاع فانه دخل بخارا في زمن الشيخ الامام ابي حفص" و جعل يفتي فقال الشيخ لا تفعل فانك لست هنالك فابى ان يقبل نصيحتة حتى استفتي عن هذه المسئلة اذا ارضع صبيان بلبن شاة فافتى بثبوت الحرمة فاجتمعوا و اخرجوه بسبب هذه الفتوى -(رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس، مطبوعہ نظامی، ص ۷)

محمد بن اسماعیل محدث (بخاری) قائل تھے کہ چارپایہ کے دودھ سے حرمت رضاع ثابت ہو جاتی ہے۔ وہ شیخ امام ابو جعفر کے زمانے میں بخارا میں داخل ہوئے اور فتویٰ دینے لگے۔ شیخ نے فرمایا کہ تو فتویٰ نہ دیا کر کیونکہ تو فتویٰ دینے کے لائق نہیں۔ مگر امام بخاری نے شیخ کی نصیحت ماننے سے انکار کیا۔ یہاں تک کہ یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ جب دو بچے ایک بکری کا دودھ پی لیں۔ امام بخاری نے فتویٰ دے دیا کہ حرمت رضاع ثابت ہو گئی۔ پس علماء جمع ہو گئے اور اس فتویٰ کے سبب امام بخاری کو بخارا سے نکال دیا۔

اسی واقعہ کو امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) نے بدیں الفاظ ذکر کیا ہے:

و قال محمد رحمه الله لا يستقيم الحديث الا بالرای و لا يستقيم الرای الا بالحديث حتى ان من اتقن احدهما دون الاخر لا يصلح للقضاء و الفتوى فان المحدث غير الفقيه يغلط كثيرا فقد روى عن محمد بن اسماعيل صاحب الصحيح انه استفتي في صبيين شربا من لبن شاة

فافتى بثبوت الحرمة بينهما واخرج به من بخارى اذا الاختية تتبع الامية والبهيمة لا تصلح اما للادمى و كذا الفقيه غير المحدث ربما يستعمل القياس فى موضع النص كما لو اكل الصائم ناسيا فمن لم يعرف النص الوارد فيه يفتى بالفساد فان القياس ان يفسد صومه لوجود ما يضاده والشئى ما يبقى مع ما يضاده و انما بقيناه بالحديث۔

(کشف الاسرار شرح منار الاخوار، مطبوعہ مصر، جزءاول، ص ۵)

امام محمدؒ نے فرمایا کہ حدیث درست نہیں رہتی مگر فقہ کے ساتھ۔ اور فقہ درست نہیں رہتی مگر حدیث کے ساتھ۔ یہاں تک کہ جو دونوں میں سے ایک میں لائق ہو اور دوسری میں نہ ہو وہ منصب قضاء و فتویٰ کے لائق نہیں۔ کیونکہ محدث جو فقیہ نہ ہو اکثر غلطی کرتا ہے۔ چنانچہ محمد بن اسماعیل صاحب صحیح کی نسبت مروی ہے کہ ان سے دو بچوں کی بابت فتویٰ طلب کیا گیا جنہوں نے ایک بکری کا دودھ پیا۔ امام بخاری نے ان کے درمیان حرمت رضاع کے ثابت ہونے کا فتویٰ دے دیا اور اس سبب سے بخارا سے نکالے گئے۔ کیونکہ بہن ہونا ماں ہونے کے تابع ہے اور چارپایہ آدمی کے لیے ماں ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح فقیہ جو محدث نہ ہو بعض دفعہ نص کی جگہ قیاس کو استعمال کرتا ہے جیسا کہ اگر روزہ دار بھول کر کھا لے، پس جو شخص اس نص کو نہیں جانتا جو اس بارے میں وارد ہے وہ روزے کے ٹوٹنے کا فتویٰ دے گا کیونکہ قیاس یہ ہے کہ بوجہ پائے جانے مفسد صوم کے اس کے روزہ ٹوٹ جائے اور کوئی شے باوجود اپنے مفسد کے باقی نہیں رہتی۔ ہم نے روزہ کو فقط حدیث کے سبب باقی رکھا۔

اسی واقعہ کو علامہ ابن ہمام (متوفی ۸۶۱ھ) نے یوں ذکر کیا ہے:

نقل ان الامام محمد بن اسماعیل البخاری صاحب الصحیح افتی فی بخاری بثبوت الحرمۃ بین صبیین ارتضعا شاۃ فاجتمع علماءھا علیہ و کان سبب خروجہ منھا واللہ سبحانہ اعلم و من لم یدق نظرہ فی مناطات الاحکام و حکمھا کثر خطوۃ و کان ذلک فی زمن الشیخ ابی حفص الکبیر و مولدہ مولد الشافعی فانھما ولدا فی العام الذی توفی فیہ ابو حنیفۃ وھو عام خمسین و مائۃ۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ، مطبوعہ مصر، جزء ثالث، ص ۳۲۰)

نقل ہے کہ امام محمد بن اسماعیل صاحب صحیح نے بخارا میں ان دو بچوں میں حرمت رضاع کے ثبوت کا فتویٰ دیا جنہوں نے ایک بکری کا دودھ پیا۔ پس وہاں کے علماء امام بخاری ؒ کے برخلاف جمع ہوئے اور یہ اس کے بخارا سے نکلنے کا سبب ہوا واللہ سبحانہ اعلم۔ علل احکام اور ان کے حکم میں جس شخص کی نظر باریک نہ ہو اس کی خطا زیادہ ہوتی ہے۔ یہ واقعہ شیخ ابو حفص کبیر ؒ کے زمانے میں ہوا۔ شیخ ممدوح اور امام شافعی ؒ دونوں کا سال پیدائش ایک ہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اس سال پیدا ہوئے جس میں امام ابو حنیفہ ؒ نے وفات پائی اور وہ ۱۵۰ھ ہے۔

علامہ علی القاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے بھی اس واقعہ کو مرقات شرح مشکوٰۃ (مطبوعہ مصر، جزء ثالث، ص ۳۲۹) میں فتح القدیر سے قریباً لفظ بلفظ نقل کیا ہے۔ اسی واقعہ کے سبب امام بخاری کے دل میں حنفیہ کرام کی طرف سے کشیدگی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنی صحیح میں اور اس سے بھی بڑھ کر اپنی تاریخ میں توہین آمیز الفاظ سے یاد کیا ہے۔ تجاوز اللہ عنا و عنہ یہ تو حال ہے امام بخاری ؒ کی

فقاہت کا۔ رہا ان کا محدث ہونا، سو انشاء اللہ بنارسی کے مطالعہ کے لیے اس کی نسبت بھی مناسب مقام پر کچھ عرض کیا جائے گا۔

قال البنارسی

امام صاحب کا حافظہ اور ان کا ضعیف ہونا اور مرجیہ ہونا اور جہمیہ ہونا اور زندیق ہونا اور ان کے استاد و شاگرد اور اولاد وغیرہ کل کے کل کا ایک رنگ کے ہونے کا ثبوت۔ ص ۱۱

اقول

ناظرین ذرا اس عنوان پر غور فرمائیں۔ بایں ہمہ یہ کہا جاتا ہے کہ بزرگان دین کو برا کہنا حنفیہ کا شیوہ ہے۔

قال البنارسی

آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں سب نے امام صاحب کو من جھۃ الحفظ ضعیف کہا ہے۔ اور لطف یہ کہ امام صاحب ضعیف، ان کے استاد ضعیف، ان کے استاد الاستاد ضعیف، ان کے بیٹے ضعیف، ان کے پوتے ضعیف، ان کے شاگرد ابو یوسف و امام محمد ضعیف۔ غرضیکہ ان کے استاد شاگرد بیٹے پوتے آپ بذات خود کل کے کل ضعیف۔ پھر کیا ایسوں کو حدیث کا علم ہو گا۔ بھائیو مجھ پر خفا نہ ہونا۔ میں اپنی زبان سے یہ نہیں کہتا۔ لا حول و لا قوۃ۔ لو ہر ایک کے بتدریج حوالے سنو اور انصاف کی عینک لگا لو۔ پہلے ایک قول مجمل سنو۔ قیام اللیل مطبوعہ لاہور، ص ۱۲۴ میں ہے کہ حدثنی علی بن سعید النسوی قال سمعت احمد بن حنبل یقول ھولاء اصحاب ابی حنیفۃ لیس لھم بصر بشئی من الحدیث ما ھو الا الجراءۃ (انتھی) (اس کو احمد بن علی مقریزی نے مختص محمد بن نصر مروزی میں لکھا ہے)

یعنی احمد بن حنبل نے کہا کہ یہ لوگ اصحاب ابی حنیفہ ان کو حدیث کی جانچ پرکھ میں کچھ دخل نہیں ہے۔ حدیث کے علم میں ان کا دخل دینا محض تحکم اور زبردستی ہے۔ (ص ۱۱-۱۲)

اقول

بنارسی کا کلیہ بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا۔ جو حوالے بنارسی بتدریج پیش کرے گا' انشاء اللہ ان کا جواب بھی ساتھ ہی لکھا جائے گا۔ قیام اللیل کا حوالہ ہم کسی قدر طوالت کے ساتھ نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو انصاف کا پورا موقع مل جائے۔

و ھی ھذہ۔ قال محمد بن نصر المروزی و زعم النعمان ان الوتر ثلاث رکعات لا یجوز ان یزاد علی ذلک و لا ینقص منہ فمن اوتر بواحدۃ فوترہ فاسد والواجب علیہ ان یعید الوتر فیوتر بثلاث لا یسلم الا فی اخرھن فان سلم فی الرکعتین بطل وترہ و زعم انہ لیس للمسافران یوتر علی دابتہ لان الوتر عندہ فریضۃ و زعم انہ من نسی الوتر فذکرہ فی صلوۃ الغداۃ بطلت صلوتہ و علیہ ان یخرج منھا فیوتر ثم یستانف الصلوۃ و قولہ ھذا خلاف للاخبار الثابتۃ عن رسول اللہ ﷺ و اصحابہ و خلاف لما اجمع علیہ اھل العلم و انما اتی من قلۃ معرفتہ بالاخبار و قلۃ مجالسہ للعلماء سمعت اسحاق بن ابراھیم یقول قال ابن المبارک کان ابو حنیفۃ رحمہ اللہ یتیما فی الحدیث حدثنی علی بن سعید النسوی" قال سمعت احمد بن حنبل یقول ھؤلاء اصحاب ابی حنیفۃ" لیس لھم بصر بشئی من الحدیث ما ھو الا الجراءۃ قال محمد بن نصر فاحتج لہ بعض من یتعصب لہ لیتمو ہ علی اھل الغباوۃ و الجھل

بالخبر الذی ذکرنا عن النبی ﷺ انه قال ان الله زادکم صلوٰة وهی الوتر فزعم ان قوله زادکم صلوٰة دلیل علی انه فریضة۔

(قیام اللیل، ص ۱۲۳-۱۲۴)

محمد بن نصر مروزی نے کہا کہ نعمان (ابو حنیفہؒ) نے گمان کیا کہ وتر تین رکعتیں ہیں جن میں کمی بیشی جائز نہیں۔ پس جو ایک وتر پڑھے گا اس کا وتر فاسد ہے اور اس پر واجب ہے کہ وتر کا اعادہ کرلے۔ پس تین رکعت وتر پڑھے اور اخیر رکعت کے سوا سلام نہ پھیرے۔ اگر دو رکعتوں میں پھیر دے گا تو اس کی نماز وتر باطل ہو جائے گی اور نعمانؒ نے گمان کیا کہ مسافر کے لیے اپنی سواری پر وتر پڑھنے جائز نہیں کیونکہ نماز وتر اس کے نزدیک فرض ہے۔ اور گمان کیا کہ جو وتر کو بھول جائے اور فجر کی نماز میں یاد کرے اس کی نماز فجر باطل ہو جائے گی اور اس پر واجب ہو گا کہ اس کو چھوڑ کر وتر پڑھے۔ پھر از سر نو نماز فجر پڑھے۔ نعمانؒ کا یہ قول ان احادیث و آثار کے خلاف ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ثابت ہیں۔ اور اجماع اہل علم کے بھی خلاف ہے۔ نعمانؒ کے اس قول کا سبب قلت معرفت احادیث اور قلت مجالست علماء ہے۔ میں نے اسحاق بن ابراہیم کو سنا کہ کہتے تھے، ابن مبارک نے فرمایا کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث میں یتیم ہیں۔ مجھ سے علی بن سعید نسوی نے حدیث کی۔ کہا میں نے احمد بن حنبل کو سنا کہ فرماتے تھے یہ اصحاب ابی حنیفہ ہیں جن کو حدیث میں ذرا بھی واقفیت نہیں۔ حدیث میں ان کا دخل دینا محض جرات ہے۔ محمد بن نصر نے کہا کہ کم فہموں اور جاہلوں کو دھوکا دینے کے لیے کسی متعصب نے نعمانؒ کے لیے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسے ہم نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے واسطے ایک نماز زیادہ کردی اور وہ نماز وتر ہے۔ پس

نعمانؒ نے گمان کیا کہ آنحضرت ﷺ کا قول زادکم صلوٰۃ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز وتر فرض ہے۔(انتہی)

اب عبارت بالا میں ذرا غور کیجئے۔ امام محمد بن نصر مروزی (متوفی ۲۹۴ھ) کا مسائل وتر میں مذہب حنفی کو خلاف احادیث و آثار کہنا سراسر غلط ہے۔ اگر ان مسائل کی بحث دیکھنا چاہو تو فتح القدیر وغیرہ میں دیکھ لو۔ رکعات وتر کی تعداد کی بحث تو انشاء اللہ اس کتاب میں بھی آئے گی۔ قلت معرفت حدیث اور قلت مجالست علماء کو حضرت امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کیسا سوء ادب اور قلت حیاء ہے۔ شیخ ابن حجر مکی نے امام صاحب کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بیان کی ہے۔ کیسے دلیر اور متعصب ہیں وہ لوگ جو باوجود اس کثرت شیوخ کے امام صاحب کے برخلاف اس طرح کی دریدہ دہنی سے کام لیتے ہیں۔ ابن مبارک کی طرف بسند ابن راہویہ یہ قول منسوب کرنا کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث میں یتیم تھے، صریح البطلان ہے۔ اسی طرح اصحاب ابی حنیفہ کے بارے میں جو قول امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب کیا گیا ہے باطل ہے۔ یحییٰ بن سعید قطان، عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، حفص بن غیاث، ابو عاصم النبیل، عبدالرزاق بن ہمام، ابو یوسف و امام محمد وغیرہ جو اصحاب ابی حنیفہ ہیں، کیا ان کو حدیث کی جانچ پرکھ میں کچھ دخل نہیں۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت (مطبوعہ نولکشور، دیباچہ، ص ۲۳) میں تحریر فرماتے ہیں: مذہب امام ابو حنیفہ اکثر موافق مذہب امام احمد بن حنبل است۔ در تمام مذہب در مواضع معدودہ خلافے باشد و اگر ہست روایتے در آنجناب ہست و بنائے مذہب امام احمد بتمام بر احادیث و اخذ بظواہر ہست و خلاف امام شافعی اکثر است از خلاف وے با ابی حنیفہ۔ یکصد و بست و پنج مسئلہ از اصول نوشتہ اند کہ احمد با ابو حنیفہ موافق است در آن و با شافعی مخالف و فی الحقیقت مذہب حنفی جامع معقول و منقول است انتہی۔ پس اس صورت میں ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ مالکیہ و شافعیہ کی نسبت امام احمد بن حنبل کا کیا

قول ہے کیونکہ وہ تو بیچارے حنفیہ سے بھی بڑھ کر مجرم ہیں۔

بیان بالا سے ظاہر ہو گیا کہ محمد بن نصر مروزی غایت درجے کے متعصب امام ہیں۔ کیوں نہ ہو یہ شاگرد ہیں امام بخاری کے۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ للتاج السبکی، جزو ثانی، ص ۴) اور امام اسحاق بن ابراہیم یعنی ابن راہویہ کے۔ امام بخاری کا حال تو معلوم ہو چکا ابن راہویہ کی نسبت ان کے ایک شاگرد امام ابن قتیبہ دینوری نے یوں لکھا ہے:

ولم ارا احدا الهجَ بذكر اصحاب الراى وتنقصهم والبعث على قبيح اقاويلهم والتنبيه عليها من اسحاق بن ابراهيم الحنظلى المعروف بابن راهويه۔ (کتاب تاویل مختلف الحدیث ص ۶۵)

یعنی میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اسحاق بن ابراہیم حنظلی معروف بابن راہویہ سے بڑھ کر اصحاب رائے (حنفیہ) کے ذکر اور ان کی تنقیص اور ان کے برے اقوال پر برانگیختہ کرنے اور ان پر آگاہ کرنے کا آرزومند ہو۔ انتہی۔

پس محمد بن نصر مروزی سے اصحاب ابی حنیفہ کو بجز زبان درازی کے اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ ص ۱۹ میں لکھا ہے:

وروى ابو عبدالله الحسين بن محمد بن خسرو البلخى فى مسنده ان محمد بن مسلمة قال قال خلف بن ايوب صار العلم من الله تعالى الى محمد صلى الله عليه وسلم ثم صار الى اصحابه ثم صار الى التابعين ثم صار الى ابى حنيفة واصحابه۔

ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو بلخی نے اپنی مسند کے مقدمہ میں روایت کی ہے کہ محمد بن سلمہ نے کہا کہ خلف بن ایوب نے فرمایا علم اللہ

تعالیٰ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا پھر آپ کے اصحاب پھر تابعین پھر امام ابو حنیفہ اور اصحاب ابی حنیفہ کو پہنچا۔

امام عبدالوہاب شعرانی کتاب المیزان، جزء اول، ص ۵۵ میں لکھتے ہیں:

و قد تتبعت بحمد الله اقواله و اقوال اصحابه لما الفت كتاب ادلة المذاهب فلم اجد قولا من اقواله او اقوال اتباعه الا وهو مستند الى اية او حديث او اثر او الى مفهوم ذلك او حديث ضعيف كثرت طرقه او الى قياس صحيح على اصل صحيح۔

میں نے بحمد اللہ امام ابو حنیفہ کے اقوال اور آپ کے اصحاب کے اقوال کا مطالعہ کیا۔ جب میں نے کتاب ادلۃ المذاہب تالیف کی پس میں نے آپ کے اقوال یا آپ کے اتباع کے اقوال میں سے کوئی ایسا قول نہ پایا جو کسی آیت یا حدیث یا اثر یا اس کے مفہوم یا حدیث ضعیف کثیر الطرق یا قیاس صحیح کی طرف مستند نہ ہو۔

کتاب المیزان ہی میں دوسری جگہ (جزء اول، ص ۶۰) پر تحریر فرماتے ہیں:

فاترك يا اخى التعصب على الامام ابى حنيفة و اصحابه رضى الله عنهم اجمعين و اياك و تقليد جاهلين باحواله و ما كان عليه من الورع و الزهد و الاحتياط فى الدين فتقول ان ادلته ضعيفة بالتقليد فتحشر مع الخاسرين و تتبع ادلته كما تتبعناها تعرف ان مذهبه رضى الله عنه من اصح المذاهب كبقية مذاهب

اے میرے بھائی تو امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے برخلاف تعصب کو چھوڑ دے اور جو لوگ امام صاحب کے حالات اور آپ کی پرہیزگاری و زہد اور دین میں احتیاط سے جاہل ہیں ان کی تقلید سے یوں نہ کہہ دینا کہ آپ کی دلیلیں ضعیف ہیں۔ پس خاسرین کے ساتھ تیرا حشر ہو۔ تو آپ کے دلائل کا مطالعہ کر جیسا کہ ہم نے کیا تجھے معلوم ہو جائے گا کہ امام صاحب ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب اصح مذاہب میں سے ہے۔ جیسا کہ مجتہدین کے باقی مذاہب ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اگر بر سبیل تنزل، مان لیا جائے کہ فی الواقع امام احمد نے اصحاب ابی حنیفہ کی نسبت یوں فرمایا کہ ان کو حدیث کی جانچ پڑتال میں کچھ دخل نہیں تو اس کی وجہ حافظ ابن عبد البر کی عبارت ذیل سے مستفاد ہو سکتی ہے۔

لما قیل لاحمد بن حنبل ما الذی نقمتم علیہ قال الرای قیل الیس مالک تکلم بالرای قال بلی و لکن ابو حنیفۃ اکثر رایا منہ قیل فھلا تکلتم فی ھذا بحصتہ فسکت احمد۔ (خیرات الحسان، ص ۷۳)

جب امام احمد حنبل سے پوچھا گیا کہ آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کون سی بات ناپسند کی۔ فرمایا قیاس۔ اس پر پوچھا گیا کہ کیا امام مالک نے قیاس نہیں کیا۔ فرمایا ہاں لیکن ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ قیاس کرنے والے ہیں۔ اس پر کہا گیا کہ آپ کس واسطے ان پر حصہ کے موافق اعتراض نہیں کرتے۔ پس امام احمد چپ ہو گئے۔

قال البنارسی

اجی اصحاب ابی حنیفہ کو ابھی رہنے دیجئے۔ کل کے کل کوفہ والے ایسے ہی تھے۔ چنانچہ تدریب الراوی، مصری ص ۲۳ میں ہے، قال الزھری ان فی حدیث اھل الکوفۃ زغلا کثیرا و قال الخطیب ان

روایاتهم الزغل قليلة السلامة من العلل۔ انتهى ملخصا۔

یعنی زہری نے کہا کہ کوفہ والوں کی روایتوں میں بہت کدورت ہے۔ اور خطیب بغدادی نے کہا کہ کوفہ والوں کی روایتوں میں بہت کدورت ہے اور علت قادحہ سے سلامتی بہت قلیل ہے۔ ایسا ہی سنن ابی داؤد' مطبوعہ مجتبائی' ص ۲۵۰' جلد ۲ میں ہے۔ کوفہ والوں کی حدیث بے نور ہے۔ اجی کوفہ والوں کو بھی جانے دیجئے۔ کوفہ تو عراق ہی سے ہے۔ کل کے کل عراق والے ایسے ہی ہیں۔ تدریب الراوی' صفحہ مذکورہ میں ہے قال طاوس اذا حدثك العراقي مائة حديث فاطرح تسعة و تسعين و كن من الباقي في الشك (انتهى) یعنی طاؤس نے کہا کہ عراق والا آدمی اگر سو حدیثیں سنادے تو ننانوے کو تو بالکل ہی چھوڑ دو۔ اور جو ایک باقی رہے' اس میں بھی شک رکھو۔ پس جب سب کے سب ایک ہی لاٹھی کے ہانکے ہیں تو امام ابو حنیفہ کیسے قوی حافظہ والے ہو سکتے ہیں۔ بقول

ع ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اللہ اللہ اسی بنیاد پر حنفیوں کو اتنا فخر ہے؟ شرم۔ (ص ۱۲)

اقول

علامہ سیوطی نے اس امر کے ثبوت میں کہ اصح الاسانید ہونے میں کسی بلاد خاص کو بھی دخل ہے' کتنے قول نقل کیے ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر بنارسی نے کیا ہے۔ امام نووی بھی اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ علامہ بدر الدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) حدیث زنجی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان قلت قال النووى و كيف يعمل هذا الى الكوفة و يجهله اهل مكة قلت هذه غفلة عظيمة منه و هذا القول منه مخالف لقول امامه فانه حكى عنه ابن القاسم بن عساكر انه قال

لاحمد و غیرہ انتم اعلم بالاخبار الصحاح منا فان کان خبر صحیح فاعلمونی حتی اذھب الیہ کوفیا کان او بصریا او شامیا فھل قال کیف امامہ و یقتضی ما قال ینبغی ان لا یکون خبرہ حجۃ حتی یعرض علی اھل مکۃ والمدینۃ فاذالم یعرض لا یکون حجۃ و ھذا خلاف الاجماع مع مافیہ من مخالفۃ بعض امامہ والذی یدل علی بطلان قولہ ان علیا و اصحابہ و عبداللہ بن مسعود و اصحابہ و اباموسی الاشعری و اصحابہ و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و جماعۃ من اصحابہ و سلمان الفارسی و عامۃ اصحابہ و التابعین انتقلوا الی الکوفۃ و البصرۃ و لم یبق بمکۃ الا القلیل و انتشروا فی البلاد للولایات والجھاد و سمع الناس منھم و نشر العلم علی ایدیھم فی جمیع البلاد الاسلامیۃ و لا ینکر ھذا الا مکابر او صاحب بدعۃ و عصبیۃ۔

(بنایہ شرح ہدایہ، مطبوعہ نو لکشور، مجلد اول، جز و اول، ص ۳۵۴)

اگر تو کہے کہ امام نووی نے کہا ہے کہ یہ حدیث کوفہ میں کیونکر پہنچ سکتی ہے حالانکہ اہل مکہ کو اس کا علم نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ امام نووی کی بڑی غفلت ہے اور اس کا یہ قول خود اس کے امام کے قول کے مخالف ہے۔ کیونکہ ابن قاسم بن عساکر نے روایت کی کہ امام شافعی نے امام احمد وغیرہ سے کہا کہ آپ ہم سے بڑھ کر احادیث صحیحہ کے عالم ہیں۔ اگر کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے بتائیں تاکہ میں اسے اختیار کروں خواہ وہ کوئی ہو بصری یا

شامی۔ پس اس نے اپنے امام کی طرح کیوں نہ کہا۔ اور نووی کے قول کا مقتضا یہ ہے کہ اس کی خبر حجت نہ ہو یہاں تک کہ اہل مکہ و مدینہ پر پیش کی جائے۔ جب پیش نہ کی جائے تو حجت نہ ہو۔ اور یہ خلاف اجماع ہے۔ علاوہ ازیں اس میں خود اس کے امام کی نص کی مخالفت ہے۔ اس کے قول کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور ان کے اصحاب حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور ان کے اصحاب، حضرت ابو موسیٰؓ اشعری اور ان کے اصحاب، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت، حضرت سلمانؓ فارسی اور ان کے اکثر اصحاب، اور تابعین کوفہ و بصرہ میں جا رہے۔ اور سوا قلیل جماعت کے مکہ میں کوئی نہ رہا اور شہروں میں ولایتوں اور جہاد کے لیے پھیل گئے۔ اور لوگوں نے ان سے حدیثیں سنیں اور ان کے ہاتھوں تمام اسلامی شہروں میں علم پھیل گیا۔ سوا مکابرہ کرنے والے یا بدعتی و متعصب کے کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

علامہ ابن ہمام نے نووی کے اعتراض کا جواب یوں دیا ہے:

و قول النووی کیف یصل هذا الخبر الی اهل الکوفة و یجهله اهل مکة استبعاد بعد وضوح الطریق و معارض بقول الشافعی لاحمد انتم اعلم بالاخبار الصحیحة منا فاذا کان خبر صحیح فاعلمونی حتی اذهب الیه کوفیا کان او بصریا او شامیا فهلا قال کیف یصل هذا الی اولئک و یجهله اهل الحرمین و هذا لان الصحابة انتشرت فی البلاد خصوصا العراق قال العجلی فی تاریخه نزل الکوفة الف و خمسمائة من

الصحابه و نزل قرقیسیا ستمائة۔

(فتح القدیر شرح ہدایہ' جزء اول' ص ۹۱)

اور نووی کا یہ قول ہے کہ یہ حدیث اہل کوفہ کو کیونکر پہنچ سکتی ہے حالانکہ اہل مکہ کو اس کا علم نہیں طریق کے واضح ہونے کے بعد مستبعد ہے اور امام شافعی کے اس قول کے مخالف ہے کہ انہوں نے امام احمد سے کہا کہ آپ ہم سے بڑھ کر احادیث صحیحہ کے عالم ہیں۔ پس اگر کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے بتائیں تاکہ میں اسے اختیار کروں خواہ وہ کوفی ہو یا بصری ہو یا شامی۔ پس امام شافعی نے کیوں نہ کہا کہ یہ حدیث ان کو کیونکر پہنچ سکتی ہے حالانکہ اہل حرمین کو اس کا علم نہیں۔ اور نووی کا قول اس لیے مستبعد ہے کہ صحابہ شہروں خصوصاً عراق میں پھیل گئے۔ عجلی (متوفی ۲۶۱ھ) نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ مقیم ہوئے اور قرقیسیا میں چھ سو مقیم ہوئے۔

بیان بالا سے ثابت ہوا کہ کسی راوی کی حدیث کو اس بنا پر مطروح یا مجروح کہنا کہ وہ کوفہ یا بصرہ یا عراق کے کسی اور شہر کا باشندہ ہے مردود ہے۔ طاؤس و زہری کا قول بر تقدیر صحت اپنے اقران کے حق میں ہوگا جو بنا بر قاعدہ جرح و تعدیل مسموع نہیں ہو سکتا۔ بخاری و مسلم کے راویوں کو اگر دیکھا جائے تو ان میں صدہا عراق ہی کے رہنے والے ملیں گے۔ کیا بنارسی بتا سکتا ہے کہ باوجود طاؤس و زہری کے قول کے شیخین نے ان عراقیوں کی روایات کو اپنی صحیح میں کیوں جگہ دی۔ لہٰذا اگر اہل حجاز یہ کہیں کہ عراقیوں کی حدیث قابل حجت نہیں یا اہل عراق یوں کہیں کہ شامیوں کی حدیث حجت نہیں تو یہ قول پایہ اعتبار سے ساقط سمجھا جائے گا۔ ابن تیمیہ حنبلی نے ایسے اقوال کو نقل کر کے یہ لکھا ہے:

فمتی کان الاسناد جیدا کان الحدیث حجة سواء کان الحدیث حجازیا او عراقیا او شامیا او غیر ذلک و قد صنف ابو داود السجستانی کتابا

فی مفاریدا اهل الامصار من السنن یبین ما اختص به اهل کل مصر من الامصار من السنن التی لا توجد مسنده عند غیرهم مثل المدینة و مکة و الطائف و دمشق و حمص و الکوفة و البصرة و غیرها۔

(مجموعہ تسع رسائل، مطبوعہ مصر، دفع الملام عن الائمہ الاعلام، ص ۶۰)

پس جب اسناد جید ہو تو حدیث حجت ہوگی۔ خواہ وہ حدیث حجازی یا عراقی یا شامی وغیرہ ہو اور ابوداؤد بجستانی نے اہل امصار کی احادیث مفردہ کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں وہ احادیث بیان کی ہیں جن کے ساتھ ہر شہر مثلاً مدینہ و مکہ و طائف و دمشق و حمص و کوفہ و بصرہ وغیرہ کے لوگ مختص ہیں اور وہ ان کے سوا کسی اور کے پاس مسند نہیں پائی جاتیں۔

قال البنارسی

اب ابو حنیفہ کی بابت خاص قول سنو۔ تخریج ہدایہ ابن حجر مطبوعہ فاروقی حاشیہ ص ۹۳ میں ہے قال صاحب المنتظم عن عبداللہ بن علی بن المدینی قال سالت ابی عن ابی حنیفة فضعفه جدا۔ انتھی یعنی علی بن مدینی کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ علی بن مدینی سے ابو حنیفہ کا حال پوچھا تو انہوں نے نہایت ضعیف بتلایا۔ ص ۱۲-۱۳

قال الرافضی

ابن الجوزی در کتاب المنتظم مجموع اقوال ایں ائمہ رجال نقل فرمودہ چنانچہ صاحب توضیح الورے فرماید ذکر صاحب المنتظم باسناده المتصل الی سعید بن ابی مریم انه قال سالت یحیی بن معین عن ابی حنیفة قال لا یکتب حدیثه والی عبداللہ بن علی بن

عبدالله المدینی قال سالت ابی عن ابی حنیفة فضعفه جدا قال روی خمسین حدیثا اخطا فیھا-(استقصاء الافحام، ص ۳۲)

اقول

بنارسی نے جو تخریج ہدایہ کا حاشیہ نقل کیا ہے وہ کسی غیر مقلد کا ہے جس کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ صرف کنیت ابو المکارم لکھ دی گئی ہے۔ اس حاشیہ کے اخیر میں یوں کہا ہے ثم اعلم ان امامنا فی الجرح و التعدیل یحیی بن معین و ثقه کذا فی تھذیب التھذیب لاکن لا یحتجب علیك ان الجرح یکون مقدما علی التعدیل کما تقرر فی الاصول فلا یخلو عن مقال واللہ اعلم-انتھی

یعنی پھر جان لے کہ امام جرح و تعدیل یحییٰ بن معین نے امام ابو حنیفہؒ کو ثقہ کہا ہے۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے لیکن تجھ پر پوشیدہ نہ رہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے جیسا کہ اصول میں ثابت ہوچکا ہے۔ پس یہ اعتراض سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم انتھی۔ مجھے ان غیر مقلدین پر تعجب آتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو محدث ہونے کا دعویٰ ہے۔ مگر اتنا بھی معلوم نہیں کہ کتب اصول میں جو یہ قاعدہ مذکور ہے وہ بر سبیل اطلاق مسلم نہیں جیسا کہ اس کتاب کے شروع میں بتفصیل بیان کیا گیا۔ اب ہم بنارسی کے اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس نے ابن جوزی کے کتاب المنتظم سے بالواسطہ نقل کیا ہے۔

ابن جوزی بغدادی حنبلی (متوفی ۵۹۷ھ) رواۃ و احادیث کی تنقید میں نہایت متشدد و متعصب ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ مجد الدین فیروز آبادی نے خاتمہ سفر السعادت میں بعض احادیث کی تحقیق و تنقید میں ابن جوزی وغیرہ متعصبین کی تقلید کی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

و در خاتمہ کتاب بابے عقد نمودہ کہ در آنجا در تحقیق و تنقید بعضے احادیث و نسبت وضع و بطلان بداں اتباع و تقلید بعضے از غلات و اہل عجلت

از متاخرین محدثین مثل ابن جوزی وغیرہ کردہ۔

(دیباچہ شرح سفر السعادت، مطبوعہ نو لکشور، ص ۳)

علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی نے تنویر الصحیفہ میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے برخلاف لکھا ہے، اس میں وہ خطیب بغدادی کا مقلد ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: و اما ابن الجوزی فانه تابع الخطیب و قد عجب سبطه منه حیث قال فی مراٰة الزمان و لیس العجب من الخطیب فانه طعن فی جماعة من العلماء و انما العجب من الجد کیف سلک اسلوبه و جاء بما هو اعظم۔ (رد المحتار، مطبوعہ مصر، جز اول، ص ۴۰)

یہ تو ابن جوزی کا حال ہے۔ اب ان کی تصنیف منتظم کی بابت سنئے۔ کتاب المنتظم فی تاریخ الامم وہ کتاب ہے جس کی نسبت کشف الظنون میں ہے قال المولی علی بن المنائی و فیه اوهام کثیرة و اغلاط صریحة اشرت الی بعضها فی هامش علی نسخة بخطه انتهی۔

یعنی مولی علی بن المنائی نے کہا کہ اس کتاب میں اوہام بہت اور غلطیاں صریح ہیں۔ جن میں سے بعض کی طرف میں نے مصنف کے ایک قلمی نسخہ کے حاشیہ میں اشارہ کیا ہے۔ انتہی۔ تاریخ بغداد اور منتظم میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی نسبت تو خصوصیت سے ایسے غلط بیانات درج کیے گئے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی شافعی کو ان کی تردید میں قلم اٹھانا پڑا۔ چنانچہ علامہ موصوف اسباب تالیف خیرات الحسان میں اس ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

الثانی انه وقع فی تاریخ الخطیب و منتظم ابی الفرج بن الجوزی ذکر اشیاء تنافی کمال ابی حنیفة رحمه الله علی ان الخطیب ذکر ما

فضائلہ بعد ذلک باسانیدہ المشھورۃ ما یبھر العقل ذکرہ بل کل من جاء بعدہ انما یستمد فی ترجمۃ الامام منہ۔(خیرات الحسان' ص ۱۷)

دوسرا سبب یہ ہے کہ تاریخ خطیب اور منتظم ابی الفرج بن الجوزی میں وہ باتیں مذکور ہیں جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے کمال کے منافی ہیں۔ اگرچہ خطیب نے اس کے بعد اپنی مشہور اسانید سے امام صاحب کے وہ فضائل بیان کیے ہیں جن کا ذکر عقل کو حیران کر دیتا ہے۔ بلکہ جو مصنف خطیب کے بعد گزرے ہیں انہوں نے امام صاحب کے حالات میں خطیب ہی سے مدد لی ہے۔

بنارسی نے جو علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے' وہ بھی ابن جوزی کے غلط بیانات کی ایک مثال ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان' ص ۷۴ میں لکھا ہے قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری و ابن المبارک و حماد بن زید و ھشام و وکیع و عباد بن العوام و جعفر بن عون و ھو ثقۃ لا باس بہ۔

یعنی علی بن المدینی نے کہا ابو حنیفہ۔ روایت کی آپ سے امام ثوری' ابن مبارک' حماد بن زید' ہشام' و کیع' عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے۔ اور آپ ہیں ثقہ لاباس بہ۔ اگر بایں ہمہ ابن جوزی کی نقل کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو وہ ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ وہ جرح غیر مفسر ہے۔ جو بنا بر قاعدہ اصول مردود و نامقبول ہے۔

قال البنارسی

ایسے بہت سے اقوال ہیں۔ ہم بالتصریح سب کو کہاں تک لکھیں۔ صرف ان محدثین کے نام مع حوالہ کتب جنہوں نے امام ابو حنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے' لکھ دیتے ہیں۔ لو سنو اور گنو (۱) امام بخاری (۲) مسلم (۳) دار قطنی (۴) نسائی (۵) ابوداؤد (۶) امام احمد (۷) ابن عبدالبر (۸) ترمذی (۹) ابن ماجہ (۱۰) دارمی (۱۱) علی بن المدینی

(۱۲) عبداللہ بن علی (۱۳) حفص بن عمرو بن علی (۱۴) ابوبکر بن داؤد (۱۵) ابن عدی (۱۶) خطیب بغدادی (۱۷) عمرو الناقد (۱۸) ابو یحییٰ (۱۹) زکریا بن محمد (۲۰) وکیع بن جراح (۲۱) حافظ ابن حجر (۲۲) امام سیوطی (۲۳) ابو علی (۲۴) علی بن سعید النسوی (۲۵) اسحاق بن ابراہیم (۲۶) عبداللہ بن مبارک (۲۷) محمد بن نصر مروزی (۲۸) امام ذہبی (۲۹) ابو اسحاق الفزاری (۳۰) امام بیہقی (۳۱) امام مالک (۳۲) امام شافعی (۳۳) طاؤس (۳۴) زہری (۳۵) یحییٰ بن سعید القطان (۳۶) ہشام بن عروہ (۳۷) ابن خلکان (۳۸) ابن خلدون (۳۹) عبدالرؤف مناوی (۴۰) قاضی ابو یحییٰ (۴۱) ابن عیینہ (۴۲) ابو یحییٰ الحمانی (۴۳) ابن عیاش (۴۴) احمد الخزاعی (۴۵) القسم بن معن (۴۶) اوزاعی (۴۷) مسعر بن کدام (۴۸) اسرائیل (۴۹) معمر (۵۰) فضیل بن عیاض (۵۱) ابو یوسف (۵۲) ایوب (۵۳) سفیان ثوری (۵۴) ابو مطیع حکم بن عبداللہ (۵۵) یزید بن ہارون (۵۶) ابو عاصم النبیل (۵۷) عبداللہ بن داؤد الخریبی (۵۸) عبداللہ بن یزید المقری (۵۹) شداد بن حکیم (۶۰) مکی بن ابراہیم (۶۱) نضر بن شمیل (۶۲) ابو عبید (۶۳) حسن بن عثمان العاضی (۶۴) یزید بن زریع (۶۵) جعفر بن ربیع (۶۶) ابراہیم بن عکرمہ القزوینی (۶۷) علی بن عاصم (۶۸) حکم بن ہشام (۶۹) عبدالرزاق (۷۰) حسن بن محمد اللیثی (۷۱) یحییٰ بن ایوب (۷۲) حفص بن عبدالرحمٰن (۷۳) زافر بن سلیمان (۷۴) اسد بن عمر (۷۵) حسن بن عمارہ (۷۶) یحییٰ بن فضیل (۷۷) ابو الجویریہ (۷۸) زائدہ (۷۹) یزید الکمیت (۸۰) علی بن حفص البزار (۸۱) ملیح بن وکیع (۸۲) محمد بن عبدالرحمٰن المسعودی (۸۳) یوسف السمتنی (۸۴) خارجہ بن مصعب (۸۵) قیس بن ربیع (۸۶) حجر بن عبدالجبار (۸۷) حفص بن حمزہ القرشی (۸۸) حسن بن زیاد (۸۹) جعفر بن عون العمری (۹۰) عبداللہ بن رجاء الغدانی (۹۱) محمد بن عبداللہ الانصاری (۹۲) عبداللہ بن عباب (۹۳) حجر بن عبداللہ الحضرمی (۹۴) ابن وہب العابد (۹۵) ابن عائشہ (۹۶) حسن بن رشیق (۹۷) ابن منیر (۹۸) ابن سہل (۹۹) ابن احمد (۱۰۰) ابن حمزہ (۱۰۱) ابن عبداللہ رہاوی (۱۰۲) امام جعفر صادق (۱۰۳) ابن جوزی

(۱۰۴) علامہ سبکی (۱۰۵) یاقوت حموی (۱۰۶) امام غزالی (۱۰۷) حافظ سلیمان (۱۰۸) امام فخر الدین رازی (۱۰۹) علامہ مجد الدین صاحب قاموس (۱۱۰) پیران پیر (۱۱۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ اجمعین۔ یہ ایک سو گیارہ شخص بڑے زوروں سے امام ابو حنیفہ کی سخت تضعیف کر رہے ہیں۔ ان کی عبارتیں کتب مندرجہ ذیل میں موجود ہیں (۱) تمہید حافظ ابن عبد البر (۲) میزان الاعتدال (۳) مصفی شرح موطا (۴) کتاب الضعفاء للنسائی (۵) ترمذی (۶) الفیہ عراقی (۷) فتح الباقی (۸) تاریخ خطیب (۹) تخریج ہدایہ ابن حجر (۱۰) ابوداؤد (۱۱) تدریب الراوی (۱۲) قیام اللیل (۱۳) تاریخ ابن خلکان (۱۴) تاریخ ابن خلدون وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ان کے اور بھی حوالہ جات ہیں۔ ان کی بابت یوں سمجھیں کہ

ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ع کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں ان کی

اب آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اس قدر ناموں کے مضامین کے لیے کس قدر ضخیم کتاب ہونے کی ضرورت ہے۔ جس کی اس مختصر میں گنجائش ناممکن ہے۔ یہ تو ہوا امام صاحب کی نسبت۔ (ص ۱۳-۱۴)

اقول

بنارسی نے یہ فہرست خطیب بغدادی کی مدد سے تیار کی ہے۔ جیسا کہ اس سے پیشتر مختار مختصر تاریخ بغداد کے حوالہ سے لکھا جا چکا ہے۔ اور چند نام اپنی طرف سے بھی اضافہ کر دیے ہیں۔ خطیب کو جو اس خدمت کے صلے میں ان کے ہمعصر ائمہ اور دیگر علماء نے سندیں دی ہیں' ان کی نقل پہلے درج ہو چکی ہے۔ بنارسی کی اس تمام خامہ فرسائی کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ یہ جرح مبہم ہے۔ جو بنا بر قاعدہ اصول مردود ہے۔ مگر ہم اہل انصاف کے لیے نہایت مختصر طور پر اس فہرست کی نظر ثانی کر دیتے ہیں۔ ان ناموں میں سے سعید بن القطان' وکیع بن جراح' حسن بن زیاد' قاسم بن معن' یزید بن ہارون' ابو عاصم النبیل' فضیل بن عیاض' عبد اللہ بن مبارک' ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی' عبد اللہ بن یزید المقری' حسن بن عمارہ' امام ابو یوسف' ابو یحییٰ عبد الحمید بن عبد الرحمٰن الحمانی' یوسف

سمتی، مسعر بن کدام، عبدالرزاق بن ہمام، اسد بن عمرو اور کئی اور بزرگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور امام صاحب کے بڑے مداح و مشکور ہیں۔ ان کے اقوال کتب اسماء الرجال اور مناقب امام میں مذکور ہیں۔ یہاں ان کے ایراد کی گنجائش نہیں۔ پس یہ کہنا کہ ان ائمہ نے اپنے استاد کی تضعیف کی ہے، سراسر افتراء ہے۔ ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک و شافعی و احمد بھی امام صاحب کے بڑے مداح ہیں۔ ابن خلکان و ابن خلدون و ابن حجر عسقلانی و ابن عبدالبر و امام غزالی و امام فخرالدین رازی وغیرہ نے اپنی اپنی تصانیف میں بجائے تضعیف کے امام صاحب کے فضائل لکھے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے امام صاحب کے مناقب میں ایک مستقل رسالہ موسومہ بہ تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ لکھا ہے۔ علامہ ذہبی نے بھی ایک مستقل رسالہ حضرت امام الائمہ کے مناقب میں تصنیف کیا ہے اور آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ مگر علامہ موصوف نے میزان الاعتدال (مطبوعہ مصر، مجلد ثالث، ص ۲۳۷) میں امام صاحب کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے النعمان بن ثابت ت س) بن زوطی ابو حنیفۃ الکوفی امام اھل الرای ضعفه النسائی من جھۃ حفظه و ابن عدی و آخرون و ترجم له الخطیب فی فصلین من تاریخه و استوفی کلام الفریقین معدلیه و مضعفیه انتھی۔ اس کلام سے کوتاہ نظر یہ سمجھے ہیں کہ امام ذہبی نے بھی امام صاحب کی تضعیف کی ہے مگر مجھے اس کلام میں کلام ہے۔ کیونکہ مصنف نے میزان الاعتدال کے دیباچہ ص ۲ میں لکھا ہے:

و فیه من تکلم فیه مع ثقته و جلالته بادنی لین و باقل تجریح فلولا ان ابن عدی او غیره من مؤلفی کتب الجرح ذکروا ذلک الشخص لما ذکرته لثقته و لم ارمن الرای ان احذف اسم احمد ممن له ذکر بتلیین ما فی کتب الائمة

المذکورین خوفا من ان یتعقب علی لا انی ذکرته لضعف فیه عندی وما کان فی کتاب البخاری وابن عدی وغیرهما من الصحابة فانی اسقطهم لجلالة الصحابة رضی الله عنهم ولا اذکرهم فی هذا المصنف اذ کان الضعف انما جاء من جهة الرواة الیهم وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام وعظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة و الشافعی والبخاری فان اذکر احدا منهم فاذکره علی الانصاف۔

اور اس کتاب میں ایسے شخص ہیں جن میں باوجود ثقہ اور بزرگ ہونے کے ذرا سی سستی اور جرح کے سبب تکلم کیا گیا ہے۔ پس اگر کتب جرح کے مولفین میں سے ابن عدی یا دوسروں نے ان شخصوں کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں ان کے ثقہ ہونے کے سبب ان کا ذکر نہ کرتا اور مجھے یہ رائے پسند نہ آئی کہ میں ان اشخاص میں سے جن کا ذکر ائمہ مذکورین کی کتابوں میں کسی سستی کے ساتھ موجود ہے کسی کا نام حذف کردوں اس لیے کہ مجھے ڈر ہے کہ مجھ پر اعتراض کیا جائے گا نہ اس لیے کہ ان میں میرے نزدیک ضعف ہے۔ اور کتاب بخاری و ابن عدی وغیرہ میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مذکور ہیں، میں ان کو ساقط کردوں گا کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم جلیل الشان ہیں اور اس کتاب میں ان کا ذکر نہ کروں گا۔ کیونکہ ضعف ان پر راویوں کی جہت سے ہے جو صحابہ کرام سے نیچے ہیں۔ اسی طرح میں اپنی اس کتاب میں ان اماموں میں سے جو فروع میں متبوع ہیں، مثل ابو حنیفہ اور شافعی اور بخاری کے کسی کو ذکر نہ کروں گا۔ کیونکہ اسلام میں ان کی جلالت اور دلوں

میں ان کی عظمت ہے۔ پس اگر میں ان میں سے کسی کا ذکر کروں گا تو انصاف سے کروں گا۔

عبارت بالا سے پایا جاتا ہے کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں بالخصوص ابو حنیفہ و شافعی و بخاری کا حال نہیں لکھا مگر جب میزان الاعتدال مطبوعہ کو دیکھا جاتا ہے تو اس میں امام شافعی و امام بخاری کا ترجمہ تو نہیں پایا جاتا مگر امام ابو حنیفہ کا ترجمہ پایا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا یہ حال علامہ ذہبی کے قلم سے نہیں بلکہ کسی حاسد کی طرف سے الحاق کیا گیا ہے۔ اگر علامہ موصوف امام صاحب کا ذکر کرتے تو حسب وعدہ خود از روئے انصاف کرتے اور ظاہر ہے کہ یہ ترجمہ علامہ موصوف کے نزدیک انصاف سے کوسوں دور ہے۔ کیونکہ مصنف نے اپنی دوسری کتاب یعنی تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کر کے ان کے مناقب بیان کیے ہیں بلکہ ان مناقب کو قلیل سمجھ کر ایک مستقل رسالہ امام صاحب کے مناقب میں تصنیف کیا ہے۔ مزید غور کا مقام ہے کہ اس الحاقی ترجمہ میں لکھا ہے کہ امام نسائی نے امام ابو حنیفہ کو حفظ کی جہت سے ضعیف کہا ہے۔ مگر یہ امام نسائی پر افترا ہے۔ کیونکہ کتاب الضعفاء و المتروکین للنسائی (مطبوعہ انوار احمد الہ آباد، ص ۲۸) میں ہے نعمان بن ثابت ابو حنیفۃ لیس بالقوی فی الحدیث کوفی۔ یعنی ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی حدیث میں قوی نہیں۔ انتہی۔ جرح مفسر و مبہم اور ضعیف و لیس بالقوی کا فرق اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ امام نسائی جرح میں متشدد ہیں۔ ان کا لیس بالقوی جو جرح مبہم ہے، اوروں کی تعدیل سے کم نہیں ہو سکتا۔

شیخ الاسلام تاج سبکی (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثانی، ص ۲۸) میں لکھتے ہیں:

قال ابن طاهر المقدسی سالت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقه فقلت قد ضعفه النسائی فقال یا بنی ان لابی عبدالرحمن شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری و مسلم۔

یعنی ابن طاہر مقدسی نے کہا کہ میں نے سعد بن علی زنجانی سے ایک شخص کی نسبت پوچھا۔ انہوں نے اس کو ثقہ بتایا۔ میں نے کہا کہ امام نسائی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اس پر سعد نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے ابو عبدالرحمٰن نسائی نے رجال کے لیے ایسی شرط رکھی ہے جو امام بخاری و مسلم کے شرط سے بھی کڑی ہے۔ انتہی۔

اگر امور متذکرۂ بالا سے قطع نظر کر کے بر سبیل تنزل تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امام ابو حنیفہ کی نسبت جو کچھ میزان الاعتدال میں ہے' وہ علامہ ذہبی کے قلم سے ہے تو ہمیں کچھ مضر نہیں۔ کیونکہ علامہ موصوف نے اس کتاب میں محض ابن عدی وغیرہ کا تتبع کیا ہے۔ اگر امام صاحب کی نسبت علامہ ذہبی کی رائے مطلوب ہو تو ان کی دیگر تصانیف ملاحظہ ہوں۔

شیخ الاسلام تاج سبکی طبقات الشافعیہ الکبریٰ (جزء خامس' ص۲۱۹) میں ترجمہ ذہبی میں یوں لکھتے ہیں:

و یعجبنی من کلام شیخنا ابی عبدالله الحافظ فصل ذکره بعد تصنیف کتاب المیزان و انا مورد بعضه قال قد کتبت فی مصنفی المیزان عددا کثیرا من الثقات الذین احتج البخاری او مسلم او غیرهما بهم لکون الرجل منهم قددون اسمه فی مصنفات الجرح وما اوردتهم لضعف فیهم عندی بل لیعرف ذالك۔

ہمارے شیخ حافظ ابو عبداللہ کے کلام میں سے ایک فصل مجھے تعجب میں ڈالتی ہے جو انہوں نے کتاب المیزان کی تصنیف کے بعد لکھی ہے۔ میں اس کا کچھ حصہ ذکر کرتا ہوں۔ امام ذہبی نے کہا کہ میں نے اپنی تصنیف میزان میں عدد کثیر ان ثقات کا لکھا ہے جن سے امام بخاری یا مسلم یا دوسروں

نے احتجاج کیا ہے۔ اس لیے کہ ان کے نام کتب جرح میں مذکور ہیں۔ میں نے ان کو اس واسطے ذکر نہیں کیا کہ میرے نزدیک ان میں ضعف ہے بلکہ اس واسطے کہ یہ معلوم ہو جائے۔

اب ابن عدی شافعی (متوفی ۳۶۵ھ) کی کامل کی نسبت بھی سنیئے۔ علامہ ذہبی حافظ ابوالقاسم عبداللہ البغوی کے ترجمہ (تذکرۃ الحفاظ مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، مجلد ثانی، ص ۳۰۳) میں لکھتے ہیں:

و اخذ ابن عدی یضعفه ثم فی الاخر قواه و قال طال عمره و احتاجوا الیه و قبله الناس قال و لو لا انی شرطت ان کل من تکلم فیه متکلم ذکرته و الا کنت لا اذکره۔

اور ابن عدی، عبداللہ بغوی کی تضعیف کرنے لگا۔ پھر اخیر میں اس کی تقویت کی اور کہا کہ اس کی عمر دراز ہوئی اور لوگ ان کے حاجت مند ہوئے اور ان کو قبول کر لیا۔ ابن عدی نے کہا کہ اگر میں یہ شرط نہ کر لیتا کہ میں ہر راوی کو جس میں کسی متکلم نے تکلم کیا ہے، ذکر کروں گا تو عبداللہ بغوی کا ذکر نہ کرتا۔

شیخ الاسلام تاج سبکی (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثانی، ص ۲۳۳) ابن عدی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ذکر ابن عدی فی الکامل کل من تکلم فیه و لو من رجال الصحیح یعنی ابن عدی نے کامل میں ہر ایک راوی کا ذکر کیا ہے۔ جس میں تکلم کیا گیا ہے خواہ وہ راوی رجال صحیح میں سے ہو۔ اسی طرح سیوطی نے تدریب الراوی مطبوعہ مصر، ص ۲۶۱ میں تصانیف فی الضعفاء کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے

ککتاب الساجی و ابن حبان و الازدی و الکامل لابن عدی الا انه ذکر کل من تکلم فیه و ان کان ثقة و تبعه علی ذلک الذهبی فی المیزان۔

یعنی مثل کتاب ساجی اور ابن حبان اور ازدی اور کامل لابن عدی کے مگر ابن عدی نے ہر ایک راوی کا ذکر کیا ہے جس میں تکلم کیا گیا ہے خواہ وہ ثقہ ہی ہو اور ذہبی نے میزان میں اسی کا اتباع کیا ہے۔ انتہی۔

لہٰذا ابن عدی نے کامل میں جو امام صاحب کی تضعیف کی ہے' اس پر بھی اعتماد نہیں۔ علاوہ ازیں وہ جرح بھی مبہم ہے۔ جو بنا پر قاعدہ اصول مسموع نہیں ہو سکتی۔

امام مجد الدین صاحب قاموس کا تشدد ان کی کتاب سفر السعادت کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ مگر تاہم انہوں نے امام صاحب کے مناقب میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ امام دار قطنی اور بیہقی متعصبین میں سے ہیں۔ لہٰذا وہ خود مجروح ہیں۔ موطا امام محمد میں جو حدیث من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام قراءۃ لہ باسناد متصل مذکور ہے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں:

فان قلت اخرج هذا الحديث الدارقطني في سننه ثم البيهقي عن ابي حنيفة مقرونا بالحسن بن عمارة وعن الحسن بن عمارة وحده بالاسناد المذكور وقال الدارقطني وهذا الحديث لم يسنده عن جابر بن عبدالله غير ابي حنيفة و الحسن بن عمارة وهما ضعيفان وقد رواه سفيان الثوري وابو الاحوص وشعبة واسرائيل وشريك و ابو خالد الالني وسفيان بن عيينه وغيرهم عن موسى بن ابي عائشة عن عبدالله بن شداد عن النبي عليه السلام مرسلا وهو الصواب۔

قلت سئل يحيى بن معين عن ابي حنيفة فقال ثقة ما سمعت احدا ضعفه هذا شعبة بن الحجاج يكتب اليه ان يحدث ويامره شعبة و سعيد و قال

ایضا کان ابو حنیفۃ ثقۃ من اھل الصدق و لم یتھم بالکذب و کان مامونا علی دین اللہ صدوقا فی الحدیث و اثنی علیہ جماعۃ من ائمۃ الکبار مثل عبداللہ بن المبارک و سفیان بن عیینۃ و الاعمش و سفیان الثوری و عبدالرزاق و حماد بن زید و وکیع و کان یفتی برایہ و الائمۃ الثلاثۃ مالک و الشافعی و احمد و آخرون کثیرون فقد ظھرلنا من ھذہ تحامل الدارقطنی و تعصبہ الفاسد فمن این لہ تضعیف ابی حنیفۃ و ھو مستحق التضعیف و قد روی فی مسندہ احادیث سقیمہ و معلولہ و منکرۃ و غریبۃ و موضوعۃ ولقد صدق القائل فی قولہ حینئذ:

اذا لم ینالوا شانہ و وقارہ ؎ فالقوم اعداء لہ و خصوم

فی المثل السائر

البحر لا یکدرہ وقوع الذباب
ولا ینجسہ و لوغ الکلاب

و حدیث ابی حنیفۃ حدیث صحیح اما ابو حنیفۃ فابو حنیفۃ و ابوالحسن موسی بن ابی عائشۃ الکوفی فی الثقات الاثبات من رجال الصحیحین و عبداللہ بن شداد من کبار التابعین وثقاتھم۔

(بنایہ شرح ہدایہ، مجلد اول، جزء اول، ص ۷۰۷)

اگر تو کہے کہ اس حدیث کو دار قطنی نے اپنی سنن میں، پھر بیہقی نے امام ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ ہر دو سے اور صرف حسن بن عمارہ سے اسناد مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔ دار قطنی نے کہا کہ اس حدیث کو جابر بن عبداللہ سے سوا ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کسی نے روایت نہیں کیا اور وہ دونوں ضعیف ہیں۔ اور اس کو سفیان ثوری، ابو الاحوص، شعبہ، اسرائیل، شریک، ابو خالد الانی اور سفیان بن عیینہ وغیرہ نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے اس نے عبداللہ بن شداد سے اس نے بطریق ارسال نبی علیہ السلام سے روایت کیا ہے اور یہی درست ہے۔

میں کہتا ہوں یحییٰ بن معین سے امام ابو حنیفہ کی نسبت دریافت کیا گیا۔ فرمایا ثقہ ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ آپ کو ضعیف کہتا ہو یہ شعبہ بن حجاج آپ کو لکھتے ہیں کہ آپ حدیث روایت کریں اور شعبہ و سعید آپ کو روایت کے لیے فرماتے ہیں۔ یحییٰ بن معین نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ و صادق ہیں۔ اور کذب سے متہم نہیں۔ اور اللہ کے دین میں امین اور حدیث میں صدوق ہیں۔ اور عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، اعمش، سفیان ثوری، عبدالرزاق، حماد بن یزید اور وکیع (جو امام صاحب کے اجتہاد پر فتویٰ دیا کرتا تھا) جیسے ائمہ کبار اور ائمہ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد اور بہت سے دیگر اماموں نے امام صاحب کی ثناء کی ہے۔ اس سے دار قطنی کا ستم اور تعصب فاسد ظاہر ہو گیا۔ پس وہ کون ہیں، امام صاحب کو ضعیف کہنے والے۔ وہ تو خود تضعیف کے لائق ہیں۔ انہوں نے اپنی مسند میں سقیم و معلول و منکر و غریب و موضوع حدیثیں نقل کی ہیں۔ اس لیے وہ اس قول قائل کے مصداق ہیں۔ جب لوگ امام صاحب کی شان و وقار کو نہ پہنچ سکے تو آپ کے مخالف و دشمن بن گئے۔ مثل سائر میں ہے کہ سمندر مکھی کے گر پڑنے سے گدلا نہیں ہوتا اور کتوں کے پینے سے

ناپاک نہیں ہوتا۔

امام ابو حنیفہ کی حدیث صحیح ہے۔ امام ابو حنیفہ تو ابو حنیفہ ہیں اور ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ کوفی ثقات اثبات میں سے ہیں اور صحیحین کے رجال میں سے ہیں۔ اور عبداللہ بن شداد کبار تابعین اور ثقات میں سے ہیں۔

امام بیہقی شافعی کا تعصب اگر دیکھنا ہو توان کی سنن اور اس کا جواب الجوہر النقی علی سنن البیہقی ملاحظہ ہو۔ امام بخاری، علی بن المدینی، خطیب بغدادی، محمد بن نصر مروزی، طاؤس، زہری، امام جعفر صادق، ابن جوزی، اسحاق بن ابراہیم حنظلی اور حضرت پیران پیر رحمہم اللہ کی نسبت پہلے لکھا جاچکا ہے۔ امام بخاری ہی کے شاگرد امام ترمذی ہیں اور ابوداؤد نے اسحاق بن ابراہیم حنظلی سے سماع کیا ہے۔ غرض میں اس مختصر میں کہاں تک لکھوں۔ بقیہ اصحاب میں سے بہت سے ایسے ہیں جنھوں نے امام صاحب کی مدح کی ہے۔ مگر بنارسی نے تعداد بڑھانے کے لیے سب کو بلاتمیز درج فہرست کردیا ہے۔ بنارسی کو چاہیے کہ ان کی عبارتیں نقل کرے۔ ہم ان شاء اللہ اس کا جواب لکھیں گے۔ اگر بنارسی اس پر چپ رہا تو سمجھ لیجئے کہ جھوٹا ہے۔ آخر میں ہم پھر کہنا چاہتے ہیں کہ بنارسی پہلے اس قاعدہ جرح و تعدیل کا مطالعہ کرے جسے ہم شروع کتاب میں مع تشریح نقل کر آئے ہیں۔ پھر اسے مدنظر رکھ کر امام صاحب کی تضعیف میں کوئی معتبر قول نقل کرے۔ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ محض تکلم سننے کے لیے ہم تیار نہیں۔ کیونکہ تکلم سے تو صحابہ کرام بھی خالی نہیں۔ امام بخاریؒ کی نسبت بھی دو جلیل القدر اماموں یعنی ابو زرعہ اور ابو حاتم نے بسبب مسئلہ لفظ تکلم کیا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ اس سے روایت ترک کردی ہے۔ اس پر شیخ الاسلام تاج سبکی شافعی یوں پکار اٹھے ہیں فیاللہ و المسلمین ایجوز لاحد ان یقول البخاری متروک وھو حامل لواء الصناعۃ و مقدم اھل السنۃ و الجماعۃ۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء اول، ص ۱۹۰) اسی طرح ہم بھی کہتے

ہیں فیاللہ و المسلمین ایجوز لاحد ان یقول الامام الاعظم ضعیف و ھو حامل لواء تدوین علم الشریعۃ ارایتم اذا ضعف رئیس المجتھدین و امام الائمۃ فمن بقی فی الامۃ۔

ذرا غور کیجئے امام یحییٰ بن سعید القطان(۱) جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے ما رایت بعینی مثل یحیی بن سعید القطان یعنی میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید قطان کا مثل نہیں دیکھا۔(تذکرۃ الحفاظ للذہبی)

حضرت عبداللہ بن مبارک(۲) جنہیں امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کیا

(۱) تذکرۃ الحفاظ مجلد اول، ص ۲۸۰، میں امام وکیع بن الجراح کے ترجمہ میں ہے و یفتی بقول ابو حنیفہ و کان یحیی القطان یفتی بقول ابی حنیفہ ایضا یعنی وکیع امام ابو حنیفہؒ کے قول کے فتوے دیتے تھے اور یحییٰ قطان بھی امام ابو حنیفہ کے قول پر فتوے دیتے تھے۔ تہذیب التہذیب (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد، جز عاشر، ص ۴۵۰) میں ہے و قال احمد بن علی بن سعید القاضی سمعت یحیی بن معین یقول سمعت یحیی بن سعید القطان یقول لا نکذب اللہ ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفۃ و قد اخذنا باکثر اقوالہ یعنی کہا احمد بن علی بن سعید قاضی نے، سنا میں نے یحییٰ بن معین کو کہ کہتے تھے سنا میں نے یحییٰ بن سعید قطان کو کہ فرماتے تھے ہم اللہ سے جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے امام ابو حنیفہؒ کے اجتہاد سے بہتر نہیں سنا۔ اور ہم نے آپ کے اکثر اقوال کو لیا ہے۔ انتہی۔ اور یحییٰ بن سعید قطان ہی کا یہ قول ہے جالسنا و اللہ ابا حنیفۃ و سمعنا منہ و کنت و اللہ نظرت الیہ عرفت فی وجھہ انہ یتقی اللہ عز و جل (مناقب الامام الاعظم للموفق مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ، جلد اول، ص ۱۹۱) یعنی اللہ کی قسم ہم امام ابو حنیفہؒ کی صحبت میں رہے اور آپ سے سماع کیا اور اللہ کی قسم جب میں آپ کی طرف دیکھتا تھا تو آپ کی پیشانی سے پہچان جاتا تھا کہ آپ عزوجل سے ڈرنے والے ہیں)

(۲) (حضرت عبداللہ بن مبارک نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں جیسا کہ تہذیب الکمال، مزی (تہذیب التہذیب، جزء عاشر، حاشیہ ۴۴۹) اور تبییض الصحیفہ سیوطی، ص ۱۰، سے ظاہر ہے۔ ان کا یہ قول مشہور ہے لو لا ان اللہ تعالی اغاثنی بابی حنیفۃ و سفیان کنت کسائر الناس (تہذیب التہذیب، جزء عاشر، ص ۴۵۰) یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ و سفیان کے ذریعہ میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں جیسا ہوتا)

کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام لیث بن سعد مصری (۱) جن کی نسبت امام نووی نے تہذیب الاسماء و اللغات میں لکھا ہے اجمعوا علی جلالتہ و علی مرتبتہ فی الفقہ و الحدیث یعنی لیث کی بزرگی اور فقہ و حدیث میں آپ کے عالی مرتبہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

(الرحمۃ الغیثیۃ بالترجمۃ اللیثیۃ لابن حجر العسقلانی، مطبوعہ مصر، ص ۷)

وکیع بن جراح (۲) جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے ما رایت اوعی للعلم و لا احفظ من وکیع یعنی میں نے وکیع سے بڑھ کر کسی کو علم کا یاد رکھنے والا اور حافظ نہیں دیکھا۔

(تذکرۃ الحفاظ)

---

(۱) (قاضی ابن خلکان شافعی (وفیات الاعیان، جزء اول، ص ۴۳۸) نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے ورایت فی بعض المجامیع ان اللیث کان حنفی المذھب و ولی القضاء بمصر یعنی میں نے کسی مجموع میں دیکھا ہے کہ امام لیث حنفی المذہب تھے اور مصر میں عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ مناقب الامام الاعظم للکردری میں بھی امام لیث کو امام صاحب کے شاگردوں کے زمرہ میں ذکر کیا ہے)

(۲) (انہوں نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مجلد اول، ص ۱۵۱ تہذیب التہذیب، جزء عاشر، ص ۴۴۹، تبییض الصحیفہ، ص ۱۱) قال ابن معین ما رایت افضل من وکیع و کان یفتی بقول ابی حنیفۃ و کان قد سمع منہ شیئا کثیرا یعنی ابن معین نے کہا میں نے وکیع سے افضل کوئی نہیں دیکھا اور وہ ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور آپ سے بکثرت سماع کیا تھا (عمدۃ القاری شرح بخاری، جزء اول، ص ۵۶۲) ان کا قول ہے لقد وجد الورع عن ابی حنیفہ فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ (مناقب الامام الاعظم للموفق، جزء اول، ص ۱۹۷) یعنی حدیث میں امام ابو حنیفہ سے وہ پرہیزگاری پائی گئی جو کسی دوسرے میں نہیں پائی گئی)

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ(۱) جس کی نسبت امام بخاری کے استاد علی بن المدینی فرمایا کرتے تھے انتھی العلم الیہ فی زمانہ یعنی یحییٰ کے زمانے میں یحییٰ پر علم کا خاتمہ ہو گیا۔ (میزان الاعتدال)

یزید بن ہارون(۲) جن کی نسبت امام ابن المدینی کا یہ قول ہے ما رایت احفظ من یزید بن ھارون یعنی میں نے یزید بن ہارون سے بڑھ کر کسی کو حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

حفص بن غیاث(۳) جن کی نسبت یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ما حدث بہ حفص ببغداد و بالکوفۃ فمن حفظہ لم یخرج کتابا کتبوا عنہ ثلاثۃ الاف و اربعۃ الاف حدیث من حفظہ یعنی حفص نے بغداد و کوفہ میں جو حدیثیں روایت کی ہیں' وہ اپنی یادداشت سے کی ہیں۔ کوئی

---

(۱) (یحییٰ بن زکریا امام صاحب کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (مجلد اول' ص ۲۴۳) میں ان کا ترجمہ بدیں الفاظ شروع کیا ہے۔ یحیی بن زکریا بن ابی زائدہ الحافظ الثبت المتقن الفقیہ ابو سعید الھمدانی الوادعی مولاھم الکوفی صاحب ابی حنیفہ)

(۲) (یزید بن ہارون نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں (تذکرۃ الحفاظ' مجلد اول' ص ۱۵۱' تبییض الصحیفہ' ص ۱۱) تبییض الصحیفہ' ص ۱۷ میں ہے روی الخطیب عن محمد بن عبدالملک الدقیقی قال سمعت یزید بن ھارون و یقول ادرکت الناس فما رایت احدا اعقل ولا افضل ولا اورع من ابی حنیفہ یعنی خطیب نے محمد بن عبدالملک دقیقی سے روایت کی۔ اس نے کہا میں نے یزید بن ہارون کو سنا کہ فرماتے تھے میں لوگوں سے ملا۔ پس کسی کو امام صاحب سے بڑھ کر عاقل و فاضل و پرہیزگار نہ پایا)

(۳) (امام حارثی نے حفص بن غیاث کے حال میں لکھا ہے و کان اذا سمع الحدیث من شیخ عرضہ علی الامام فیصرف الحدیث مصارفہ و یبین لہ معناہ (مناقب الامام الاعظم للکردری' جزء ثانی' ص ۲۰۶) یعنی حفص بن غیاث جب کسی شیخ سے کوئی حدیث سنتے تو اسے امام ابو حنیفہ پر پیش کرتے۔ پس امام صاحب اس کے جائے استعمال بتا دیتے اور اس سے اس کے معنے بیان فرما دیتے)

کتاب پاس نہ رکھتے تھے۔ اس طرح شاگردوں نے ان سے تین یا چار ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

ابو عاصم النبیل (۱) جن کی نسبت علامہ ذہبی نے لکھا ہے (اجمعوا علی توثیق ابی عاصم و قد قال عمر بن شیبۃ واللہ ما رایت مثلہ یعنی ابو عاصم کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور عمر بن شیبہ کا قول ہے کہ اللہ کی قسم میں نے ابو عاصم کا مثل نہیں دیکھا۔ (میزان الاعتدال)

عبدالرزاق بن ہمام (۲) جن کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا ھل رایت احسن حدیثا من عبدالرزاق (کیا آپ نے حدیث میں عبدالرزاق سے بہتر کسی کو دیکھا ہے) جواب میں فرمایا لا یعنی نہیں۔ (میزان الاعتدال)

امام ابو یوسف (۳) جن کی نسبت یحیٰی بن معین کا قول ہے۔ صاحب حدیث و صاحب سنہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)

---

(۱) (ابو عاصم نبیل نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مجلد اول، ص۱۵۱، تہذیب التہذیب، جزء عاشر، ص۴۴۹) امام صاحب کی نسبت ان کا قول ہے ھو واللہ عندی افقہ من ابن جریج مارات عینی رجلا اشد اقتدار اعلی الفقہ منہ (خیرات الحسان، ص۳۵) یعنی اللہ کی قسم! امام صاحب میرے نزدیک ابن جریج سے بڑھ کر فقیہ ہیں۔ میری آنکھ نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جسے امام صاحب سے بڑھ کر فقہ پر قدرت حاصل ہو)

(۲) (عبدالرزاق نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں (تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، ص۱۵۱، تہذیب التہذیب، جزء عاشر، ص۴۴۹، تبییض الصحیفہ، ص۱۰) امام صاحب کی نسبت ان کا قول ہے ما رایت احلم منہ (خیرات الحسان) یعنی میں نے امام صاحب سے بڑھ کر کسی کو حلیم نہیں دیکھا)

(۳) (امام ابو یوسف نے امام صاحب سے حدیثیں راویت کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، جزء عاشر، ص۴۴۹، تبییض الصحیفہ، ص۱۱) خیرات الحسان ص۶۷، میں ہے عن ابی یوسف ما رایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث و مواضع النکت التی فیہ من الفقہ من ابی حنیفہ یعنی ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام صاحب سے بڑھ کر کسی کو حدیث کی تفسیر اور ان باریک مقامات کا عالم نہیں دیکھا جن میں فقہ ہو)

امام محمد(۱) جن کی نسبت امام شافعی فرماتے ہیں حملت من علم محمد بن الحسن وقر بعیر یعنی میں نے امام محمد بن حسن کے علم سے ایک بار شتر کے برابر علم حاصل کیا۔ (وفیات الاعیان) یہ سب اور ایسے ہی اور بہت سے محدثین امام صاحب کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔ اگر امام صاحب کو حدیث کا علم نہ ہوتا یا حدیث میں ضعیف ہوتے تو یہ بزرگ کبھی آپ کے سامنے زانوئے شاگردی تہ نہ کرتے۔ بڑے بڑے محدثین کو جب کسی حدیث کے متعلق کچھ اشتباہ ہوتا تو امام صاحب سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابو المؤید موفق مناقب الامام الاعظم (جزء ثانی، ص ۱۴۸) میں لکھتے ہیں:

(وبه قال اخبرنا اسمعيل بن بشر) انبا شداد هو ابن حكيم عن زفر قال كان كبراء المحدثين مثل زكريا بن ابى زائده و عبد الملك ابن ابى سليمان و الليث بن ابى سليم و مطرف بن طريف و حصين هو ابن عبد الرحمان و غيرهم يحتلفون الى ابى حنيفة و يسالونه عما ينوبهم من المسائل و ما يشتبه عليهم من الحديث۔

اور حافظ سمعانی نے سند مذکور کے ساتھ کہا۔ خبر دی ہم کو اسماعیل بن بشر نے کہ خبر دی شداد نے جو حکیم کا بیٹا ہے۔ امام زفر سے کہا زفر نے کہ بڑے بڑے محدثین مثل زکریا بن ابی زائدہ اور عبد الملک بن ابی سلیمان اور لیث بن ابی سلیم اور مطرف بن طریف اور حصین بن عبد الرحمٰن وغیرہ کے امام ابو حنیفہؒ کے پاس آیا کرتے تھے اور آپ سے دریافت کیا کرتے تھے وہ مسائل جو انہیں پیش آتے تھے اور وہ احادیث جو ان پر مشتبہ ہوا کرتی تھیں۔

(۱) امام محمد نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، جزء عاشر، ص ۴۴۹، تبییض الصحیفہ، ص ۱۰)

علاوہ ازیں یحییٰ بن معین جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کل حدیث لا یعرفہ یحیی فلیس بحدیث یعنی جس حدیث کو یحییٰ نہ جانتے ہوں وہ حدیث ہی نہیں۔ (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، مطبوعہ مصر، ص ۳۲۸) انہوں نے امام صاحب کی توثیق کی ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں: و قال محمد بن سعید العونی سمعت ابن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظه و لا یحدث بما لا یحفظ و قال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث۔

یعنی محمد بن سعید عونی نے کہا میں نے ابن معین کو فرماتے سنا، ابو حنیفہؒ ثقہ تھے۔ اسی حدیث کی روایت کرتے تھے جو حفظ ہو اور جو حفظ نہ ہو، اس کی روایت نہ کرتے تھے اور صالح بن محمد اسدی نے بروایت ابن معین کہا: ابو حنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے۔

(تہذیب التہذیب، جزء عاشر، ص ۴۴۹)

علی بن المدینی جن کی نسبت امام بخاریؒ فرماتے تھے ما استصغرت نفسی عند احد الا عند علی بن المدینی۔ یعنی علی بن المدینی کے سوا کسی کے آگے میں نے اپنی آپ کو چھوٹا نہیں سمجھا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مجلد ثانی، ص ۱۶) وہ بھی امام صاحب کے توثیق کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ مکی بن ابراہیم جو امام بخاری کے استاد ہیں، فرماتے ہیں: کان ابو حنیفة اعلم اهل زمانه (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال) شیخ ابن حجر مکی فرماتے ہیں و قال شعبة کان واللہ حسن الفهم جید الحفظ حتی شنعوا علیه بما هو اعلم به منهم یعنی شعبہ نے کہا کہ اللہ کی قسم امام ابو حنیفہؒ اچھی سمجھ والے اور اچھے حافظ والے تھے۔ یہاں تک کہ مخالفوں نے آپ کو برا کہا۔ بسبب اس چیز کے جسے آپ ان کی نسبت بہتر جانتے تھے۔ (خیرات الحسان، ص ۳۴) غرض ہم امام صاب کی توثیق میں کہاں تک لکھتے چلے جائیں۔ العاقل تکفیه الاشارہ۔

معترضین کے اعتراضات کی تردید میں مولانا عبدالحیؒ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب کا طاعن اگر کوئی حنبلی یا شافعی یا مالکی ہو تو ہم اس کو اسی کے مذہب کے علماء کی تحریریں دکھا سکتے ہیں جو انہوں نے مناقب امام میں لکھی ہیں۔ اگر کوئی مجتہد ہو تو اسے دیگر مجتہدین کے اقوال دکھا سکتے ہیں۔ اگر کوئی لامذہب ہو فھو من الانعام بل ھو اضل نقوم علیہ بالنکیر و نجعلہ مستحقا للتعزیر۔ پس وہ چارپایوں میں سے ہے بلکہ ان سے بھی گمراہ ہے۔ ہم اسے برا کہیں گے اور اس کو تعزیر کا مستحق قرار دیں گے۔ (مقدمتہ التعلیق الممجد، علی موطا الامام محمد، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۳۰)

امام بخاری شافعی و نسائی شافعی و دار قطنی شافعی وغیرہ کی زبان سے جو کلمات بمقتضائے بشریت امام صاحب کے برخلاف نکلے، وہ خلاف واقع اور خود ان کے ائمہ متبوعین کے اقوال کے مناقض ہیں۔ جس صورت میں کہ امام مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ نے امام صاحب کی کمال مدح کی ہو۔ ان کے متبوعین کو یہ کیونکر زیبا ہے کہ امام صاحب کے برخلاف اپنی زبان کھولیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

وکان سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالی یقول لو انصف المقلدون للامام مالک والامام الشافعی رضی اللہ عنھما لم یضعف احد منھم قولا من اقوال الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ بعد ان سمعوا مدح ائمتھم لہ او بلغھم ذلک۔

(کتاب المیزان، جزء اول، ص ۵۵)

اور سید علی الخواص رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کے مقلدین انصاف کریں تو ان میں سے کوئی بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کسی قول کی تضعیف نہ کرے بعد اس کے کہ وہ مدح جو ان کے اماموں نے امام صاحب کی کی ہے، انہوں نے سن لی یا ان کو پہنچ گئی۔

امام شعرانی اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں:

و سمعت سیدی علی الخواص رحمه الله تعالی یقول مرارا یتعین علی اتباع الائمة ان یعظموا کل من مدحه امامهم لان امام المذهب اذا مدح عالما و جب علی جمیع اتباعه ان یمدحوه تقلیدا لامامهم و ان ینزهوه عن القول فی دین الله بالرای و ان یبالغوا فی تعظیمه و تبجیله لان کل مقلد قد اوجب علی نفسه ان یقلد امامه فی کل ما قاله سواء فهم دلیله ام لم یفهمه من غیران یطالبه بدلیل و هذا من جملة ذلک۔

اور میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ کو سنا کہ بارہا فرماتے تھے ائمہ کے مقلدین پر واجب ہے کہ اس شخص کی تعظیم کریں جس کی مدح ان کے امام نے کی ہو۔ کیونکہ جب امام مذہب کسی عالم کی مدح کرے' اس کے تمام مقلدین پر واجب ہے کہ اپنے امام کی تقلید کرکے اس کی مدح کریں اور اللہ کے دین میں رائے کے ساتھ کلام کرنے سے اسے پاک سمجھیں اور اس کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ کریں کیونکہ ہر ایک مقلد نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ ہر قول میں اپنے امام کی تقلید کرے خواہ اس کی دلیل سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو اور اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرے اور یہ منجملہ اس کے ہے۔

امام بخاریؒ کی حدیث دانی کی نسبت بجائے خود ہمیں تو کوئی شک نہیں۔ مگر بنارسی اور دیگر منہ پھٹ اشخاص کے مطالعہ و غور کے لیے کچھ عرض کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ تو معلوم ہے کہ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کے دیباچہ میں امام بخاریؒ کو منتحل الحدیث یعنی جھوٹ موٹ اپنے آپ کو محدث بنانے والا لکھا ہے۔ مگر یہاں ہمیں صرف ان کے حافظہ پر بحث مطلوب ہے۔ جب صحیح بخاری کے کسی راوی پر دیگر ائمہ جرح و تعدیل کے

حوالے سے جرح کی جاتی ہے تو اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

وقد قال الامام الحافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی وغیرہ ما احتج البخاری و مسلم و ابوداود من جماعۃ علم الطعن فیھم من غیرھم محمول علی انہ لم یثبت الطعن المؤثر مفسر السبب۔

(دیباچہ شرح مسلم للنووی)

یعنی حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی وغیرہ نے کہا کہ بخاری و مسلم و ابوداؤد نے جو راویوں کی ایسی جماعت سے احتجاج کیا ہے، جن پر دوسرے اماموں نے جرح کی ہے وہ اس معنے پر محمول ہے کہ طعن موثر و مفسر السبب ثابت نہیں ہوا۔ انتہی۔

مگر بہت سے راوی ایسے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ان کا ضعیف ہونا تسلیم کر لیا ہے اور پھر ان سے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ کی کتاب الضعفاء الصغیر سے چند نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع (۲) اسماعیل بن ابان ابو اسحاق (۳) ایوب بن عائذ الطائی (۴) زہیر بن محمد التیمی العنبری (۵) سعید بن ابی عروبہ (۶) عبداللہ بن ابی لبید (۷) عبدالملک بن اعین (۸) عبدالوارث بن سعید (۹) عطاء بن السائب بن زید (۱۰) عطاء بن ابی میمونہ البصری (۱۱) عکرمہ بن خالد المخزومی (۱۲) کہمس بن منہال۔ ان میں سے اسماعیل بن ابان کو امام بخاری نے متروک الحدیث اور عکرمہ بن خالد کو منکر الحدیث لکھا ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال مجلد اول، ص۵۔ (نیز دیکھو طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثالث، ص۱۴۸، تدریب الراوی، مطبوعہ مصر، ص۱۲۷) میں لکھتے ہیں:

نقل ابن القطان ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایہ عنہ۔

یعنی ابن قطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے کہا کہ جس راوی کی نسبت میں منکر الحدیث کہہ دوں اس سے روایت جائز نہیں۔ (انتہی)

اب سوال یہ ہے کہ امام بخاری نے ایسے راویوں سے جنہیں خود ضعیف و متروک الحدیث و منکر الحدیث لکھا ہے اپنی صحیح میں کیوں روایت کی۔ ایک معمولی شخص بھی اس سے یہی نتیجہ نکالے گا کہ ان کا حافظہ قوی نہ تھا۔ ورنہ ایسا نہ کرتے۔ امام بخاریؒ کی اس روش پر علامہ ذہبی نے بھی تعجب ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ ایوب بن عائذ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان من المرجئة قاله البخاری و اورده فی الضعفاء لا رجائه و العجب من البخاری یغمزه و قد احتج به۔ (میزان الاعتدال، مجلد اول، ص ۱۳۴)

یعنی امام بخاری نے کہا کہ ایوب مرجئہ میں سے تھا اور ارجاء کے سبب اسے ضعفاء میں داخل کیا ہے۔ امام بخاری سے تعجب ہے کہ ایوب پر طعن کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اس کے ساتھ احتجاج کیا ہے۔ انتہی۔

اسی طرح علامہ ذہبی نے مقسم کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

والعجب ان البخاری اخرج له فی صحیحه و ذکره فی کتاب الضعفاء۔

(میزان الاعتدال، مجلد ثالث، ص ۱۹۸)

یعنی تعجب ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں مقسم سے حدیث روایت کی۔ حالانکہ اسے اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ انتہی۔

اس مقام پر یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے کچھ اوہام بھی بیان کیے جائیں۔ امام شرف الدین ابو الحسین علی بن تقی الدین محمد بن احمد بن عبداللہ یونینی نے امام عبدالمومن بن خلف الدمیاطی شافعی (متوفی ۷۰۵ھ) سے مرارہ بن ربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی کی نسبت فتویٰ طلب کیا کہ آیا یہ دونوں اہل بدر میں شامل ہیں یا

نہیں۔ استفتاء میں امام یونینی نے یہ بھی بتایا ہے کہ امام الدنیا ابو عبداللہ البخاری نے اپنی صحیح (دیکھو مطبوعہ مصر، جزء ثالث، ص ٦) میں ہر دو کو اہل بدر میں ذکر کیا ہے۔ امام دمیاطی جن کی نسبت شیخ الاسلام تاج سبکی نے لکھا ہے کان حافظ زمانہ و استاذ الاستاذین فی معرفة الانساب و امام اهل الحدیث المجمع علی جلالته الجامع بین الدرایة و الروایة بالسند العالی القدر الکبیر۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ یہ امام بخاری کا وہم ہے۔ مرارہؓ و بلالؓ جنگ بدر میں شامل نہ تھے۔ اس وہم کے علاوہ علامہ دمیاطی نے صحیح بخاری میں اور اوہام بھی بتائے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

واما امام الدنیا ابو عبداللہ البخاری ففی جامعة الصحیح اوهام منها فی باب من بدء بالحلاب او الطیب عند الغسل ذکر فیه حدیث عائشةؓ کان النبی ﷺ اذا اغتسل من الجنابة دعا بشئی نحو الحلاب فاخذ بکفه الحدیث ظن البخاری ان الحلاب ضرب من الطیب فوهم فیه و انما هو اناء یسع حلب الناقة و هو ایضا المحلب بکسر المیم و حب المحلب بفتح المیم من العقاقیر الهندیه۔ و ذکر فی باب مسح الراس کله من حدیث مالک عن عمرو بن یحیی عن ابیه ان رجلا قال لعبد الله بن زید و هو جد عمرو بن یحیی اتستطیع ان ترینی کیف کان رسول الله ﷺ یتوضاء۔ قوله جد عمرو بن یحیی وهم و انما هو عم ابیه و هو عمرو بن ابی حسن و عمرو بن یحیی ابن عمارة ابن ابی حسن تمیم بن عمرو بن قیس

بن محرب و الحارث بن ثعلبة بن مازن ابن البخار المازنی و لابی حسن صحبة و قد ذکره فی الباب بعده علی الصواب من حدیث وهیب عن عمرو بن یحیی عن ابیه قال شهدت عمرو بن ابی حسن سال عبدالله بن زید عن وضوء النبی ﷺ الحدیث و ذکر فیه ایضا فی باب اذا اقیمت الصلاة فلا صلاة الا المکتوبة من حدیث شعبة عن سعد بن ابراهیم عن حفص بن عاصم عن رجل من الازد یقال له مالک بن بحینة و قدوهم شعبة فی قوله مالک بن بحینة و انما هو ولده عبدالله بن بحینة و قد رواه مسلم و النسائی و ابن ماجة علی الصواب قال ابن ماجة و قراته من حدیث ابراهیم بن سعد عن ابیه عن حفص عن عبدالله بن مالک بن بحینة یعنی عبدالله و لیس لمالک صحبة و انما الصحبة لولده عبدالله بن مالک بن القشب هذا قول ابن سعد و قال ابن الکلبی مالک بن معبد بن القشب و هو جندب بن نضلة بن عبدالله بن رافع بن محصب ابن میسر بن صعب بن دهمان بن نضر بن زهران بن کعب بن الحارث بن کعب بن عبدالله بن مالک بن نصر بن الازد و بحینة ام عبدالله بنت الحارث بن المطلب ابن عبد مناف- و اسمها عبدة اخت عبیدة بن الحرث بن المطلب المقتول یوم بدر

رفیق حمزۃ و علی الذین برزوا یوم بدر لعتبۃ بن ربیعۃ و اخیہ شعبۃ بن ربیعۃ بن شمس بن عبد مناف والولید بن عتبۃ و لبحینۃ صحبۃ و ذکر فیہ ایضا فی باب من یقدم فی اللحد فی الجنائز قال جابر فکفن ابی و عمی فی نمرۃ واحدۃ و لم یکن لجابر عم و انما عمرو بن الجموح بن زید بن حرام بن کعب کانت عندہ عمۃ جابر ہند بنت عمرو بن حرام بن ثعلبۃ و حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمۃ- و ذکر فیہ ایضا فی غزوہ المراۃ البحر عن عبداللہ بن محمد عن معاویۃ بن عمرو عن ابی اسحاق عن عبداللہ بن عبدالرحمن الانصاری عن انس قال دخل النبی ﷺ علی بنت ملحان الحدیث- قال ابو مسعود سقط بین ابی اسحاق و بین ابی طوالۃ عبداللہ بن عبدالرحمان بن معمر بن حریز زائدۃ بن قدامۃ الثقفی-

رہے دنیا کے امام ابو عبداللہ بخاری سو ان کی جامع صحیح میں اوہام ہیں- ان میں سے ایک تو "باب من بدء بالحلاب او الطیب عند الغسل" میں ہے امام بخاری نے اس باب میں یہ حدیث عائشہؓ کی ذکر کی ہے کان النبی ﷺ اذا غتسل من الجنابۃ دعا بشئی نحو الحلاب فاخذ بکفہ الحدیث- امام بخاری نے گمان کیا کہ حلاب ایک قسم کی خوشبو ہے مگر یہ ان کا وہم ہے- کیونکہ حلاب تو وہ برتن ہے جس میں اونٹنی کا دوہادا آسکے- اسے محلب بکسر میم بھی کہتے ہیں- اور حب المحلب بفتح میم عقاقیر ہندیہ کی قسم ہے- اور باب

مسح الراس کلہ میں مالک سے اس نے عمرو بن یحییٰ سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ایک شخص نے عبداللہ بن زید سے کہا اور وہ شخص عمرو بن یحییٰ کا دادا ہے۔ کیا تو مجھے دکھا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیونکر وضو فرماتے تھے۔ امام بخاری کا اس شخص کو عمرو بن یحییٰ کا دادا کہنا وہم ہے کیونکہ وہ شخص عمرو کے باپ کا چچا ہے۔ اس شخص کا نام عمرو بن ابی حسن ہے اور عمرو بیٹا ہے یحییٰ کا اور یحییٰ بیٹا ہے عمارہ بن ابی حسن تمیم کا وہ بیٹا ہے عمرو بن قیس مازنی کا اور ابو حسن صحابی ہیں۔ امام بخاری نے اس کے بعد کے باب میں اس شخص کا درست ذکر کیا ہے بروایت وہیب اس نے عمرو بن یحییٰ سے اس نے اپنے باپ سے قال شهدت عمرو بن ابی حسن سال عبدالله بن زید عن وضوء النبی ﷺ الحدیث۔ اور نیز صحیح بخاری میں باب اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ میں ذکر کیا ہے شعبہ کی روایت سے اس نے سعد بن ابراہیم سے اس نے حفص بن عاصم سے اس نے ازد کے ایک شخص سے جسے مالک بن بحینہ کہتے تھے۔ شعبہ نے مالک بن بحینہ میں وہم کیا کیونکہ وہ شخص تو مالک کا بیٹا عبداللہ بن بحینہ ہے۔ مسلم و نسائی و ابن ماجہ نے اسے درست رُوایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے کہا کہ میں نے اسے پڑھا ہے ابراہیم بن سعد کی روایت سے اس نے اپنے باپ سے اس نے حفص سے اس نے عبداللہ بن مالک بن بحینہ سے اور مالک صحابی نہیں۔ صحابی تو اس کے بیٹے عبداللہ بن مالک بن قشب ہیں۔ یہ قول ہے ابن سعد کا (اور ابن کلبی نے کہا کہ مالک بیٹا ہے معبد کا وہ بیٹا ہے قشب کا اور قشب کا نام جندب بن نضلہ بن عبداللہ بن رافع بن محسب بن میسر بن صعب بن دہمان بن نصر بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن ازد ہے اور عبداللہ کی ماں بحینہ بیٹی ہے حارث بن مطلب بن عبد مناف کی۔ اور

بحینہ کا نام عبدہ ہے جو بہن ہے عبیدہ بن حارث بن مطلب کی۔ عبیدہ بدر کے دن شہید ہوا اور رفیق ہے حمزہ اور علی کا۔ انہوں نے بدر کے دن عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شعبہ بن ربیعہ بن شمس بن عبد مناف اور ولید بن عتبہ کا مقابلہ کیا اور بحینہ صحابیہ ہے۔ اور نیز صحیح بخاری میں باب من یقدم فی اللحد فی الجنائز میں ذکر کیا ہے۔ کہا جابر نے پس میرا باپ اور چچا ایک ہی نمدے میں کفن دیے گئے تھے۔ حالانکہ جابر کا کوئی چچا نہ تھا اور عمرو بن جموح بن زید بن حرام بن کعب کے نکاح میں جابر (جابر کے والد کا نام عبداللہ بن عمرو بن حرام تھا) کی پھوپھی ہند بیٹی عمرو بن حرام بن ثعلبہ کی تھی اور حرام بیٹا ہے کعب کا وہ بیٹا ہے غنم کا وہ بیٹا ہے کعب کا وہ بیٹا ہے سلمہ کا۔ اور نیز صحیح بخاری میں غزوۃ المراۃ البحر میں ذکر کیا ہے عن عبداللہ بن محمد عن معاویہ بن عمرو بن ابی اسحاق عن عبداللہ بن عبدالرحمٰن الانصاری عن انس قال دخل النبی ﷺ بنت ملحان الحدیث۔ ابو مسعود نے کہا کہ ابو اسحاق اور ابو طوالہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر بن حریز کے درمیان زائدہ بن قدامہ ثقفی ساقط ہیں۔

وذکر فیہ ایضا فی مناقب عثمان بن عفان ان علیا جلد الولید بن عتبۃ ثمانین جلدۃ والذی رواہ مسلم و ابوداود و ابن ماجۃ من حدیث عبدالعزیز بن المختار عن الداناج عبداللہ بن فیروز عن حصین بن المنذر عن علی ان عبداللہ بن جعفر جلد و علی یعد فلما بلغ اربعین قال علی امسک۔ وذکر فیہ ایضا فی باب وفود الانصار حدثنا علی حدثنا سفیان قال کان عمرو یقول سمعت جابر بن عبداللہ یقول شھد بی خالای

العقبۃ قال عبداللہ بن محمد قال ابن عیینۃ احدھما البراء بن معرور و ھذا و ھم انما خالاہ ثعلبۃ و عمرو ابنا غنمۃ بن عدی بن سنان بن ماتی بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمۃ اختھما انیسۃ بنت غنمۃ ام جابر بن عبداللہ۔ و ذکر فیہ ایضا فی باب فضل من شھد بدرا فابتاع بنو الحارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف خبیبا و کان خبیب ھو قتل الحارث ابن عامر یوم بدر و ھذا وھم ما شھد خبیب بن عدی بن مالک بن عامر بن مخرمۃ بن جحجبا بن کلفۃ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک ابن الاوس بدرا و لا قتل الحارث و انما الذی شھد بدرا و قتل الحارث بن عامر ھو خبیب بن ساف بن عنبر بن عمرو بن خدیج بن عامر بن جشم بن الحارث بن الخزرج۔ و فی الجامع اوھام غیر ذلک و ھذا قول عبدالمؤمن بن خلف الدمیاطی خادم السنۃ النبویۃ بالدیار المصریۃ۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ للتاج السبکی، جزء سادس، ص ۱۳۸-۱۳۹)

اور نیز صحیح بخاری میں مناقب عثمان بن عفان میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے ولید بن عتبہ کو اسی درے مارے، مگر مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے کہ بروایت عبدالعزیز بن مختار۔ اس نے داناج عبداللہ بن فیروز سے اس نے حصین بن منذر سے اس نے حضرت علی سے کہ عبداللہ بن جعفر نے ولید بن عتبہ کو درے مارے اور حضرت علی گن رہے تھے۔ جب

جعفر چالیس کو پہنچا تو حضرت علی نے فرمایا ٹھہر جا۔ اور نیز صحیح بخاری باب وفود الانصار میں ذکر کیا ہے کہ حدیث کی ہم سے علی نے حدیث کی ہم سے سفیان نے۔ کہا عمرو کہتا تھا کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ میرے دو ماموں میرے ساتھ عقبہ (ثانیہ) میں حاضر ہوئے۔ عبداللہ بن محمد نے کہا کہ (سفیان) ابن عیینہ کا قول ہے کہ ان دونوں میں سے ایک براء بن معرور ہے۔ یہ وہم ہے کیونکہ جابر کے دو ماموں ثعلبہ اور عمرو ہیں جو بیٹے ہیں غنمہ بن عدی بن سنان بن ماتی بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ کے۔ ان دونوں کی بہن انیسہ بیٹی غنمہ کی ماں ہے جابر بن عبداللہ کی۔

اور نیز صحیح بخاری میں باب فضل من شھد بدرا میں ذکر کیا ہے کہ بنی حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف نے خبیب کو خریدا اور خبیب وہ ہے جس نے بدر کے دن حارث بن عامر کو قتل کیا۔ یہ وہم ہے کیونکہ خبیب بن عدی بن مالک بن عامر بن محزمہ بن حجبا بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس جنگ بدر میں حاضر نہیں ہوا اور نہ اس نے حارث کو قتل کیا۔ جو جنگ بدر میں حاضر ہوا اور جس نے حارث بن عامر کو قتل کیا وہ تو خبیب بن ساف بن عنبر بن عمرو بن خدیج بن عامر بن جشم بن حارث بن خزرج ہے۔ اور صحیح بخاری میں اس کے سوا اور اوہام ہیں اور یہ قول ہے دیار مصریہ میں سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے خادم عبدالمومن بن خلف دمیاطی کا۔

اگر بنارسی کو امام بخاری کے دیگر اوہام کے سننے کا شوق ہو تو ہم اجمالاً بتا دیتے ہیں۔ علامہ تاج سبکی کے والد بزرگوار شیخ الاسلام علی بن عبدالکافی السبکی (متوفی ۷۵۶ھ) فرماتے ہیں ایضاح الجمع و التفریق من احسن علوم الحدیث و للخطیب فیہ تصنیف ذکر للبخاری اربعۃ و سبعین و ھما علی ما زعم۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء سادس، ص ۲۴)

یعنی ایضاح الجمع و التفریق احسن علوم حدیث میں سے ہے اور اس علم میں خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) کی ایک تصنیف (المتفق و المفترق) ہے جس میں خطیب نے برحسب زعم خود امام بخاری کے چوہتر وہم ذکر کیے ہیں۔ انتہی۔ اب ہم بنارسی اور اس کے ہم مشرب اصحاب سے پوچھتے ہیں کہ جس امام کے اوہام اس قدر ہوں، اس کا حافظہ کیسا ہو گا۔

قال البنارسی

اب سنئے ان کے بیٹے اور پوتے کی بابت۔ میزان الاعتدال جلد اول، ص ۹۰ میں ہے، اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت الکوفی عن ابیہ عن جدہ۔ قال ابن عدی ثلثتھم ضعفاء۔ انتھی۔ یعنی ابن عدی نے کہا کہ اسماعیل اور ان کے باپ حماد اور ان کے باپ نعمان (ابو حنیفہ) تینوں کے تینوں ضعیف ہیں (خدا کی پناہ) ص ۱۴

اقول

مولانا ابو الحسنات عبد الحئ، ابن عدی کے اس قول کے جواب میں یوں لکھتے ہیں:

قلت قول ابن عدی ان کان مقبولا فی اسماعیل و حماد اذا بین سبب الضعف لعدم اعتبار الجرح المبھم فھو غیر مقبول قطعا فی ابی حنیفۃ و کذا کلام غیرہ ممن ضعفہ کالدارقطنی و ابن القطان کما حققہ العینی فی مواضع من البنایۃ شرح الھدایۃ و ابن الھمام فی فتح القدیر و غیرھما من المحققین۔

(الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ص ۲۳)

میں کہتا ہوں ابن عدی کا قول اگرچہ اسماعیل و حماد کی نسبت مقبول ہو جب ضعف کا سبب بیان کیا جائے کیونکہ جرح مبہم معتبر نہیں۔ مگر امام ابو

حنیفہؒ کی نسبت وہ قطعاً نامقبول ہے۔ اسی طرح قطعاً نامقبول ہے دار قطنی اور ابن قطان وغیرہ دوسروں کا قول جنہوں نے امام صاحب کو ضعیف کہا ہے جیساکہ علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ کے کئی مقامات میں' اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور ان دونوں کے سوا دیگر محققین نے ثابت کیا ہے۔

فی الواقع ابن عدی کی یہ جرح قابل وثوق نہیں۔ انہوں نے کامل میں صحیحین کے بعض راویوں کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے۔ اس پر علامہ ذہبی نے تنگ آکر عبداللہ بن یوسف تینسی (متوفی ۲۱۸ھ) کے ترجمہ میں یوں لکھ دیا ہے عبداللہ بن یوسف التینسی الثقة شیخ البخاری اساء ابن عدی بذکرہ فی الکامل (میزان الاعتدال' مجلد ثانی' ص۸۹) یعنی عبداللہ بن یوسف تینسی ثقہ اور امام بخاری کے استاد ہیں۔ ابن عدی نے برا کیا کہ کامل میں اس کا ذکر کر دیا۔ انتہی۔

علامہ ذہبی نے تو عبداللہ بن یوسف کی تضعیف پر ابن عدی کی نسبت ایسے الفاظ لکھ دیے۔ مجھے بتائیں کہ حضرت امام الائمہ سراج الامہ رئیس المجتہدین کی تضعیف پر میں ابن عدی کے حق میں کیا کہوں۔ مجھ سے بے بضاعت کو تو ہر حال میں پاس ادب ہی چاہیے۔ تجاوز اللہ عنا وعنہ۔

علامہ ذہبی نے جو ابن عدی کا یہ قول میزان الاعتدال میں نقل کیا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ علامہ موصوف کے نزدیک بھی یہ تینوں ضعیف ہیں۔ اس امر پر پہلے مفصل بحث ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ شیخ الاسلام تاج سبکی نے طبقات میں کئی جگہ شکایت کی ہے کہ علامہ ذہبی بڑے متعصب و مشدد ہیں۔ تنگ آ کر ایک جگہ تو یوں لکھتے ہیں:

فالذهبی رحمه الله متعصب جلد و هو شیخنا و له علینا حق الا ان حق الله مقدم علی حقه والذی نقوله انه لا ینبغی ان یسمع کلامه فی حنفی و لا شافعی و لا توخذ تراجمهم من کتبه

فانه يتعصب عليهم كثيرا والله تعالىٰ اعلم۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ' جزء رابع' ص ۱۹۱)

ذہبی رحمہ اللہ متعصب و سخت ہیں اور وہ ہمارے شیخ ہیں اور ہم پر ان کا حق ہے۔ مگر اللہ کا حق ان کے حق پر مقدم ہے۔ ہم جو کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی حنفی یا شافعی کے حق میں ذہبی کا قول مسموع نہ ہونا چاہیے۔ اور نہ حنفیہ و شافعیہ کے ترجمے ذہبی کی کتابوں سے لیے جائیں کیونکہ وہ ان کے برخلاف اکثر متعصب ہیں۔ واللہ اعلم۔

پس اگر باوجود اس تعصب و تشدد کے علامہ ذہبی حنفیہ و شافعیہ میں سے کسی امام کی توثیق کریں تو اس پر کمال وثوق ہونا چاہیے۔ اب سنئے کہ ان علامہ ذہبی نے امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کر کے ان کی نسبت یوں کہا ہے:

وكان اماما ورعا عالما عاملا مجتهدا كبير الشان لا يقبل جوائز السلطان بل يتجر ويكسب قال ضرار بن صرد سئل يزيد بن هارون ايما افقه الثوری وابو حنيفة فقال ابو حنيفة افقه وسفيان احفظ للحديث قال ابن المبارك ابو حنيفة افقه الناس وقال الشافعي الناس في الفقه عيال على ابي حنيفة وقال يزيد ما رايت احدا اورع ولا اعقل من ابي حنيفة وروى احمد بن محمد بن القسم بن محرز عن يحيى بن معين قال لا باس به لم يكن يتهم ولقد ضربه يزيد بن عمر بن هبيرة على القضاء فابى ان يكون قاضيا وقال ابو داود رحمه الله ان ابا حنيفة كان اماما وروى بشر بن الوليد عن ابي يوسف قال كنت امشي [illegible]

فقال رجل لا خر هذا ابو حنيفة لا ينام الليل فقال والله لا يتحدث الناس عنى بمالم افعل فكان يحيى الليل صلاة و دعاء و تضرعا قلت مناقب هذا الامام قد افردتها فى جزء۔

(تذکرۃ الحفاظ، مجلد اول، ص۱۵۱-۱۵۲)

ابو حنیفہ پرہیزگار، عالم، عامل، عابد، جلیل القدر امام تھے۔ آپ بادشاہ کے تحفے قبول نہ کیا کرتے بلکہ تجارت و کسب کرتے۔ ضرار بن صرد نے کہا کہ یزید بن ہارون سے پوچھا گیا ثوری و ابو حنیفہ میں سے کون افقہ ہے۔ فرمایا ابو حنیفہ افقہ ہیں اور سفیان حدیث میں احفظ ہیں۔ ابن مبارک کا قول ہے کہ ابو حنیفہؒ سب لوگوں سے بڑھ کر فقیہ ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔ یزید کا قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو پرہیزگار و عاقل نہیں دیکھا۔ اور احمد بن القسم بن محرز نے روایت کی کہ یحیٰی بن معین نے امام ابو حنیفہ کی نسبت فرمایا لا باس به لم يكن يتهم۔ اور یزید بن عمر بن ہبیرہ نے آپ کو قضا کے لیے مار اگر آپ نے قاضی بننے سے انکار کر دیا۔ اور ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابو حنیفہ امام تھے اور بشر بن ولید نے روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا میں ابو حنیفہ کے ساتھ جا رہا تھا ایک شخص نے دوسرے سے کہا یہ ابو حنیفہ ہیں جو رات کو نہیں سوتے۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا: اللہ کی قسم لوگ میری نسبت وہ بات نہ کہیں جو میں نے نہیں کی۔ پس آپؒ تمام رات نماز و دعا اور تضرع میں گزارتے۔ میں کہتا ہوں اس امام کے مناقب میں میں نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

عبارت مذکورہ بالا میں جو ابن معین نے امام صاحب کی نسبت فرمایا لا باس به اس سے مراد ثقہ ہے۔ چنانچہ تدریب الراوی ص۱۲۶ میں ہے:

(و عن یحیی بن معین) انہ قال لابی خیثمۃ و قد قال لہ انک تقول فلان لیس بہ باس فلان ضعیف (اذا قلت) لک (لا باس بہ فھو ثقۃ) و اذا قلت لک ھو ضعیف فلیس ھو بثقۃ لا یکتب حدیثہ فاشعر باستواء اللفظین۔

ابو خیثمہ نے یحییٰ بن معین سے کہا کہ آپ کسی کی نسبت کہہ دیتے ہیں لیس بہ باس اور کسی نسبت فلان ضعیف۔ اس پر یحییٰ نے کہا جب میں تجھ سے کسی راوی کی نسبت کہہ دوں لا باس بہ پس وہ ثقہ ہے اور جب میں تجھ سے کہہ دوں ھو ضعیف پس وہ ثقہ نہیں۔ اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ پس یحییٰ نے دونوں لفظوں کے مساوی ہونے کو بتا دیا۔

اسماعیل بن حماد کبار فقہاء میں سے ہیں۔ قال محمد بن عبداللہ الانصاری ماولی القضاء من لدن عمر الی الیوم اعلم من اسماعیل بن حماد قیل و لا الحسن البصری قال و لا الحسن۔ (میزان الاعتدال، مجلد اول، ص ۱۰۵)

یعنی محمد بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ اسماعیل بن حماد سے بڑھ کر کوئی عالم حضرت عمرؓ کے وقت سے آج تک عہدۂ قضا پر مامور نہیں ہوا۔ پوچھا گیا کہ حسن بصری بھی نہیں۔ کہا نہ حسن۔ انتہی۔

قال البنارسی

اب سنئے ان کے مقرب شاگردوں کی نسبت ضعف کا تمغہ! پہلے امام ابو یوسف کو لیجئے جو امام صاحب کے اعلیٰ درجہ کے شاگرد ہیں اور یہ وہ ہیں جن کی بابت میں پہلے بحوالہ ابن خلکان لکھ آیا ہوں کہ اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو امام ابو حنیفہ کی شہرت نہ ہوتی۔ ان کی بابت میزان الاعتدال میں ہے قال الفلاس کثیر الغلط قال البخاری ترکوہ یعنی ابو یوسف بڑی غلطی کرتے ہیں۔ امام بخاری نے کہا کہ لوگوں نے ان کو

چھوڑ دیا۔ (متروک ہیں)

یہ ترکوہ کا لفظ بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے جو قلمی ہے اور ان کو امام بخاری نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء، ص ۳۸ میں ذکر کیا ہے جو طبع ہو گیا ہے۔ اور لسان المیزان میں ہے قال ابن المبارك ابو یوسف ضعیف الروایة انتہی۔ اور تاریخ خطیب جلد دوم، ص ۱۷۰ میں ہے قال ابن المبارك انی لا تستثقل مجلسا فیه ذکر ابی یوسف و انه لما قیل له مات ابو یوسف قال مسکین یعقوب ما اغنی عنه ما کان فیه انتهی۔ یعنی عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ جس مجلس میں ابو یوسف کا تذکرہ ہو، میں اس میں بیٹھنا نہیں چاہتا اور جب ابن مبارک کو یہ خبر ملی کہ ابو یوسف کا انتقال ہو گیا تو کہنے لگے کہ مسکین یعقوب (ابو یوسف) نے جو کچھ حاصل کیا تھا، وہ اس کے کچھ کام نہ آیا۔ یہ تو ہوا حال ابو یوسف کا۔ (ص ۱۴-۱۵)

قال الرافضی

در مختار مختصر تاریخ خطیب مذکور است و فی جملة ما روی یعنی الخطیب عن ابن المبارك فی حقه ای حق ابی یوسف انه قال انی لا ستقثل مجلسا فیه ذکر ابی یوسف و انه لما قیل له مات ابو یوسف قال مسکین یعقوب ما اغنی عنه ما کان فیه واز آنجملہ آنکہ خطیب از بخاری نقل کردہ کہ او در حق ابو یوسف گفتہ ترکوہ۔ چنانچہ در مختار مختصر تاریخ بغداد نقلا عن الخطیب مذکور است قال محمد بن اسماعیل البخاری ابو یوسف القاضی ترکوہ۔

الحال عبارت ذہبی دربارۂ ابو یوسف باید شنید در میزان الاعتدال مے فرماید۔ یعقوب بن ابراهیم القاضی عن عطاء بن السائب و هشام بن عروة قال الفلاس صدوق کثیر الغلط و قال البخاری ترکوه و قال عمرو الناقد کان صاحب سنة و قال ابو حاتم

یکتب حدیثه و قال المزنی اتبع القوم للحدیث و قال ابن راهویه ثنا یحیی بن آدم قال شهد ابو یوسف عند شریک فرده و قال لا اقبل من یزعم ان الصلوة لیست من الایمان و قد روی عن ابن معین تلیین ابی یوسف- و نیز ذہبی در مغنی میگوید یعقوب بن ابراهیم القاضی عن عطاء بن السائب قال الفلاس صدوق کثیر الغلط و قال خ ترکوه و قال المزنی ابو یوسف اتبع القوم للحدیث و قال عمرو الناقد کان صاحب سنة و قال ابو حاتم یکتب حدیثه قال العسقلانی فی لسان المیزان فی ترجمة ابی یوسف و ذکر العقیلی بسند صحیح عن ابن المبارک انه وهاه-(استقصاء' بقیہ حاشیہ ص۲۲۹' صفحہ ۲'۳)

اقول

بنارسی و رافضی کی نقول میں فرق ظاہر ہے- بنارسی نے تو صرف جرح نقل کی- مگر رافضی نے جرح کے ساتھ کسی قدر تعدیل بھی نقل کی- بنارسی کی اس بددیانتی کو دیکھے کہ میزان الاعتدال میں سے فلاس کا قول پورا نقل نہیں کیا- اس میں تو یوں ہے قال الفلاس صدوق کثیر الغلط و قال البخاری ترکوه- (میزان الاعتدال' مجلد ثالث' ص ۳۲۱) مگر آپ نے صدوق کو چھوڑ دیا جو الفاظ تعدیل میں سے ہے- فلاس نے امام ابو یوسف کی نسبت تو صرف صدوق کثیر الغلط کہا- مگر عبداللہ بن رجاء ابو عمرو الغدانی البصری کی نسبت جو امام بخاری کے استاد ہیں- اس نے یوں کہا ہے صدوق کثیر الغلط و التصحیف- (تذکرۃ الحفاظ' مجلد اول' ص ۳۷۱) ہمام بن منبہ بن کامل کو جو صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں- فلاس نے ضعیف کہا ہے جس کا جواب یوں دیا جاتا ہے و لا یلتفت الی تضعیف الفلاس له فانه من فرسان الصحیحین- (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری' مطبوعہ استنبول' جزء اول'

ص ۲۹۵) سعید بن یحییٰ بن سعید بن ابان جو امام بخاری کے شیخ ہیں ان کی نسبت صالح بن محمد کا قول ہے ھو ثقۃ الا انہ کان یغلط۔ (عمدۃ القاری، جزء اول، ص ۱۵۸) قبیصہ بن عقبہ جو امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں ان کی نسبت میزان الاعتدال، مجلد ثانی، ص ۳۴۴ میں ہے و قال احمد کان کثیر الغلط صالحا ثقۃ لا باس بہ۔ انتھی پس اگر ہم بقول فلاں امام ابو یوسف کو صدوق (بڑا سچ بولنے والا کے) ساتھ کثیر الغلط تسلیم بھی کر لیں تو اس سے امام صاحب تو درکنار امام ابو یوسف بھی غیر ثقہ ثابت نہیں ہو سکتے ورنہ امام بخاری بطریق اولیٰ غیر ثقہ ٹھہریں گے۔ کیونکہ ان کے استاد کثیر الغلط والتصحیف ہیں۔ کیا بنارسی بتا سکتا ہے کہ ایسے کثیر الغلط راویوں کے سبب صحیح بخاری کی روایات پر کیا اثر پڑا ہے؟

امام بخاری نے جو امام ابو یوسف کی نسبت تاریخ کبیر میں ترکوہ اور کتاب الضعفاء الصغیر ص ۳۸ میں ترکہ یحییٰ وابن معین وغیرھما لکھ دیا ہے، اسے وہی تسلیم کر سکتا ہے جسے تعصب و عناد نے اندھا کر دیا ہو۔ اول تو یہ جرح غیر مفسر ہے جو ارباب اصول کے نزدیک مردود ہے۔ دوسرے یہ سراسر خلاف واقع ہے۔ امام ابن قتیبہ نے کتاب المعارف، مطبوعہ مصر، ص ۱۷۱ میں امام ابو یوسف کے حال میں لکھا ہے و کان صاحب سنۃ حافظا۔ علامہ ذہبی نے باوجود تعصب و تشدد کے امام ابو یوسف کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور ان کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

القاضی ابو یوسف الامام العلامۃ فقیہ العراقین یعقوب بن ابراھیم الانصاری الکوفی صاحب ابی حنیفۃ سمع ھشام بن عروہ و ابا اسحاق الشیبانی و عطاء بن السائب و طبقتھم و عنہ محمد بن الحسن الفقیہ و احمد بن حنبل و بشر بن الولید و یحیی بن معین و علی بن الجعد و علی بن مسلم الطوسی و عمرو بن ابی عمرو و

خلق سواهم- و قال المزني ابو يوسف اتبع القوم للحديث و روى ابو اسحق ابراهيم بن ابى داود و البرلسي عن يحيى بن معين قال ليس في اصحاب الراى اكثر حديثا و لا اثبت من ابى يوسف- و روى عباس عن ابن معين قال ابو يوسف صاحب حديث و صاحب سنة و قال ابن سماعه كان ابو يوسف يصلى بعد ماولى القضاء في كل يوم مائتى ركعة و قال احمد كان منصفا في الحديث و قال الفلاس صدوق كثيرالغلط- مات في ربيع الاخر سنة اثنتين و ثمانين و مائة عن سبعين سنة و له اخبار في العلم و السعادة قد افردته و افردت صاحبه محمد بن الحسن رحمه الله في جزء- انتهى مع الاختصار-

(تذکرۃ الحفاظ، مجلد اول، ص ۲۶۷-۲۶۸)

قاضی ابو یوسف امام علامہ فقیہ العراقین یعقوب بن ابراہیم انصاری کوفی شاگرد امام ابو حنیفہ کے۔ انہوں نے سماع کیا ہے ہشام بن عروہ اور ابو اسحاق شیبانی اور عطاء بن سائب اور ان کے طبقہ سے۔ اور امام ابو یوسف سے سماع کیا ہے محمد بن حسن فقیہ اور احمد بن حنبل اور بشر بن ولید اور یحیٰی بن معین اور علی بن جعد اور علی بن مسلم طوسی اور عمرو بن ابی عمرو اور ان کے سوا اور لوگوں نے۔ اور امام مزنی کا قول ہے کہ ابو یوسف اہل عراق میں سب سے بڑھ کر حدیث کے تابع ہیں۔ اور ابو اسحاق ابراہیم بن ابی داؤد برلسی نے روایت کی کہ یحیٰی بن معین نے فرمایا کہ اصحاب رائے میں ابو یوسف سے بڑھ کر کوئی کثیر الحدیث اور ثابت نہیں۔ اور عباس نے روایت

کی کہ ابن معین نے فرمایا کہ ابو یوسف صاحب حدیث اور صاحب سنت ہیں۔ اور ابن سماعہ کا قول ہے کہ ابو یوسف عہدۂ قضا پر مامور ہونے کے بعد ہر روز دو سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ابو یوسف حدیث میں منصف تھے۔ اور فلاس کا قول ہے کہ صدوق کثیر الغلط تھے۔ ماہ ربیع الآخر ۱۸۲ھ میں ستر برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کے علم و سعادت کی بابت بہت سی خبریں ہیں۔ میں نے آپ کے مناقب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور آپ کے شاگرد محمد بن حسن رحمہ اللہ کے مناقب میں بھی ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال، مجلد ثالث، ص ۳۲۱ میں امام ابو یوسف کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے:

قال عمرو الناقد کان صاحب سنة و قال ابو حاتم نکتب حدیثه و قال المزنی اتبع القوم للحدیث و قال ابن راھویه حدثنا یحیی بن آدم قال شهد ابو یوسف عند شریك فرده و قال لا اقبل من یزعم ان الصلوة لیست من الایمان و قد روی عن ابن معین تلیین ابی یوسف و اما الطحاوی فقال سمعت ابراھیم بن ابی داود البرلسی سمعت یحیی بن معین یقول لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا و لا اثبت من ابی یوسف و قال ابن عدی لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا منه۔

عمرو ناقد کا قول ہے کہ ابو یوسف صاحب سنت ہیں اور ابو حاتم کا قول ہے کہ ابو یوسف کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ اور امام مزنی نے فرمایا کہ اہل عراق میں امام ابو یوسف سب سے بڑھ کر حدیث کے تابع ہیں۔ اور ابن

راہویہ نے کہا حدیث کی ہم سے یحییٰ بن آدم نے' کہا شہادت دی ابو یوسف نے شریک کے آگے۔ پس شریک نے اسے رد کر دیا اور کہا میں اس شخص کی شہادت قبول نہیں کرتا جو گمان کرتا ہے کہ نماز جزو ایمان نہیں۔ اور ابن معین سے ابو یوسف کا لیّن ہونا مروی ہے۔ مگر امام طحاوی نے فرمایا میں نے ابراہیم بن ابی داؤد برلسی کو سنا وہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین کو سنا کہ فرماتے تھے اصحاب رائے میں کوئی شخص ابو یوسف سے بڑھ کر کثیر الحدیث اور ثابت نہیں اور ابن عدی کا قول ہے کہ اصحاب رائے میں ابو یوسف سے بڑھ کر کوئی کثیر الحدیث نہیں۔

امام نسائی باوجود متشدد فی الجرح ہونے کے لکھتے ہیں ابو یوسف القاضی ثقہ۔

(کتاب الضعفاء والمتروکین' مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد' ص ۳۵)

قاضی ابن خلکان شافعی امام ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

و روی عنہ محمد بن الحسن الشیبانی الحنفی و بشر بن الولید الکندی و علی بن الجعد و احمد بن حنبل و یحیی بن معین فی اخرین ولم یختلف یحیی بن معین و احمد بن حنبل و علی بن المدینی فی ثقتہ فی النقل و ذکر ابو عمر بن عبد البر صاحب کتاب الاستیعاب فی کتابہ الذی سماہ کتاب الانتہاء فی فضائل الثلاثۃ الفقہاء ان ابا یوسف المذکور کان حافظا و انہ کان یحضر المحدث و یحفظ خمسین ستین حدیثا ثم یقوم فیملیہا علی الناس و کان کثیر الحدیث۔

(وفیات الاعیان' جزء ثانی' ص ۳۰۳)

اور امام ابویوسف سے روایت کی محمد بن حسن شیبانی حنفی اور بشر بن ولید کندی اور علی بن جعد اور احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین اور دوسروں نے۔ اور یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل اور علی بن المدینی کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ابویوسف نقل میں ثقہ ہیں۔ اور ابو عمر بن عبدالبر مصنف کتاب الاستیعاب نے اپنی اس کتاب میں جس کا نام کتاب الانتہاء فی فضائل الثلاثة الفقہاء رکھا ہے، ذکر کیا ہے کہ ابویوسف مذکور حافظ حدیث تھے اور وہ محدث کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پچاس ساٹھ حدیثیں حفظ کر لیتے پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور وہی حدیثیں لوگوں کو لکھواتے اور وہ کثیر الحدیث تھے۔

ان شہادتوں کے آگے امام بخاری شافعی کے اقوال اور خطیب شافعی کی روایات پایہ اعتبار سے بالکل ساقط اور متروک ہیں۔ چنانچہ ابن خلکان شافعی لکھتے ہیں و قد نقل الخطیب البغدادی فی تاریخه الکبیر الفاظا عن عبدالله بن المبارک و وکیع بن الجراح و یزید بن هارون و محمد بن اسماعیل البخاری و ابی الحسن الدارقطنی وغیرهم ینبو السمع عنها فترکت ذکرها (وفیات الاعیان، جزء ثانی، ص۳۰۸) یعنی خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کبیر میں عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح اور یزید بن ہارون اور محمد بن اسماعیل بخاری اور ابوالحسن دار قطنی وغیرہ سے (امام ابو یوسف کی نسبت) ایسے الفاظ نقل کیے ہیں، جن کا سننا ہمارے کان گوارا نہیں کرتے۔ لہٰذا میں نے ان الفاظ کا ذکر ترک کر دیا ہے۔ انتہی۔

قاضی ابن خلکان کے جواب سے بنارسی اور اس کے ہم مشرب اصحاب کو عبرت پکڑنی چاہیے۔

قال البنارسی

اب سنئے امام محمد کا حال جنھوں نے ایک موطا بھی لکھ ماری ہے۔ (پانچوں سواروں

میں اپنے کو شامل کرنے یا خون لگا کے شہید بننے کو) امام نسائی نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء والمتروکین، ص ۳۵ میں لکھا ہے و محمد بن الحسن ضعیف یعنی امام محمد ضعیف ہیں اور میزان الاعتدال جلد دوم، ص ۳۶۴ میں ہے لینه النسائی وغیرہ من قبل حفظه یعنی نسائی نے ان کو ضعیف کہا ہے اور لسان المیزان میں ہے قال ابو داود لا یکتب حدیثه (الخ) یعنی ابوداؤد نے کہا کہ امام محمد کی حدیث قابل لکھنے کے نہیں ہے۔ یہ تو ہوا امام صاحب کے شاگردوں کا حال۔ (ص ۱۵)

اقول

نسائی کا امام محمد کو کتاب الضعفاء میں ضعیف کہنا اور ابوداؤد کا قول لا یکتب حدیثه یہ ہر دو جرحیں مبہم ہیں۔ میزان الاعتدال، جلد ثالث ص ۶۴ میں ہے محمد بن الحسن ابو عبدالله احد الفقهاء لينه النسائی وغیرہ من قبل حفظه یروی عن مالک بن انس وغیرہ و کان من بحور العلم و الفقه قویا فی مالک یعنی ابو عبداللہ محمد بن حسن فقہاء میں سے ہیں۔ نسائی وغیرہ نے ان کو حافظہ کے سبب لین کہا ہے۔ یہ مالک بن انس وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور علم فقہ کے سمندروں میں سے ہیں اور امام مالک سے روایت کرنے میں قوی ہیں۔ انتہی۔ کسی کو حدیث میں لین کہنا قریب تعدیل کے ہے۔ چنانچہ تدریب الراوی ص ۱۲۶ میں ہے:

(اما الفاظ الجرح فمراتب) ایضا ادناها ما قرب من التعدیل (فاذا قالوا لین الحدیث کتب حدیثه و نظر) فیه (اعتبارا و قال الدارقطنی) لما قال له حمزة بن یوسف السهمی اذا قلت فلان لین ای شئ ترید (اذا قلت لین) الحدیث (لم یکن ساقطا) متروک الحدیث (و لکن مجروحا بشئی لا یسقط عن العدالة)

الفاظ جرح کے بھی کئی مراتب ہیں۔ سب سے ادنیٰ وہ ہے جو قریب تعدیل کے ہو۔ پس جب ائمہ اصول کسی کو لین الحدیث کہیں تو اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس میں اعتبار کی حیثیت سے نظر کی جاتی ہے۔ حمزہ بن یوسف سہمی نے دار قطنی سے پوچھا کہ جب آپ کہتے ہیں فلان لین تو اس سے آپ کی کیا مراد ہوتی ہے۔ دار قطنی نے جواب دیا کہ جب میں کسی کو لین الحدیث کہہ دوں تو وہ ساقط و متروک الحدیث نہیں ہوتا بلکہ ذرا سا مجروح ہوتا ہے اور عدالت کے درجے سے ساقط نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں امام نسائی مشدد فی الجرح ہیں۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ لہٰذا ان کا امام محمد کو لین کہنا دوسروں کی تعدیل کے برابر ہے۔ اب یہاں اختصار کے طور پر امام محمد کے کچھ مناقب ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو ان کی علمیت و حدیث دانی کا پوری طرح اندازہ کرنے کا موقع مل جائے۔

امام نووی تہذیب الاسماء میں امام محمد کے حال میں لکھتے ہیں:

قال الخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد اصل محمد بن الحسن دمشقی من اهل قریة تسمی حرستا قدم ابوه العراق فولد له محمد بواسط و نشا بالکوفة و سمع الحدیث بها من ابی حنیفة و مسعربن کدام و سفیان ثوری و عمربن ذرو مالك بن مغول قال و کتب ایضا عن مالك بن انس و الاوزاعی و ربیعة بن صالح و بکیربن عمار و ابی یوسف و سکن بغداد و حدث بها و روی عنه الشافعی و ابو سلیمان الجوزجانی و ابو عبید القاسم بن سلام و غیرهم و کان الرشید ولاه القضاء و خرج معه فی سفره الی خراسان فمات

بالری و دفن بها۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں کہا کہ محمد بن حسن کا اصل دمشق ہے ایک گاؤں کے باشندوں میں سے جسے حرستا کہتے تھے۔ آپ کا والد عراق میں آیا۔ پس واسط میں اس کے ہاں امام محمد پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشوونما پایا اور وہاں ابو حنیفہ و مسعر بن کدام و سفیان ثوری و عمر بن ذر و مالک بن مغول سے حدیث سنی۔ خطیب نے کہا کہ مالک بن انس و اوزاعی و ربیعہ بن صالح و بکیر بن عمار و ابو یوسف سے بھی حدیثیں لکھیں۔ اور بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہیں حدیثیں روایت کیں اور امام شافعی و ابو سلیمان جوزجانی و ابو عبید قاسم بن سلام وغیرہم نے آپ سے حدیثیں روایت کیں۔ اور رشید نے قضاء آپ کے سپرد کی تھی۔ سفر خراسان میں آپ اس کے ساتھ نکلے اور رے میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے۔

قال الخطیب و قال محمد بن سعد کاتب الواقدی کان اصل محمد من الجزیرة و کان ابوه من جند الشام فقدم واسطا فولد بها محمد سنة ثنتین و ثلثین و مائة و نشا بالکوفة و طلب الحدیث و سمع سماعا کثیرا و جالس ابا حنیفة و سمع منه و نظر فی الرای فغلب علیه و عرف به و تقدم فیه و قدم بغداد فنزلها و اختلف الیه الناس و سمعوا منه الحدیث و الرای و خرج الی الرقة و هارون الرشید فیها فولاه قضاءها ثم عزله فقدم بغداد فلما خرج هارون والی الری الخرجة الاولی امره یخرج معه فمات بالری سنة تسع و ثمانین و مائة و هوا بن ثمان و خمسین سنة ثم روی

الخطيب باسناده عن محمد بن الحسن قال ترك ابى ثلثين الف درهم فانفقت خمسة عشر الفا على النحو و اللغة و خمسة عشر الفا على الحديث و الفقه و باسناده عن الشافعى قال قال محمد بن الحسن اقمت على باب مالك ثلث سنين و كسرا قال و كان يقول انه سمع لفظا اكثر من سبعمائة حديث و كان اذا حدثهم عن مالك امتلا منزله و كثر الناس حتى يضيق عليه الموضع و اذا حدث عن غير مالك لم يجيئه الا اليسير من الناس فقال ما اعلم احدا اسوء ثناء على اصحابه منكم اذا حدثتكم عن مالك ملاتم على الموضع و اذا حدثتكم عن اصحابكم انما تاتون متكارهين و باسناده عن اسماعيل بن حماد بن ابى حنيفة قال كان لمحمد بن الحسن مجلس فى مسجد الكوفة و هو ابن عشرين سنة و باسناده عن الشافعى قال مارايت سمينا اخف روحا من محمد بن الحسن و ما رايت افصح منه كنت اذا رايته يقرا كان القران نزل بلغته و عنه قال ما رايت اعقل من محمد بن الحسن و عنه قال ما رايت مبدنا قط اذكى من محمد بن الحسن و عنه قال محمد بن الحسن اذا اخذنى المسئلة كانه القران ينزل لا يقدم حرفا و لا يوخره و عنه قال كان محمد بن الحسن يملا العين و القلب و عنه

قال حملت عن محمد بن الحسن و قری بختی کتبا و عن یحیی بن معین قال کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن و عن ابی عبید مارایت اعلم بکتاب اللہ من محمد بن الحسن و عن ابراھیم الحربی قال قلت للامام احمد من این لک ھذہ المسائل الدقیقۃ قال من کتب محمد بن الحسن۔

(کتاب تہذیب الاسماء، مطبوعہ گاٹنجن، ۱۸۴۲ء ص ۱۰۴-۱۰۵)

خطیب نے کہا کہ محمد بن سعد (طبقات ابن سعد، مطبوعہ جرمنی، جزء سابع، قسم ثانی، ص ۷۸) کاتب واقدی کا قول ہے کہ محمد کا اصل جزیرہ سے تھا اور آپ کا والد شام کے لشکر سے تھا۔ پس واسط میں آیا اور وہاں امام محمد ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشوونما پایا اور حدیث کا علم طلب کیا اور احادیث بکثرت سنیں اور امام ابو حنیفہ کی صحبت اختیار کی اور آپ سے سماع کیا اور فقہ میں غور کی۔ پس فقہ آپ پر غالب ہوئی اور اسی کے ساتھ مشہور ہو گئے اور اس میں پیشرو بن گئے اور بغداد میں آئے۔ پس وہاں رہنے لگے اور لوگ آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے حدیث و فقہ سنتے تھے۔ آپ شہر رقہ کی طرف نکلے جبکہ ہارون رشید وہاں تھا۔ پس اس نے قضا آپ کے سپرد کی۔ پھر آپ کو معزول کر دیا۔ پس آپ بغداد میں آئے۔ جب ہارون پہلی دفعہ رے میں گیا تو آپ کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ پس آپ نے رے میں ۱۸۹ھ میں اٹھاون برس کی عمر میں وفات پائی۔ پھر خطیب نے بالاسناد روایت کی کہ محمد بن حسن نے کہا کہ میرے باپ نے تیس ہزار درہم چھوڑے پس میں نے پندرہ ہزار تو نحو و لغت پر اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ پر خرچ کیے۔

خطیب نے امام شافعیؒ سے روایت کی کہ محمد بن حسن نے فرمایا کہ میں تین

سال سے کچھ اوپر امام مالک کے دروازے پر رہا۔ اور بیان کرتے تھے کہ میں نے سات سو سے زیادہ حدیثیں لفظ بلفظ سنی ہیں۔ آپ جب امام مالک کی روایت سے حدیثیں سناتے تو آپ کا مکان بھر جاتا اور لوگ اس کثرت سے آتے کہ آپ کے لیے جگہ تنگ ہو جاتی اور جب امام مالک کے سوا کسی اور کی روایت سے حدیث سناتے تو سوائے تھوڑے سے آدمیوں کے کوئی آپ کے پاس نہ آتا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں کہ جو تمہاری نسبت اپنے اصحاب پر بری ثنا کرنے والا ہو۔ جب میں تم کو امام مالک کی روایت سناتا ہوں تو تم سے میرا مکان بھر جاتا ہے اور جب تمہارے اصحاب کی روایت سناتا ہوں تو تم ناخوش آتے ہو۔ اور خطیب نے بالاسناد اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ محمد بن حسن بیس سال کی عمر میں کوفہ کی مسجد میں تدریس کے لیے بیٹھا کرتے تھے۔ اور یہ بھی بالاسناد روایت کی کہ امام شافعی نے فرمایا میں نے کسی جسیم شخص کو نہیں دیکھا کہ محمد بن حسن سے زیادہ سبک روح والا ہو۔ اور میں نے ان سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔ جب میں آپ کو قرآن پڑھتے دیکھتا مجھے گمان ہوتا کہ گویا قرآن آپ کی لغت میں اترا ہے۔ اور امام شافعی ہی سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن حسن سے بڑھ کر کوئی عاقل نہیں دیکھا۔ اور انہی سے روایت ہے کہ میں نے کسی جسیم شخص کو کبھی محمد بن حسن سے بڑھ کر ذکی نہیں دیکھا اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ جب امام محمد کسی مسئلہ کو شروع کرتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن اتر رہا ہے۔ ایک حرف آگے پیچھے نہ کرتے۔ اور ان ہی سے روایت ہے کہ محمد بن حسن (اپنے جمال صوری و معنوی سے) دل اور آنکھوں کو بھر دیتے تھے اور ان سے ایک روایت ہے کہ میں نے محمد بن حسن سے دو شتر بار علم حاصل کیا۔ اور یحییٰ بن معین سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن حسن سے جامع صغیر لکھی اور ابو عبیدہ سے

روایت ہے کہ محمد بن حسن سے بڑھ کر میں نے کتاب اللہ کا کوئی عالم نہیں دیکھا اور ابراہیم حربی سے روایت ہے کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ یہ دقیق مسئلے آپ کو کہاں سے ملے۔ فرمایا امام محمد بن حسن کی کتابوں سے۔

قاضی ابن خلکان امام محمدؒ کے ترجمہ میں یوں لکھتے ہیں:

و کان اذا تکلم خیل الی سامعه ان القران نزل بلغته- و قال الشافعی مارایت احدا یسئل عن مسئلة فیها نظرا لا تبینت الکراهة فی وجهه الا محمد بن الحسن و قال ایضا حملت من علم محمد بن الحسن و قربعیر- و روی عن الشافعی انه قال مارایت سمینا ذکیا الا محمد بن الحسن-

(وفیات الاعیان' جزء اول' ص ۴۵۴)

امام محمدؒ جب کلام کرتے تو سامع کو خیال ہوتا کہ قرآن آپ کی لغت میں اترا ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ امام محمد بن حسن کے سوا میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ اس سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا جائے جس میں نظر ہو مگر کراہت اس کے پیشانی میں ظاہر ہو گی۔ اور یہ بھی امام شافعی کا قول ہے کہ میں نے امام محمد بن حسن کے علم میں سے ایک شتربار علم حاصل کیا۔ اور امام شافعی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سوائے امام محمد بن حسن کے میں نے کسی جسیم شخص کو ذکی نہیں دیکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں امام محمدؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ولد بواسط و نشا بالکوفة و تفقه علی ابی حنیفة و سمع الحدیث عن الثوری و مسعر بن کدام و مالک بن مغول و مالک بن انس و الاوزاعی و ربیعة بن صالح و جماعة و عنه الشافعی و ابو

سلیمان و هشام الرازی و علی بن مسلم الطوسی وغیرهم ولی القضاء فی ایام الرشید و قال عبدالحکم سمعت الشافعی یقول قال محمد اقمت علی باب مالك ثلث سنین و سمعت منه اکثر من سبعمائة حدیث و قال الربیع سمعت الشافعی یقول حملت عن محمد و قر بعیر علما و قال عبدالله بن علی بن عبدالله المدینی عن ابیه فی حق محمد بن الحسن انه صدوق۔

(تنویر الحاسہ فی مناقب الائمہ الثلاثہ للمولوی محمد حسن مطبوعہ لاہور، ص ۵۰)

امام محمد شہر واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشو و نما پایا اور امام ابو حنیفہ سے علم فقہ پڑھا اور ثوری و مسعر بن کدام و مالک بن مغول و مالک بن انس و اوزاعی و ربیعہ بن صالح اور ان کے سوا ایک جماعت سے حدیث سنی۔ اور آپ سے امام شافعی و ابو سلیمان و ہشام رازی و علی بن مسلم طوسی وغیرہ نے حدیث سنی۔ خلیفہ رشید کے عہد میں آپ عہدۂ قضا پر مامور کیے گئے اور عبدالحکم نے کہا کہ میں نے امام شافعی کو سنا کہ فرماتے تھے امام محمد کا بیان ہے کہ میں امام مالک کے دروازے پر تین سال رہا اور ان سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنیں۔ اور ربیع کا قول ہے کہ میں نے امام شافعی کو سنا کہ فرماتے تھے میں نے امام محمد سے ایک شتر بار علم حاصل کیا اور عبداللہ بن علی مدینی نے کہا کہ میرے والد امام محمد بن حسن کے حق میں فرماتے تھے کہ وہ بڑے سچے ہیں۔

اسی طرح ابو سعد سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں:

هو ابو عبدالله محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی نسبة ولاء الی شیبان فتح الشین

المعجمة قبيلة معروفة الكوفى صاحب الامام ابى حنيفة اصله من دمشق من اهل قرية يقال لها حرستا بفتح الحاء المهملة و سكون الراء المهملة فولد محمد بواسط و نشا بالكوفة و تلمذ لابى حنيفة و سمع الحديث عن مسعر بن كدام و سفيان الثورى و عمرو بن دينار و مالك بن مغول و الامام مالك بن انس و الاوزاعى و ربيعة بن صالح و بكير و القاضى ابى يوسف و سكن بغداد و حدث بها و روى عنه الامام الشافعى محمد بن ادريس و ابو سليمان موسى بن سليمان الجوزجانى و هشام بن عبيدالله الرازى و ابو عبيد قاسم بن سلام و على بن مسلم الطوسى و ابو حفص الكبير و خلف بن ايوب و كان الرشيد و لاه القضاء بالرقة فصنف كتابا مسمى بالرقيات ثم عزله و قدم بغداد فلما خرج هارون الرشيد الى الرے الخرجة الاولى امره فخرج معه فمات بالرى سنه تسع و ثمانين و مائة و حكى عنه انه قال مات ابى و ترك ثلاثين الف درهم فانفقت خمسة عشر الفا على النحو و الشعر و خمسة عشر الفا على الحديث و الفقه- و قال الشافعى ما رايت سمينا اخف روحا من محمد بن الحسن و قال ايضا ما رايت افصح منه كنت اظن اذا رايته يقرء القران كان القران ينزل على لغته و قال ايضا ما رايت

اعقل من محمد بن الحسن و روی عنه ان رجلا ساله عن مسئلة فاجابه فقال له الرجل خالفک الفقهاء فقال له الشافعی و هل رایت فقیها قط اللهم الا ان تکون رایت محمد بن الحسن و وقف رجل علی المزنی فساله عن اهل العراق فقال ما تقول فی ابی حنیفة فقال سیدهم قال فابو یوسف قال اتبعهم للحدیث قال لمحمد بن الحسن قال اکثرهم تفریعا قال فزفر قال احدهم قیاسا و روی عن الشافعی انه قال ماناظرت احدا الا تغیر وجهه ماخلا محمد بن الحسن و لو لم یعرف لسانهم لحکمنا انهم من الملئکة محمد فی فقهه و الکسائی فی نحوه و الاصمعی فی شعره و روی عن احمد بن حنبل انه قال اذا کان فی المسئلة قول ثلثة لم یسمع مخالفتهم فقیل له من هم قال ابو حنیفة و ابو یوسف و محمد فابو حنیفة ابصرهم بالقیاس و ابو یوسف ابصر الناس بالاثار و محمد ابصر الناس بالعربیه۔

(تنویر الحاسہ، ص ۵۴ تا ۵٦)

ابو عبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی منسوب بحیثیت ولاء طرف شیبان کی جو ایک مشہور قبیلہ ہے کوفہ کے رہنے والے شاگرد امام ابو حنیفہؒ کے۔ آپ کی اصل دمشق سے ہے ایک گاؤں کے رہنے والوں میں سے جسے حرستا کہتے تھے۔ امام محمد شہر واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشوونما پایا اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد بنے اور مسعر بن کدام و سفیان ثوری و عمرو بن دینار و

مالک بن مغول و امام مالک بن انس و اوزاعی و ربیعہ بن صالح وبکیر و قاضی ابو یوسف سے حدیث سنی اور بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہاں حدیثیں روایت کیں۔ اور آپ سے امام شافعی محمد بن ادریس و ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جوزجانی و ہشام بن عبید اللہ رازی و ابو عبیدہ قاسم بن سلام و علی بن مسلم طوسی و ابو حفص کبیر و خلف بن ایوب نے حدیثیں روایت کیں اور خلیفہ رشید نے آپ کو رقہ میں عہدہ قضا پر مامور کر دیا تھا۔ پس آپ نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام رقیات ہے۔ پھر رشید نے آپ کو معزول کر دیا اور آپ بغداد میں آ گئے۔ جب ہارون رشید پہلی دفعہ رے کو گیا تو آپ بھی اس کے حکم سے اس کے ساتھ گئے اور رے میں ۱۸۹ھ میں وفات پائی اور امام محمد سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے والد تیس ہزار درہم چھوڑ مرے پس میں نے پندرہ ہزار تو نحو و شعر میں اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ میں خرچ کر دیے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے امام محمد بن حسن سے بڑھ کر کسی جسیم شخص کو سبک روح نہیں دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے امام محمد سے زیادہ فصیح نہیں دیکھا جب میں آپ کو قرآن پڑھتے دیکھتا تو مجھے گمان ہوتا کہ گویا قرآن آپ کی لغت کے موافق اتر رہا ہے اور نیز فرمایا کہ میں نے امام محمد بن حسن سے بڑھ کر کسی کو عاقل نہیں دیکھا۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے امام شافعی سے ایک مسئلہ پوچھا۔ پس آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس شخص نے امام شافعی سے کہا کہ اس مسئلے میں فقہاء آپ کے خلاف ہیں۔ اس پر امام شافعی نے فرمایا کیا تو نے کبھی سوائے امام محمد بن حسن کے کوئی فقیہ دیکھا ہے۔ ایک شخص نے امام مزنی کے پاس جا کر اہل عراق کی بابت پوچھا اور کہا ابو حنیفہ کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے۔ کہا وہ سردار ہیں اہل عراق کے۔ پوچھا ابو یوسف کا کیا حال ہے۔ کہا وہ ان میں سے حدیث کے سب سے زیادہ تابع ہیں۔ پوچھا محمد بن حسن کا کیا حال

ہے کہا وہ تفریع مسائل میں سب سے زیادہ ہیں۔ پس امام زفر کا حال پوچھا کہا وہ قیاس میں سب سے تیز ہیں۔ روایت ہے کہ امام شافعی نے فرمایا سوائے امام محمد بن حسن کے میں نے جس سے مناظرہ کیا اس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اگر ان کی بولی نہ پہچانی جاتی تو ہم حکم لگا دیتے کہ وہ فرشتے ہیں امام محمد فقہ میں اور کسائی نحو میں اور اصمعی شعر میں۔ روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ جب کسی مسئلے میں تینوں کا قول ایک ہو تو ان کی مخالفت قابل سماعت نہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں۔ فرمایا ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد۔ ان میں سے امام ابو حنیفہ کو قیاس میں زیادہ بصیرت ہے۔ امام ابو یوسف لوگوں میں سے حدیث شناس زیادہ ہیں اور امام محمد عربیت میں زیادہ مبصر ہیں۔

غرض میں کہاں تک لکھتا چلا جاؤں۔ علامہ ذہبی نے تو مناقب امام محمد میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا ذکر آپ نے تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے۔

عبارت بالا سے امام محمد کی ثقاہت کے علاوہ یہ امر بھی ظاہر ہوا کہ آپ کو ایک بڑا فخر بھی حاصل ہے کہ امام شافعی آپ کے شاگرد ہیں اور امام شافعی خود اپنی شاگردی کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

و کان محمد بن الحسن جید المنزلة عند الخلیفة فاختلف الیه و قلت هو اولی من جهة الفقه فلزمته و کتبت عنه و عرفت اقاویلهم۔

(توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس لابن حجر العسقلانی، مطبوعہ مصر، ص ۶۹)

امام محمد خلیفہ رشید کے نزدیک اچھے رتبہ والے تھے۔ پس میں ان کے پاس جانے لگا اور میں نے سوچا کہ فقہ کے اعتبار سے وہ اولیٰ ہیں۔ اس لیے میں نے ان کی صحبت کو لازم پکڑا۔ اور ان سے علم نقل کیا اور فقہاء کے اقوال سے واقف ہو گیا۔

نقول بالا سے یہ بھی ثابت ہے کہ امام محمدؒ نے امام مالک سے ان کا موطا بالتمام سنا ہے۔ امام محمدؒ کا موطا وہی موطا امام مالک ہے مع الزیادات۔ اور موطا امام مالک کی نسبت امام شافعی فرماتے ہیں ما فی الارض کتاب اکثر صوابا من موطا مالک یعنی موطا امام مالک سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی کتاب صحیح نہیں ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ' جلد اول' ص ۱۸۸) پس یہ کس قدر نادانی ہے کہ امام محمدؒ پر یوں طعن کیا جائے کہ انہوں نے ایک موطا بھی لکھ ماری ہے۔ غیر مقلدین کے ہاں احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی یہی تعظیم ہے۔ العیاذ باللہ۔

بنارسی نے اپنی نیش زنی کو امام صاحب کے شاگردوں تک محدود رکھا ہے اور شاگردوں کے شاگردوں کا ذکر نہیں کیا۔ شاید اس وجہ سے کہ ان میں تو امام بخاریؒ بھی آ جاتے مگر اہل انصاف تو اب بھی سمجھتے ہیں کہ امام محمدؒ پر جرح کرنا امام بخاریؒ پر جرح کرنا ہے۔

قال البنارسی

لیکن امام صاحب کا ایک مزیدار حال اور سنئے۔ امام صاحب علاوہ اس کے کہ ضعیف تھے' مرجیہ بھی تھے اور مرجیہ کے بارے میں ترمذی میں بروایت ابن عباس مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صنفان من امتی لیس لهما فی الاسلام نصیب المرجیة و القدریة یعنی مرجیہ اور قدریہ اسلام سے خارج ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ مسلمان نہیں) اب سنئے ثبوت ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں فہرست اسماء مرجیہ کی یوں لکھی ہے۔ (۱) ابراہیم التیمی (۲) عمرو بن مرہ (۳) ابوذر ہمدانی (۴) طلق بن حبیب (۵) عبدالعزیز بن ابی رواد (۶) ابنہ عبدالجید (۷) خارجہ بن مصعب (۸) عمرو بن قیس الماجر (۹) ابو معاویہ الضریر (۱۰) یحییٰ بن زکریا (۱۱) ابن ابی زائدہ (۱۲) محمد بن السائب (۱۳) مسعر بن کدام (۱۴) حماد بن ابی سلیمان (۱۵) ابو حنیفہ الفقیہ (۱۶) ابو یوسف صاحب الرای (۱۷) محمد بن حسن (انتہی)

اس میں حماد بن ابی سلیمان امام صاحب کے استاد ہیں۔ اور امام صاحب بھی خود

موجود ہیں اور ابو یوسف اور محمد بن حسن امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ چاروں کے چاروں مرجیہ اور مرجیہ کی بابت حدیث اوپر سنائی گئی۔ یہ لطف پر لطف ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نے تمام حنفیہ کو مرجیہ لکھا ہے۔ دیکھو غنیتہ الطالبین، ص ۲۲۷۔

اب تمام حنفیوں کی بابت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا لیس لھم فی الاسلام نصیب کما ورد فی الحدیث فافھموا ولا تعجلوا۔ (ص ۱۵-۱۶)

قال الرافضی

ابن قتیبہ دینوری کہ از اعاظم ثقات اہل سنت و عمدہ ترین معتبرین ایشان است ابو یوسف را مع استاد اعظمش یعنی ابو حنیفہ و استاد استادش یعنی حماد با رفیقش یعنی محمد بن الحسن مرجی قرار مے دہد و مجموعہ این اساتذہ و تلامذہ در یک رسن بستہ بسوے دار البوار مے فرستد۔ چنانچہ در کتاب معارف کہ بعنایت ایزد متعال نسخہ متعارف آں پیش این تشتت البال حاضر است می فرماید۔ اسماء المرجئہ الفقیہ عبدالعزیز بن ابی رواد، ابنہ عبدالمجید، خارجہ بن مصعب، عمر بن قیس الماصر، ابو معاویہ الضریر، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، ابو یوسف صاحب الرای، محمد بن الحسن، محمد بن السائب، مسعر بن کدام انتہی۔ (استقصاء، ص ۲۲۴) و از ہمیں جا است کہ عارف ربانی و قطب صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی در کتاب غنیہ ابو حنیفہ را مرجی گفتہ حضرات حنفیہ راہم مرجیہ قرار دادہ بمقتضائے حدیث صنفان من امتی لیس لھما من الاسلام نصیب احدھما مرجی و الاخر قدری کما رواہ الترمذی، امام اعظم و اتباعش را از اسلام خارج فرمودہ۔ (استقصاء، ص ۲۲۳، ملخصاً)

قول

امام صاحب سے پہلے حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما بھی اسی اتہام کا نشانہ بن چکے تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے صحیح بخاری کے ایک راوی محارب بن دثار کے ترجمہ میں لکھا ہے و قال ابن سعد لا یحتجون بہ کان ممن یرجی علیا و عثمان و لا یشھد علیھما بایمان و لا کفر (میزان الاعتدال،

مجلد ثالث، ص۹) یعنی ابن سعد (ابن سعد کے الفاظ یہ ہیں و لہ احادیث و لا یحتجون بہ و کان من المرجیۃ الا ولی الذین کانوا یرجون علیا و عثمان و لا یشھدون بایمان و لا کفر) (طبقات ابن سعد، مطبوعہ جرمنی، جزء سادس، ص۲۱۴) نے کہا کہ لوگ محارب بن دثار کے ساتھ احتجاج نہیں کرتے وہ منجملہ ان کے تھا جو حضرت علی و عثمان کو مرجیہ کہتے تھے اور نہ ان کے ایمان کی شہادت دیتے تھے اور نہ کفر کی۔ انتہی۔ امام صاحب کا اس اتہام سے بری ہونا خود ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ آپ فقہ اکبر میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

و لا نقول ان المؤمن لا تضرہ الذنوب و لا نقول انہ لا یدخل النار و لا نقول انہ یخلد فیھا و ان کان فاسقا بعد ان یخرج من الدنیا مؤمنا و لا نقول ان حسناتنا مقبولۃ و سیئاتنا مغفورۃ کقول المرجئۃ۔

ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ مومن کو گناہ مضر نہیں اور نہ یہ کہ گنہگار مومن دوزخ میں داخل نہ ہو گا۔ اور نہ ہمارا عقیدہ ہے کہ مومن خواہ فاسق ہو دوزخ میں ہمیشہ رہے گا بعد اس کے کہ دنیا سے مومن گیا ہو اور نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مومن کی نیکیاں مقبول ہیں اور اس کی برائیاں معاف کی گئی ہیں جیسا کہ مرجیہ کا قول ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ امام صاحب پر یہ اتہام کس طرح لگایا گیا۔ اور ابن قتیبہ تک کیونکر پہنچا۔ امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی شافعی (متوفی ۵۴۸ھ) اپنی کتاب ملل و نحل (۱) (مطبوعہ مطبع عثمانیہ، جزء اول، ص۷۹) میں مرجیہ کے فرقوں کے ذکر میں لکھتے ہیں:

(۱) امام شہرستانی اپنی بے تعصبی کا اظہار اس کتاب کے مقدمہ، ص۵ میں بدیں الفاظ کرتے ہیں و شرطی علی نفسی ان اورد مذھب کل فرقۃ علی ما وجدتہ فی کتبھم من غیر تعصب لھم یعنی میں نے اپنے اوپر یہ شرط کر لی ہے کہ ہر ایک فرقہ کا مذہب بغیر کسی تعصب کے ذکر کروں جیسا کہ میں نے اس فرقہ کی کتابوں میں پایا)

الغسانية اصحاب غسان الكوفى زعم ان الايمان هو المعرفة بالله تعالى و برسوله و الاقرار بما انزل الله مما جاء به الرسول فى الجملة دون التفصيل و الايمان يزيد و لا ينقص۔ و زعم ان قائلا لو قال اعلم ان الله قد حرم اكل الخنزير و لا ادرى هل الخنزير الذى حرمه هذه الشاة ام غيرها كان مومنا و لو قال ان الله قد فرض الحج الى الكعبة غير انى لا ادرى اين الكعبة و لعلها بالهند كان مومنا و مقصوده ان امثال هذه الاعتقادات امور وراء الايمان لا انه كان شاكا فى هذه الامور فان عاقلا لا يستجيز من عقله ان يشك فى ان الكعبة الى اى جهة و ان الفرق بين الخنزير و الشاه ظاهر و من العجب ان غسان كان يحكى عن ابى حنيفة رحمه الله مثل مذهبه و يعده من المرجئة و لعله كذب و لعمرى كان يقال لابى حنيفه و اصحابه مرجئة السنة و يعده كثير من اصحاب المقالات من جملة المرجئة و لعل السبب فيه انه لما كان يقول الايمان هو التصديق بالقلب و هو لا يزيد و لا ينقص ظنوا به انه يوخر العمل عن الايمان و الرجل مع تحرجه فى العمل كيف يفتى بترك العمل و له سبب اخر و هو انه كان يخالف القدرية و المعتزلة الذين ظهروا فى الصدر الاول و المعتزلة كانوا يلقبون

کل من خالفهم فی القدر مرجئا و کذلک الوعیدیة من الخوارج فلا یبعد ان اللقب انما لزمه من فریقی المعتزلة والخوارج واللہ اعلم۔

غسانیہ اصحاب ہیں غسان کوفی کے، غسان کا خیال تھا کہ ایمان پہچاننا اللہ و رسول کا ہے اور اقرار کرنا اجمال کے طور پر نہ کہ تفصیل کے طور پر ساتھ اس کے جو جناب رسالت مآب اللہ کی طرف سے لائے اور ایمان زیادہ ہوتا ہے اور گھٹتا نہیں اور اس کا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص کہے میں جانتا ہوں کہ اللہ نے سور کا کھانا حرام کر دیا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ وہ سور جسے حرام کیا ہے، یہ بکری ہے یا اس کے سوا اور۔ تو وہ مومن ہو گا۔ اور اگر کہے کہ اللہ نے کعبہ کا حج فرض کیا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ کعبہ کہاں ہے۔ شاید وہ ہند میں ہے۔ تو وہ مومن ہے۔ غسان کا مقصود یہ ہے کہ اس طرح کے اعتقادات خارج از ایمان ہیں۔ نہ یہ کہ وہ ان امور میں شک کرتا تھا کیونکہ کوئی عقل مند اپنی عقل سے جائز نہیں سمجھتا کہ اس امر میں شک کرے کہ کعبہ کس طرف کو ہے۔ اور سور اور بھیڑ میں فرق ظاہر ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ غسان امام ابو حنیفہؒ سے اپنے مذہب کی مثل نقل کرتا تھا اور امام صاحب کو مرجیہ میں سے سمجھتا تھا۔ شاید یہ جھوٹ ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ امام ابو حنیفہ اور آپ کے شاگرد کو مرجیہ سنت کہا جاتا تھا۔(۱) اور بہت سے

---

(۱) اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے علاوہ دیگر اہل سنت و جماعت کی طرف بھی ارجاء کی نسبت کی جاتی تھی۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت، مطبوعہ نولکشور ص ۵۰۹ میں لکھتے ہیں و بعض از علمائے اہل اعتزال ارجا را باہل سنت و جماعت نسبت کنند کہ جانب مغفرت و امیدواری را رعایت مینمائند و میگویند اگر خدا خواہد ہمہ گناہان را بہ بخشد اگرچہ مقرون بہ توبہ نبود و فاسق مخلد در نار نبود و ایں محض تعصب و مکابرہ است چہ ارجا آنست کہ مواخذہ و عقاب را اصلا راہ ندہند و بداں قائل نباشند و گویند کہ معصیت باوجود ایمان اصلا ضرر ندارد و آنچہ اہلسنّت و جماعت میگویند نظر بمشیت و ارادت حق است تعالیٰ کہ یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء و عذاب را برائے عصاۃ اثبات مے کنند و از ضرر آں خائف میباشند و لیکن الایمان بین الخوف والرجاء انتہی)

اصحاب مقالات نے امام ابو حنیفہ ؒ کو مرجیہ میں سے شمار کیا ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ امام صاحب قائل تھے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ کم و بیش نہیں ہوتا اس لیے انہوں نے گمان کیا کہ آپ عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ عمل میں اپنے مبالغہ و اجتہاد کے باوجود کس طرح ترک عمل کا فتویٰ دے سکتے تھے۔ اور اس کا ایک اور سبب ہے اور وہ یہ کہ امام صاحب ان قدریہ و معتزلہ کی مخالفت کرتے تھے۔ (۱) جو صدر اول میں ظاہر ہوئے اور معتزلہ ہر ایک

(۱) علامہ عبدالعزیز بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) نے امام فخر الاسلام ابو الحسن علی بن محمد بن حسین بزدوی (متوفی ۴۸۲ھ) کے قول و کان فی علم الاصول اماما صادقا کے تحت میں بحوالہ مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان للامام ظہیر الدین المرغینانی میں یوں لکھا ہے و مما یدل علی تبحرہ فیہ ما روی یحیی بن شیبان عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ قال کنت رجلا اعطیت جدلا فی الکلام فمضی دھر فیہ اتردد و بہ اخاصم و عنہ افاضل و کان اکثر اصحاب الخصومات بالبصرۃ فدخلتھا نیفا و عشرین مرۃ اقیم سنۃ و اقل و اکثر و کنت قد نازعت طبقات الخوارج من الاباضیۃ و غیرھم و طبقات المعتزلۃ و سائر طبقات اھل الاھواء و کنت بحمداللہ اغلبھم و اقھرھم و لم یکن فی طبقات اھل الاھواء احدا جدل من المعتزلۃ لان ظاھر کلامھم مموہ بقبلۃ القلوب و کنت ازیل تمویھھم بمبدا الکلام و اما الروافض اھل الارجاء الذین یخالفون الحق فکانوا بالکوفۃ اکثر و کنت قھرتھم بحمداللہ ایضا (کشف الاسرار علی اصول البزدوی، جلد اول، ص۹) ترجمہ (علم کلام میں امام صاحب کے تبحر کی ایک دلیل یہ ہے کہ یحییٰ بن شیبان نے روایت کی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو کلام میں خصومت کی قدرت عطا کی تھی۔ پس ایک زمانہ گزر گیا میں کلام میں متردد تھا اور اسی کے ساتھ مخاصمت کرتا تھا اور اسی کی حمایت کرتا تھا اور اکثر اصحاب خصومات بصرہ میں تھے۔ اس لیے کچھ اوپر بیس دفعہ میں وہاں گیا۔ ایک سال یا کم و بیش وہاں قیام کرتا تھا اور اباضیہ وغیرہ خوارج کے فرقوں اور معتزلہ کے فرقوں اور اہل بدعت کے باقی فرقوں کے ساتھ مناظرہ کرتا، اور بحمداللہ میں ان پر غالب آجاتا اور ان کو مغلوب کر لیتا اور اہل بدعت کے فرقوں میں معتزلہ سے بڑھ کر کوئی فرقہ جھگڑنے والا نہ تھا۔ کیونکہ ان کا ظاہر کلام دلوں کے جادو کے ساتھ ملمع کیا ہوا ہوتا تھا اور میں اصول کلام سے ان کی ملمع کاری کو زائل کر دیتا تھا۔ روافض اور مرجیہ جو حق کی مخالفت کرتے تھے وہ تو کوفہ میں کثرت سے تھے اور بحمداللہ میں ان کو بھی مغلوب کر لیتا تھا۔)

شخص کو جو قدر میں ان کی مخالفت کرتا تھا مرجی کہتے تھے۔ اسی طرح خوارج میں سے وعیدیہ اپنے مخالف کو مرجی کہتے تھے۔ پس بعید نہیں کہ یہ لقب امام صاحب پر معتزلہ و خوارج ہردو فریق کی طرف سے چسپاں ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح شرح مواقف (مطبوعہ استنبول، جلد ثالث، ص ۲۹۳) میں لکھا ہے:

(الغسانية اصحاب غسان الكوفى قالوا (الايمان) هو (المعرفة بالله و رسوله بما جاء من عنده اجمالا) لا تفصيلا (و هو) اى الايمان (يزيد و لا ينقص و ذلك) الاجمال (مثل ان يقول و قد فرض الله (الحج و لا ادرى) اين الكعبة و لعلها بغير مكة و بعث محمدا و لا ادرى اهو الذى بالمدينة ام غيره و حرم الخنزير و لا ادرى اهو هذه الشاة ام غيرها فان القائل بهذه المقالات مؤمن و مقصودهم بما ذكروه ان هذه الامور ليست داخلة فى حقيقة الايمان و الا فلا شبهة فى ان عاقلا لا يشك فيها (و غسان كان يحكيه) اى القول بما ذهب اليه (عن ابى حنيفة) و يعده من المرجئة (و هو افتراء) عليه قصد به غسان ترويج مذهبه بموافقه رجل كبير مشهور قال الامدى و مع هذا فاصحاب المقالات قد عدوا ابا حنيفة و اصحابه من مرجئة اهل السنة و لعل ذلك لان المعتزله فى الصدر الاول كانوا يلقبون من

هو التصديق و لا يزيد و لا ينقص ظن به الارجاء بتاخير العمل عن الايمان و ليس كذالك اذ عرف منه المبالغه فى العمل و الاجتهاد فيه۔

غسانیہ اصحاب ہیں غسان کوفی کے۔ وہ کہتے تھے کہ ایمان معرفت ہے اللہ کی اور اللہ کے رسول کی ساتھ اس کے جو آپ لائے اللہ کے ہاں سے اجمال کے طور پر نہ کہ تفصیل کے طور پر۔ اور ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا نہیں۔ اور وہ اجمال یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ اللہ نے حج فرض کر دیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کعبہ کہاں ہے شاید وہ مکہ کے سوا کسی اور جگہ ہے۔ اور اللہ نے حضرت محمد صلعم کو مبعوث کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ آپ وہی ہیں جو مدینہ میں ہیں یا کوئی اور۔ اور اللہ نے سور کو حرام کر دیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ یہ بکری ہے یا کوئی اور چارپایہ۔ پس ان اقوال کا قائل مومن ہے اور غسانیہ کا مقصود ان اقوال سے یہ ہے کہ یہ امور حقیقت ایمان میں داخل نہیں ورنہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عقلمند ان امور میں شک نہیں کرتا۔ اور غسان اپنے اس قول کو امام ابو حنیفہ سے نقل کرتا تھا اور آپ کو مرجئہ سے شمار کرتا تھا مگر یہ آپ پر افترا ہے۔ اس سے غسان کا مقصود یہ تھا کہ ایک بڑے مشہور شخص کی موافقت سے اپنے مذہب کو رواج دے۔ آمدی (متوفی ۶۳۱ھ) نے (ابکار الافکار میں) کہا کہ بااین ہمہ اصحاب مقالات نے امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کو مرجیہ اہل سنت میں شمار کیا ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ معتزلہ صدر اول میں ان اشخاص کو جو قدر میں ان کی مخالفت کرتے تھے مرجئہ کے لقب سے پکارتے تھے۔ یا اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ امام صاحب قائل ہیں کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور وہ کم و بیش نہیں ہوتا۔ اس لیے عمل کو ایمان سے موخر کرنے کی وجہ سے آپ پر ارجاء کا گمان کیا گیا۔ حالانکہ ایسا نہیں، کیونکہ امام صاحب کا عمل و عبادت

میں مبالغہ واجتہاد مشہور ہے۔

علامہ سید محمد مرتضیٰ (متوفی ۱۲۰۵ھ) عقود الجواہر المنیفہ (مطبوعہ قسطنطنیہ، جزء اول، ص۱۱) میں تحریر فرماتے ہیں:

واما نسبة الارجاء اليه فغير صحيح فان اصحاب الامام كلهم على خلاف راى اصحاب الارجاء فلو كان ابو حنيفة مرجئا لكان اصحابه على رايه وهم الآن موجودون على خلاف ذلك و اذا اجمع الناس على امرو خالفهم واحدا و اثنان لم يلتفت الى قوله ولم يصدق فى دعواه حتى ان الصلاة عند ابى حنيفة خلف المرجئة لا تجوزو من اجمع الامة على انه احد الائمة الاربعة المجمع عليهم لا يقدح فيه قول من لا يعرفه الا بعض المحدثين۔

امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت صحیح نہیں۔ کیونکہ امام صاحب کے سب اصحاب مرجئہ کی رائے کے خلاف ہیں۔ پس اگر امام ابو حنیفہ مرجی ہوتے تو آپ کے اصحاب بے شک آپ کی رائے پر ہوتے حالانکہ وہ اب تک اس کے خلاف پر موجود ہیں اور جب لوگ کسی امر پر متفق ہوں اور ایک یا دو ان کے مخالف ہوں تو اس ایک یا دو کے قول کی طرف التفات نہ کی جائے گی اور اسے اپنے دعوے میں سچا نہ سمجھا جائے گا یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مرجئہ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ امام ابو حنیفہ ان ائمہ اربعہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے لہٰذا آپ میں ایسے شخص کا قول قادح نہ ہو گا جس کو سوائے بعض محدثین کے کوئی اور نہ جانتا ہو۔

بیان بالا سے ظاہر ہے کہ ارجاء کی نسبت امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف محض افتراء ہے۔ جس کا بانی خواہ غسان ہو یا معتزلہ یا کوئی اور۔ نواب صدیق حسن بھوپالی نے اتحاف النبلاء میں لکھا ہے کہ ہم نے تلاش کر کے یہ بات معلوم کی کہ امام الائمہ محمد بن اسماعیل بخاری نے امام ابو حنیفہ کو کتاب الضعفاء (امام بخاری کی ضعفاء صغیر مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد میں تو امام ابو حنیفہ کی نسبت کچھ مذکور نہیں۔ شاید ضعفاء کبیر میں یہ عبارت ہو۔ ۱۲) میں یوں ذکر کیا ہے:

نعمان بن ثابت الكوفی روی عنه عباد بن العوام وابن المبارك وهشيم ووكيع ومسلم بن خالد وابو معاوية والمقری وكان مرجئا سكتوا عن روايته وعن حديثه۔

(تنویر الخاسہ فی مناقب الائمہ الثلاثہ، ص ۳۱)

نعمان بن ثابت کوفی نے روایت کی آپ سے عباد بن عوام و ابن مبارک و ہشیم و وکیع و مسلم بن خالد و ابو معاویہ و مقری نے۔ اور تھے آپ مرجی۔ سکوت کیا ہے لوگوں نے آپ کی روایت سے اور آپ کی حدیث سے۔

امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں جو امام صاحب کی نسبت لکھا ہے وہ خود امام بخاری کے قاعدے کے موافق غلط ہے کیونکہ صحیح بخاری میں مرجئہ کی روایات سے حدیثیں موجود ہیں جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا۔ بنارسی نے جو تکفیر کا فتویٰ دیا ہے، اس کا وہ قیامت کے دن جواب دہ ہو گا۔

بنارسی نے فہرست مرجئہ تو نقل کر دی اور خوش ہو گیا کہ اس میں امام صاحب و صاحبین اور حماد بن ابی سلیمان موجود ہیں مگر ان کے علاوہ جو اور نام ہیں ان پر بالکل غور نہیں کیا۔ لہٰذا ہم ان کو مع مختصر حالات (دیکھو خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال اور کتاب الجمع بین رجال الصحیحین لابن القیسرانی الشیبانی) یہاں لکھتے ہیں:

۱- ابراہیم تیمی۔ صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری، باب ظلم دون ظلم) تمام صحاح ستہ میں ان کی روایت سے حدیثیں موجود ہیں۔

۲- عمرو بن مرہ۔ صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری باب علامہ حب اللہ عزوجل) تمام صحاح ستہ میں ان کی روایت سے حدیثیں موجود ہیں۔

۳- ذر ہمدانی۔ صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری، باب المتیمم ھل ینفخ فیھا) تمام صحاح ستہ میں ان کی روایت سے حدیثیں موجود ہیں۔

۴- طلق بن حبیب۔ ادب مفرد للبخاری کے راویوں میں سے ہیں۔ صحیح بخاری کے سوا باقی صحاح ستہ میں ان کی روایت موجود ہے۔

۵- عبدالعزیز بن ابی رواد۔ صحیح بخاری میں ان سے "تعلیقاً" روایت موجود ہے۔ مسلم کے سوا باقی ائمہ اربعہ نے ان سے روایت کی ہے۔

۶- عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد۔ مسلم اور ائمہ اربعہ نے ان سے روایت کی ہے۔

۷- خارجہ بن مصعب۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔

۸- عمر بن قیس الماصر۔ امام ثوری کے استاد اور ادب مفرد للبخاری کے راویوں میں سے ہیں۔

۹- ابو معاویہ ضریر۔ امام بخاری کے استاد کے استاد ہیں۔ تمام صحاح ستہ میں ان سے روایت موجود ہے۔

۱۰- یحیٰی بن زکریا بن ابی زائدہ (بنارسی غلطی سے اسے دو نام علیحدہ علیحدہ سمجھا ہے) ابن مدینی کے استاد اور امام بخاری کے استاد کے استاد ہیں۔ تمام صحاح ستہ میں ان سے روایت موجود ہے۔

۱۱- محمد بن السائب۔ صحیح ترمذی کے راویوں میں سے ہیں۔

۱۲- مسعر بن کدام۔ امام بخاری کے استاد کے استاد ہیں۔ (صحیح بخاری، باب الوضوء بالمد) بلکہ تمام صحاح ستہ میں ان سے روایت موجود ہے۔ اب ہم بنارسی

سے پوچھتے ہیں کہ چار کی نسبت تو آپ نے نعوذ باللہ تکفیر کا فتویٰ دے دیا۔ باقی بارہ کی نسبت جو اسی فہرست میں شامل ہیں کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور یہ بھی بتایئے کہ امام بخاری اور دیگر ائمہ جنہوں نے ان کی روایت کو صحیح سمجھ کر صحاح میں درج کر دیا ان کا کیا حکم ہے اور صحاح ستہ کا اعتبار کہاں تک رہا۔ فافھموا و لا تعجلوا۔

بنارسی نے جو غنیتہ الطالبین کا حوالہ بقید صفحہ دیا ہے' وہ غنیہ مترجم بہ ترجمہ فارسی مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی مطبوعہ لاہور سے ہے۔ اس نے صرف حنفیہ کا نام مرجیہ کے فرقوں میں دیکھ کر لکھ دیا کہ حضرت پیران پیر نے تمام حنفیہ کو مرجیہ لکھا ہے۔ اسے چاہیے تھا کہ حنفیہ کی تشریح بھی جو اسی کتاب میں صفحہ ۲۳۰ پر درج ہے' دیکھ لیتا اور وہ یہ ہے واما الحنفیۃ فھم بعض اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت زعموا ان الایمان ھو المعرفۃ و الاقرار باللہ و رسولہ و بماجاء من عندہ جملۃ علی ماذکرہ البرھوقی فی کتاب الشجرۃ۔ یعنی حنفیہ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے بعض اصحاب ہیں جنہوں نے گمان کیا کہ ایمان اللہ و رسول کی معرفت اور زبان سے ان کا اقرار کرنا اور رسول جو کچھ اللہ کے ہاں سے لائے اس کا اقرار کرنا ہے۔ بر سبیل اجمال جیسا کہ برہوتی نے کتاب الشجرہ میں ذکر کیا ہے' انتہی۔

تشریح بالا سے ظاہر ہے کہ حنفیہ اہل سنت اور حنفیہ مرجیہ کے عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حنفیہ اہل سنت کے نزدیک ایمان کی تعریف یہ ہے والایمان ھو الاقرار و التصدیق (فقہ اکبر) یعنی ایمان زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا ہے۔ انتہی۔ مگر حنفیہ مرجیہ کے نزدیک ایمان کا ایک رکن معرفت ہے اور تصدیق و معرفت میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ شیخ زین الدین قاسم حنفیؒ ہر دو کا فرق یوں بیان فرماتے ہیں:

و المعرفۃ غیر التصدیق فان ضد التصدیق ھو التکذیب و ضد المعرفۃ ھو النکرۃ و الجھالۃ

و لیس کل من جهل شیئا کذب به و لا من عرف شیئا صدق به فان اهل الکتاب عرفوا رسالة محمد ﷺ وانکروا رسالته قال الله تعالی الذین اتیناهم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابناء هم و نحن لا نعرف آحاد الانبیاء و الملائکة باعیانهم و نصدق بوجودهم فثبت المغائرة بین المعرفة و التصدیق۔ (خاتمہ حاشیہ مسائرہ، مطبوعہ مصر، ص ۵)

اور معرفت مغائر ہے تصدیق کے، کیونکہ تصدیق کی ضد تکذیب اور معرفت کی ضد ناشناختگی اور جہالت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جو کسی شے سے جاہل ہو، وہ اس کی تکذیب بھی کرے اور نہ یہ ضروری ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کی معرفت حاصل ہو وہ اس کی تصدیق بھی کرے۔ چنانچہ اہل کتاب کو حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی معرفت حاصل تھی مگر انہوں نے حضور کی رسالت سے انکار کر دیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی (یعنی یہود و نصاریٰ) وہ حضرت کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ہم آحاد انبیاء و ملائکہ کو بر سبیل تعین نہیں پہچانتے مگر ان کے وجود کی تصدیق کرتے ہیں پس معرفت و تصدیق کے درمیان مغائرت ثابت ہو گئی۔

دیگر آنکہ حنفیہ مرجیہ ایمان میں اجمال کو کافی سمجھتے ہیں۔ مگر حنفیہ اہل سنت کے نزدیک اجمال و تفصیل دونوں کا اعتبار ہے۔ چنانچہ کتاب مسامرہ مصری، ص ۱ میں ہے و یکفی الاجمال فیما یلاحظ اجمالا کالایمان بالملئکة و الکتب و الرسل و یشترط التفصیل فیما یلاحظ تفصیلا کجبریل و میکائیل و موسی و عیسی و التورىة و الانجیل حتی ان من لم یصدق بواحد معین

منہا فہو کافر۔

اور اجمال کافی ہے ان امور میں جن میں اجمال کا لحاظ رکھا گیا ہے جیسا کہ ملائکہ، کتب آسمانی اور حضرات انبیاء علیہم الصلوہ والسلام۔ اور تفصیل شرط ہے ان امور میں جن میں تفصیل کا لحاظ رکھا گیا ہے جیسا کہ حضرت جبرئیل و میکائیل اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور تورات و انجیل یہاں تک کہ جس شخص نے ان میں سے کسی معین کی تصدیق نہ کی وہ کافر ہے۔ انتہی۔ تقریر بالا سے واضح ہو گیا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضور غوث پاک قطب الاقطاب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نے تمام حنفیہ کو یا سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرجیہ کہا ہے وہ بالکل جاہل و نادان و خطاکار ہے۔ حضور نے تو صرف بعض اصحاب امام کو جن کا عقیدہ حنفیہ کرام کے عقیدہ سے بالکل مختلف ہے، بنا بر قول برہوتی مرجئہ کہا ہے اور برہوتی اور کتاب الشجرہ ہر دو غیر معروف ہیں۔ فافہم۔

قال البنارسی

اب بالتصریح امام صاحب کے استادوں کی نسبت سنئے۔ امام صاحب کے مشہور استاد دو ہیں (۱) حماد بن ابی سلیمان (۲) سلیمان بن مہران الکاہلی کوفی اعمش۔ حماد کی بابت تقریب التہذیب، ص ۶۴ میں لکھا ہے رمی بالارجاء (اس کے یہ معنی نہیں کہ حماد مرجی تھے بلکہ یہ کہ ان پر ارجاء کا اتہام لگایا گیا ہے خواہ وہ اتہام صحیح ہو یا غلط فافہم) اور میزان الاعتدال جلد اول ص ۲۴۶ میں ہے تکلم فیہ بالارجاء دونوں عبارتوں کا ماحصل یہ ہوا کہ حماد مرجیہ تھے۔ اب سنو اعمش کی بابت جو دوسرے استاد امام صاحب کے ہیں۔ میزان الاعتدال جلد اول، ص ۳۸۰ میں ہے قال ابن المبارک انما افسد حدیث اہل الکوفۃ ابو اسحق و الاعمش۔ و قال احمد فی حدیث الاعمش اضطراب کثیر و قال ابن المدینی الاعمش کان کثیر الوھم۔ انتہی ملخصا۔ یعنی عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ کوفہ والوں کی حدیث کو ابو اسحاق اور اعمش نے خراب کر دیا اور امام احمد نے کہا کہ اعمش کی حدیث میں کچا پن بہت ہے۔ اور علی بن مدینی نے کہا کہ اعمش کی روایت میں

وہم بہت ہوتا تھا۔ یہ لو۔ سن لو صاحب! اب دیکھو امام صاحب کے استاد کے استاد کی بابت یعنی ابراہیم نخعی جو حماد اور اعمش دونوں کے استاد ہیں۔ خود اعمش ان کے شاگرد کہتے ہیں ما رایت احدا روی بحدیث لم یسمعه من ابراهیم (انتہی) یعنی میں نے ابراہیم ہی کو ایسا دیکھا ہے کہ بے سنی حدیثوں کو روایت کرتا ہے۔ امام ذہبی کہتے ہیں کان لا یحکم العربیة یعنی ابراہیم نخعی کو عربی کا علم اچھا نہ تھا۔ شعبی نے کہا ہے ذاک الذی یروی عن مسروق و لم یسمع منه شیئا یعنی یہ ابراہیم ایسے شخص ہیں کہ مسروق سے روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ مسروق سے کچھ سنا ہی نہیں۔ (ص ۱۶)

اقول

حماد و اعمش و ابو اسحاق سبیعی و ابراہیم پر طعن کرنا امام بخاری اور دیگر ائمہ محدثین پر طعن کرنا ہے۔ حماد بن ابی سلیمان امام مسعر کے استاد اور ادب مفرد للبخاری کے راویوں میں سے ہیں۔ صحیح بخاری میں بھی ان سے "تعلیقا" روایت موجود ہے۔ مسلم اور ائمہ اربعہ نے بھی ان کی روایت سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ ان کو مرجی کہہ کر تکفیر کا فتویٰ دینے کی جرات بجز بنارسی کون کر سکتا ہے۔ امام اعمش و ابراہیم نخعی کی روایت سے تمام صحاح ستہ میں حدیثیں موجود ہیں۔ کیا ان کے اوہام و اضطراب وغیرہ کا اثر صحاح ستہ پر نہ پڑا ہوگا۔ پھر صحاح صحاح کہاں رہیں؟ میں مثال کے طور پر ایک حدیث بھی لکھ دیتا ہوں۔ حدثنا بشر بن خالد قال حدثنا محمد عن شعبة عن سلیمان عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله رضی الله عنه لما نزلت الذین امنوا و لم یلبسوا ایمانهم بظلم قال اصحاب رسول الله ﷺ اینا لم یظلم فانزل الله ان الشرک لظلم عظیم۔

(صحیح بخاری، باب ظلم دون ظلم)

اس اسناد میں سلیمان بن مہران اور ابراہیم نخعی دونوں موجود ہیں۔ اب اگر کوئی

معترض بنارسی پر یوں اعتراض کر دے۔ اب سنو اعمش کی بابت جو امام بخاری کے استاد کے استاد کے استاد کے استاد ہیں۔ پھر وہ میزان الاعتدال سے اعمشؒ کی نسبت وہی اقوال نقل کر دے۔ بعد ازاں وہ معترض لکھے۔ اب دیکھو امام بخاری کے استاد کے استاد کے استاد کے استاد کی بابت یعنی ابراہیم نخعی جو حماد اور اعمش دونوں کے استاد ہیں۔ پھر وہ میزان الاعتدال سے ان کی نسبت وہی عبارت نقل کر دے اور آخر میں یوں کہہ دے ''لہٰذا صحیح بخاری کی احادیث قابل اعتماد نہیں'' اس صورت میں بجز سکوت بنارسی کیا کرے گا۔

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کامل لابن عدی کا تتبع کیا ہے اور کامل میں ہر ایک راوی کا ذکر ہے جس میں تکلم کیا گیا ہے۔ خواہ وہ ثقہ ہی ہو۔ لہٰذا ہم کو چاہیے کہ صرف میزان الاعتدال کے قول پر کسی راوی کی نسبت فیصلہ نہ کریں بلکہ دیگر کتب اسماء الرجال کو بھی دیکھیں۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی (مجلد اول ص ۱۳۸) میں امام اعمش کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے:

قال ابن عیینۃ کان الاعمش اقرء هم لکتاب الله و احفظهم للحدیث و اعلمهم بالفرائض و قال الفلاس کان الاعمش یسمی المصحف من صدقه و قال یحیی القطان الاعمش علامۃ الاسلام۔

ابن عیینہ نے کہا کہ اعمش اپنے اصحاب میں سب سے بڑھ کر کتاب اللہ کے قاری اور حدیث کے حافظ اور فرائض کے عالم ہیں اور فلاس نے کہا کہ اعمش کو ان کے صدق کے سبب مصحف کہا کرتے تھے اور یحییٰ قطان نے کہا کہ اعمش علامہ اسلام ہیں۔

تہذیب التہذیب للعسقلانی (جزء رابع، ص ۲۲۳) میں اس طرح لکھا ہے:

قال ابن المدینی حفظ العلم علی امۃ محمد ﷺ ستۃ عمرو بن دینار بمکۃ و الزهری بالمدینۃ

وابو اسحاق السبیعی والاعمش بالکوفۃ و قتادۃ و یحیی بن ابی کثیر بالبصرۃ و قال ابوبکر بن عیاش عن مغیرۃ لما مات ابراھیم اختلفنا الی الاعمش فی الفرائض و قال ھشیم ما رایت بالکوفۃ احدا اقرء لکتاب اللہ منہ و قال ابن عیینۃ سبق الاعمش اصحابہ باربع کان اقرءھم للقران واحفظھم للحدیث واعلمھم بالفرائض و ذکر خصلۃ اخری و قال یحیی بن معین کان جریر اذا حدث عن الاعمش قال ھذا الدیباج الخسروانی و قال شعبۃ ماشفانی احد فی الحدیث ماشفانی الاعمش و قال عبداللہ بن داود الخریبی کان شعبۃ اذا ذکر الاعمش قال المصحف المصحف و قال عمرو بن علی کان الاعمش یسمی المصحف لصدقہ و قال ابن عمار لیس فی المحدثین اثبت من الاعمش و منصور ثبت ایضا الا ان الاعمش عرف بالمسند منہ و قال العجلی کان ثقۃ ثبتا فی الحدیث و کان محدث اھل کوفۃ فی زمانۃ و لم یکن لہ کتاب۔

ابن مدینی نے کہا کہ ان چھ بزرگوں نے امت محمد ﷺ پر علم کی حفاظت کی ہے عمرو بن دینار مکہ میں اور زہری مدینہ میں اور ابو اسحاق سبیعی و اعمش کوفہ میں اور قتادہ و یحییٰ بن ابی کثیر بصرہ میں۔ ابوبکر بن عیاش نے کہا مغیرہ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم کا انتقال ہو گیا تو مسائل فرائض میں ہم

اعمش کے پاس جایا کرتے تھے۔ ھشیم کا قول ہے کہ میں نے کوفہ میں اعمش سے بڑھ کر کسی کو کتاب اللہ کا قاری نہیں دیکھا اور ابن عینہ کا قول ہے کہ اعمش اپنے اصحاب سے چار باتوں میں سبقت لے گئے۔ ان سب سے بڑھ کر قرآن کے قاری اور حدیث کے حافظ اور فرائض کے عالم تھے اور ایک اور خصلت ذکر کی۔ اور یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ جب جریر امام اعمش سے حدیث روایت کیا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے یہ دیبائے خسروانی ہے۔ اور شعبہ کا قول ہے کہ حدیث میں کسی نے مجھے ایسی شفا نہیں دی جیسا کہ اعمش نے دی ہے اور عبداللہ بن داؤد خریبی کا قول ہے کہ جب شعبہ اعمش کا ذکر کیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے وہ مصحف ہیں، مصحف ہیں' اور عمرو بن علی کا قول ہے کہ اعمش کو ان کے صدق کے سبب مصحف کہا کرتے تھے۔ اور ابن عمار کا قول ہے کہ محدثین میں کوئی اعمش سے اثبت نہیں اور منصور بھی ثبت ہیں مگر اعمش ان سے بڑھ کر حدیث مسند کے عارف ہیں' اور عجلی کا قول ہے کہ اعمش حدیث میں ثقہ و ثبت ہیں۔ وہ اپنے زمانے میں اہل کوفہ کے محدث تھے اور ان کے پاس کتاب نہ تھی۔ (یعنی زبانی روایت کرتے تھے)

امام ابراہیم نخعی کی نسبت علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال ہی میں یوں فیصلہ کر دیا ہے قلت استقرالامر علی ان ابراھیم حجۃ یعنی میں کہتا ہوں کہ فیصل شدہ امر یہ ہے کہ ابراہیم حجت ہیں۔ انتہی۔ علامہ موصوف تذکرۃ الحفاظ (مجلد اول' ص ۶۴) میں یوں لکھتے ہیں:

قال الاعمش کان ابراھیم صیرفیا فی الحدیث و کان یتوقی الشھرۃ و لا یجلس الی اسطوانۃ و قال الشعبی لما بلغہ موت ابراھیم ما خلف بعدہ مثلہ۔

اعمش کا قول ہے کہ ابراہیم حدیث کے صراف تھے اور شہرت سے بچتے تھے اور ستون کی طرف نہ بیٹھتے تھے۔ جب شعبی کو ابراہیم کی موت کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ انہوں نے اپنے پیچھے اپنا مثل نہیں چھوڑا۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب (جزء اول، ص ۱۷۷) میں لکھتے ہیں قال الاعمش کان ابراھیم صیرفی الحدیث و قال الشعبی ماترک احدا اعلم منہ و قال ابن معین مراسیل ابراھیم احب الی من مراسیل الشعبی۔ یعنی اعمش کا قول ہے کہ ابراہیم حدیث کے صراف تھے اور شعبی کا قول ہے کہ ابراہیم نے اپنے پیچھے اپنے سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں چھوڑا۔ اور ابن معین کا قول ہے کہ ابراہیم کی مرسل حدیثیں میرے نزدیک شعبی کی مرسل حدیثوں سے پسندیدہ تر ہیں۔ انتہی۔

قال البنارسی

یہاں تک تو ناظرین کو امام صاحب اور ان کے شاگردوں اور ان کے استادوں کا حال معلوم ہو گا۔ ع ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

لیکن ہم ایک اور مزے دار بات سنانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ خود امام صاحب کے اعلیٰ شاگرد (وہی شاگرد کہ اگر وہ نہ ہوتے تو امام صاحب کو کوئی جانتا بھی نہیں) یعنی امام ابو یوسف۔ انہوں نے اپنے استاد امام صاب کے جہمیہ اور مرجیہ ہونے کی بابت کن صاف لفظوں میں تصدیق کی ہے کہ اللہ اللہ۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے عن سعید بن سالم قال قلت لقاضی القضاۃ ابی یوسف سمعت اھل خراسان یقولون ان ابا حنیفۃ جھمی مرجی فقال لی صدقوا قلت لہ فاین انت منہ فقال انا کنا ناتیہ یدرسنا الفقہ و لم نکن نقلدہ دیننا۔ انتہی۔ یعنی سعید بن سالم کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف سے کہا کہ میں نے خراسان والوں کو سنا ہے کہ وہ ابو حنیفہ

آپ بھی تو انہیں کی صحبت سے فیض یاب ہیں۔ ابو یوسف نے کہا کہ اجی ہم تو صرف ان کے پاس فقہ پڑھنے آتے تھے باقی ہم اپنے دین میں ان کی تقلید نہیں کرتے (کہاں ہو مقلدو! غور سے دیکھو) ابو یوسف نے تو اپنے استاد کی یہ گت کیا اور امام محمد نے یہ گت کیا کہ امام مالک کو ہر بات میں ابو حنیفہ پر فضیلت دے دی۔

(ابن خلکان، ص ۴۳۹، ج ا، ص ۱۶-۱۷)

قال الرافضی

ولطیفہ دیگر شنید نیست کہ جناب قاضی القضاۃ حضرت ابی یوسف کہ شاگرد رشید امام اعظم بود در جواب مستفسرے تصدیق جہمی و مرجی او بودن فرمودہ از طرف خود خارجیت راہم برو افزودہ و چوں سائل اعتراض بر تلمذ اینچنیں کس کرد در امر حق شرم نکردہ مے فرماید کہ ما محض درس فقہ ازو میگر فتیم و تقلید او در دین نمے ساختیم چنانچہ ابو علی یحیی نقلا عن القاضی ابی الیمن متصل عبارات سابقہ مے آرد واعجب ما مرفی ھذا الباب ماختمه به باسناده عن سعید بن سالم قال قلت لقاضی القضاۃ ابی یوسف سمعت اهل خراسان یقولون ان ابا حنیفة جهمی مرجی فقال لی صدقوا ویری السیف ایضا قلت له فاین انت منه فقال انا کنا ناتیه یدرسنا الفقه ولم نکن نقلده دیننا۔ (استقصاء الافحام، ص ۲۲۲)

اقول

قاضی ابن خلکان شافعی (وفیات الاعیان، جز ثانی، ص ۳۰۷) کے حوالہ سے پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ خطیب بغدادی نے ابن مبارک و وکیع وغیرہ کی روایت سے امام ابو یوسف کی طرف ایسے الفاظ منسوب کیے ہیں جن کا سننا ہمارے کان گوارا نہیں کرتے۔ یہ خبر بھی اسی قبیل سے ہے۔ قاضی ابوالیمن نے مختار مختصر تاریخ بغداد میں اس کے جواب میں یوں لکھا ہے:

- اما استحیی ھذا الشیخ الحافظ من ان یورد ...

مثل هذا الخبر عن ابی یوسف تلمیذ الرجل و صاحبه المنتمی الیه المنتفع به اعاذنا الله من فرط الغفلة و الجهالة ۔(استقصاء الافحام' ص ۲۲۹)

کیا اس شیخ حافظ (خطیب بغدادی) کو ایسی خبر امام ابو یوسف سے نقل کرتے شرم نہ آئی جو امام صاحب کے شاگرد اور آپ کی طرف منسوب اور آپ سے فیض یاب ہیں اللہ ہم کو ایسی غفلت و جہالت کی زیادتی سے بچائے۔

امام صاحب چونکہ مرجیہ و جہمیہ و معتزلہ وغیرہ فرقوں کی تردید کیا کرتے تھے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اس لیے مخالفین نے آپ کو مرجی وغیرہ مشہور کر دیا۔ اور ایسے افترا کی روایت آپ کے شاگردوں اور دیگر ہم عصروں کی طرف منسوب کر دی۔ چنانچہ امام موفق نے مناقب امام (جلد اول' ص ۱۴۵) میں فرقہ جہمیہ کے بانی کے ساتھ آپ کا ایک مناظرہ باسناد متصل بروایت ابو اسحاق خوارزمی بدیں الفاظ شروع کیا ہے:

قال ان جهم بن صفوان قصد ابا حنیفة للکلام فلما لقیه قال یا ابا حنیفة اتیتک لا کلمک فی اشیاء هیاتها لک فقال ابو حنیفة الکلام معک عار و الخوض فیما انت فیه نار تتلظی قال فکیف حکمت علی بما حکمت و لم تسمع کلامی و لم تلقنی قال بلغت عنک اقاویل لا یقولها اهل الصلاة قال افتحکم علی بالغیب قال اشتهر ذلک عنک و ظهر عند العامة و الخاصة فجاز لی ان احقق ذلک علیک۔

کہا کہ جہم بن صفوان کلام کرنے کے لیے امام ابو حنیفہ کے پاس آیا۔ جب آپ سے ملا تو کہا اے ابو حنیفہ میں چند امور میں جن کو میں نے آپ

کے لیے تیار کیا ہے، آپ کے ساتھ کلام کرنے آیا ہوں۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا تیرے ساتھ کلام کرنا عار ہے اور تیرے امور میں خوض کرنا شعلہ زن آگ ہے۔ اس نے کہا آپ نے یہ حکم مجھ پر کس طرح لگا دیا حالانکہ آپ نے میری بات نہیں سنی اور آپ مجھ سے ملے نہیں آپ نے فرمایا تجھ سے ایسے اقوال مجھے پہنچے ہیں جن کے اہل صلاۃ قائل نہیں۔ کہا کیا آپ مجھ پر غیب سے حکم لگاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرا عقیدہ مشہور اور خاص وعام کے نزدیک ظاہر ہے۔ پس میرے لیے جائز ہے کہ تجھ پر اس کی تصدیق کروں۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال (مجلد ثالث، ص۱۴۶) میں لکھا ہے قال ابو حنیفۃ افرط جہم فی نفی التشبیہ حتی قال انہ تعالی لیس بشئ و افرط مقاتل فی معنی الاثبات حتی جعلہ مثل خلقہ۔ یعنی امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جہم نے نفی تشبیہ میں افراط کی یہاں تک کہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ شے نہیں ہے۔ اور مقاتل نے اثبات تشبیہ میں افراط کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو مثل اس کی مخلوق کے قرار دیا۔ انتہی۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ امام صاحب جہمیت کو برا سمجھتے تھے۔ امام بیہقی جن کا تعصب و تشدد ان کی سنن کبریٰ کے مطالعہ سے ظاہر و باہر ہے امام صاحب کو کیسے صاف الفاظ میں اس الزام سے بری کرتے ہیں وھی ھذہ:

اخبرابو سعد عبدالملک بن ابی عثمان الزاھد قال انا اسماعیل بن احمد الجرجانی قال حدثنا عبدالملک بن محمد الفقیہ قال ثنا سلیمان بن الربیع بن ھشام النھدی الکوفی قال سمعت کادح بن رحمۃ یقول سمعت ابابکر بن عیاش یقول من قال القران مخلوق فھو زندیق قال

سمعت سليمان يقول سمعت الحارث بن ادريس يقول سمعت محمد بن الحسن الفقيه يقول من قال القران مخلوق فلا تصل خلفه و قرات في كتاب ابي عبدالله محمد بن يوسف بن ابراهيم الدقاق روايتة عن القاسم بن ابي صالح الهمداني عن محمد بن ابي ايوب الرازي قال سمعت محمد بن سابق يقول سالت ابا يوسف فقلت اكان ابو حنيفة يقول القران مخلوق فقال معاذ الله و لا انا اقوله فقلت اكان يرى راى جهم فقال معاذ الله و لا انا اقوله رواته ثقات۔

(کتاب الاسماء والصفات مطبوعہ مطبع انوار احمدی' الہ آباد' ص ۱۸۸)

(بحذف اسناد) ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ زندیق ہے۔ کہا میں نے سنا سلیمان کو کہ کہتے تھے میں نے سنا حارث بن ادریس کو کہ کہتے تھے میں نے سنا امام محمد بن حسن فقیہ کو کہ فرماتے تھے جو شخص یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھ۔ اور میں نے ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ابراہیم دقاق کی کتاب میں بروایت قاسم بن ابی صالح ہمدانی پڑھا ہے کہ محمد بن ابی ایوب رازی نے کہا کہ میں نے محمد بن سابق کو سنا کہ کہتے تھے میں نے امام ابو یوسف سے پوچھا کہ کیا امام ابو حنیفہ فرماتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے۔ امام ابو یوسف نے جواب دیا کہ معاذ اللہ اور نہ میں خلق قرآن کا قائل ہوں۔ پس میں نے پوچھا کہ کیا امام صاحب جہم کی رائے کو پسند فرماتے تھے۔ جواب دیا کہ معاذ اللہ اور نہ میں جہم کی رائے کا قائل ہوں۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

ارجاء سے امام صاحب کا بری ہونا عنقریب بتفصیل مذکور ہو چکا ہے۔ یہ سب

حاسدوں کی عنایت ہے۔ و کفی للحسود حسدہ۔ امام محمدؒ کی بابت بھی جو لکھا ہے بے اصل ہے۔ کیونکہ خود امام مالکؒ امام صاحب کے بڑے مداح ہیں اور مناظرہ و حجت میں آپ کی افضیلت کو تسلیم فرماتے ہیں جیسا کہ پہلے آ چکا ہے۔ علاوہ ازیں امام صاحب کے اعلم و افقہ و افضل و اورع ہونے کی اور بہت سی شہادتیں ہیں جو اس کتاب میں اپنے اپنے موقع پر مذکور ہیں۔ فافہم۔

قال البنارسی

لو صاحبو اور کچھ سنو گے۔ آؤ ہم تم کو اور بھی سناتے ہیں۔ امام صاحب زندیق بھی تھے۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے ان ابا حنیفۃ استتیب من الزندقۃ مرتین اعاذنا اللہ من ذکرھا و تسطیرھا۔ انتھی یعنی ابو حنیفہ زندیقیت سے دو دفعہ توبہ کرائے جا چکے ہیں۔ (خدا کی پناہ! خدا کی پناہ!!) ص ۱۷۔

قال الرافضی

خطیب بغدادی جزاہ اللہ خیراً ہیچ دقیقہ از دقائق تکفیر و تضلیل امام اعظم باقی نگزاشتہ بار احسان و امتنان بر اہل حق نہادہ قلوب حضرات اہل سنت را بسان کباب سوختہ عرض و آبروئے دین و ایمان ایشاں را برباد فنا دادہ روایت مے فرماید کہ استتابہ ابو حنیفہ از زندقہ دو مرتبہ و بنا بر روایتے از کفر چند بار واقع شدہ چنانچہ قاضی ابو الیمن از داد و بیداد خطیب بغدادی در حق امام اعظم خویش مے نالد و کف تاسف بر فضیحت جنابش مے مالد و بمکافات تفضیح امام اعظم خطیب را بسب و دشنام یاد مے سازد بعد نقل روایت سابق کمافی مختار المختصر می گوید۔ و ھذا الخبر مع بطلانہ و ضعفہ یناسب ما رواہ الخطیب ایضا و اقدم علی حکایتہ فی ھذا الباب ان ابا حنیفۃ استتیب من الزندقۃ مرتین و ذلک کذب و فی روایۃ من الکفر مرارا اثم الفاظ رواھا ھی بالسب والمشاتمۃ اشبہ منھا بکلام العلماء اعاذنا اللہ من ذکرھا و تسطیرھا۔ (استقصاء الافحام، ص ۳۲۲)

اقول

رافضی کی کلام سے ظاہر ہے کہ قاضی ابوالیمن نے مختار المختصر میں اس حکایت کی تکذیب کی ہے۔ مولانا مولوی محمد عنایت علی حیدر آبادی ضمیمہ کتاب الابانۃ (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ، ص ۱۱۴) میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

قال ابو المؤید فی جامع المسانید اما قول الخطیب حاکیا عن سفیان الثوری انہ قال استتیب ابو حنیفۃ مرتین من الکفر لہ وجوہ ثلاثۃ۔ احدھا ان سفیان کان بینہ وبین ابی حنیفۃ عداوۃ لان ابا حنیفۃ کان یباحثھم فلا یقدرون علی ان یتکلموا فکان سفیان وامثالہ من البشر تامرھم النفس الامارۃ بالسوء علی الوقیعہ فیۃ بحکم البشریۃ کاخوۃ یوسف اولاد یعقوب ثم یتذکرون فاذا ھم مبصرون۔ الثانی ان ابا یوسف فسر ذلک فقال لما دعا ابن ھبیرۃ ابا حنیفۃ الی القضاہ فامتنع و کان مذھب ابن ھبیرۃ ان من خرج عن طاعہ الامام کفر فقال لہ کفرت یا ابا حنیفۃ تب الی اللہ تعالی فقال اتوب الی اللہ من کل سوء ثم دعاہ الثانیۃ ففعل ذلک ثلاث مرات الی ان قال فھذا معنی قول سفیان استتیب ابو حنیفۃ من الکفر مرتین الثالث ما قیل ان الخوارج دخلوا الکوفۃ فقصدوا ابا حنیفۃ بالسیوف المشھرۃ فقالوا تزعم انہ لا یکفر احد بذنب و الحکایۃ مشھورۃ الی ان قال ابو حنیفۃ

اتوب الی اللہ من کل ذنب فقال اعداءہ استتیب ابو حنیفۃ۔

ابو المؤید نے جامع المسانید میں کہا کہ خطیب کا یہ قول کہ سفیان ثوری نے کہا کہ امام ابو حنیفہ دو دفعہ کفر سے توبہ کرائے گئے اس کی تین وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ کے درمیان عداوت تھی کیونکہ امام صاحب ان سے مباحثہ کیا کرتے تھے اور وہ کلام نہ کر سکتے تھے اس لیے نفس امارہ سفیان اور ایسے ہی دیگر اشخاص کو بمقتضائے بشریت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں یعنی حضرت یعقوب کے بیٹوں کی طرح امام صاحب کے حق میں عیب گوئی پر برانگیختہ کرتا تھا پھر وہ نصیحت پکڑتے تھے بس ناگاہ وہ بینا ہو جاتے تھے۔ دوسرے یہ کہ امام ابو یوسف نے اس کی تفسیر کی ہے اور فرمایا کہ جب ابن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہؒ کو منصب قضاء کے لیے بلایا تو آپ نے قضاء سے انکار کر دیا۔ ابن ہبیرہ کا یہ مذہب تھا کہ جو شخص امام کی طاعت سے نکل جائے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس نے امام صاحب سے کہا اے ابو حنیفہ آپ کافر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کیجئے۔ امام صاحب نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے آگے ہر ایک برائی سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر اس نے آپ کو دوبارہ بلایا پس اس طرح تین دفعہ کیا۔ یہاں تک کہ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہی معنے ہیں سفیان کے اس قول کے کہ امام ابو حنیفہ دو دفعہ کفر سے توبہ کرائے گئے۔ تیسرے وہ جو کہا گیا ہے کہ جب خوارج کوفہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے ننگی تلواروں کے ساتھ امام ابو حنیفہ کا قصد کیا اور کہا آپ کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی گناہ سے کافر نہیں ہوتا۔ اور یہ حکایت مشہور ہے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے آگے ہر ایک گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ پس آپ کے دشمنوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ توبہ کرائے گئے۔

علامہ موفق مناقب امام (جلد اول، ص ۱۷۷) میں لکھتے ہیں:

اخبرنا الامام الاجل ركن الدين ابو الفضل عبدالرحمن بن محمد الكرمانى انا القاضى الامام ابوبكر عتيق بن داود اليمانى قال حكى ان الخوارج لما ظهروا على الكوفة اخذوا ابا حنيفة فقيل لهم هذا شيخهم و الخوارج يعتقدون تكفير من خالفهم فقالوا تب يا شيخ من الكفر فقال انا تائب الى الله من كل كفر فخلوا عنه فلما ولى قيل لهم انه تاب من الكفر وانما يعنى به ماانتم عليه فاسترجعوه فقال راسهم يا شيخ انما تبت من الكفر و تعنى به مانحن عليه فقال ابو حنيفة الظن تقول هذا ام بعلم فقال بل بظن فقال ابو حنيفة ان الله تعالى يقول ان بعض الظن اثم و هذه خطيئة منك و كل خطيئة عندك كفر فتب انت اولا من الكفر فقال صدقت يا شيخ انا تائب من الكفر فتب انت ايضا من الكفر فقال ابو حنيفة رحمه الله انا تائب الى الله من كل كفر فخلوا عنه فلهذا قال خصماءه استتيب ابو حنيفة من الكفر مرتين فلبسوا على الناس وانما يعنون به استتابة الخوارج انتهى۔

خبر دی ہم کو امام اجل رکن الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن محمد کرمانی نے کہ خبر دی ہم کو قاضی امام ابوبکر عتیق داؤد یمانی نے۔ کہا حکایت ہے کہ جب خوارج کوفہ پر غالب آئے تو انہوں نے امام ابو حنیفہ کو گرفتار کر لیا۔

ان سے کہا گیا کہ یہ ان کے شیخ ہیں اور خارجیوں کا عقیدہ ہے کہ جو شخص ان کا مخالف ہو وہ کافر ہے۔ لہٰذا انہوں نے کہا اے شیخ تو کفر سے توبہ کر۔ امام صاحب نے فرمایا میں اللہ کے آگے ہر ایک کفر سے توبہ کرتا ہوں پس انہوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا جب امام صاحب واپس ہوئے تو ان سے کہا گیا کہ اس شیخ نے تو کفر سے توبہ کی ہے جس سے اس کی مراد وہ عقیدہ ہے جس پر تم ہو پس انہوں نے امام صاحب کو واپس بلایا اور ان کے سردار نے کہا اے شیخ تو نے تو کفر سے توبہ کی جس سے تیری مراد وہ عقیدہ ہے جس پر ہم ہیں' امام ابو حنیفہ نے فرمایا کیا تو گمان سے کہتا ہے یا علم سے۔ اس نے کہا بلکہ ظن سے۔ پس امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض ظن گناہ ہے۔ اور یہ تیرا گناہ ہے اور تیرے نزدیک ہر ایک گناہ کفر ہے لہٰذا پہلے تو کفر سے توبہ کر' اس نے کہا اے شیخ تو نے سچ کہا۔ میں کفر سے تائب ہوں تو بھی کفر سے توبہ کر۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا میں اللہ کے آگے ہر ایک کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ پس انہوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔ اسی وجہ سے امام صاحب کے دشمنوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ دو دفعہ کفر سے توبہ کرائے گئے۔ پس انہوں نے لوگوں کو دھوکا دیا حالانکہ اس سے ان کی مراد صرف خوارج کا توبہ کرانا ہے۔

شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان' ص ۵۷ میں اس حکایت کو بیان کر کے یوں تحریر فرماتے ہیں:

وقع لبعض حساد ابی حنیفة الذین ینقضونه بما هو بریٔ منه انه ذکر من مثالبه انه کفر مرتین و استتیب مرتین و انما وقع له ذلک مع الخوارج فارادوا انتقاصه به ولیس بنقص بل هو غاية فی رفعته اذ لم یوجد احد یحاجهم غیره رحمة الله

علیہ انتہی۔

امام ابو حنیفہ کے بعض حاسدوں نے جو آپ پر وہ عیب لگاتے ہیں جن سے آپ بری ہیں آپ کے عیبوں میں سے یہ ذکر کیا ہے کہ آپ سے دو دفعہ کفر سرزد ہوا اور دو دفعہ آپ سے توبہ کرائی گئی۔ اور یہ تو صرف آپ کو خوارج کے ساتھ پیش آیا تھا۔ ان کا ارادہ اس سے آپ کی تنقیص تھا۔ حالانکہ یہ کوئی نقص نہیں بلکہ آپ کی کمال رفعت ہے کیونکہ آپ کی سوا کوئی اور خوارج پر حجت نہ لاتا تھا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

امام صاحب پر ارجاء وغیرہ کے اتہام کی کافی تردید ہو چکی ہے۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بنارسی کے مطالعہ کے لیے صحیح بخاری کے راویوں کے اعتقاد پر ایک اجمالی نظر ڈالی جائے۔ لہٰذا ذیل میں فقط چند نام مع حوالہ درج کیے جاتے ہیں:

صحیح بخاری کے مرجیہ رواۃ

۱۔ ابراہیم بن طہمان۔ قال احمد کان یری الارجاء (تہذیب التہذیب، جزء اول، ص ۱۳۰) یعنی احمد نے کہا کہ ابراہیم مرجی تھا۔

۲۔ ایوب بن عائذ الطائی۔ کان یرجی الارجاء وهو صدوق (کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری، ص ۵) یعنی خود امام بخاری فرماتے ہیں کہ ایوب مرجی تھا اور وہ صدوق ہے۔

۳۔ شبابہ بن سوار الفزاری۔ قال ابوبکر الاثرم عن احمد بن حنبل کان یدعوا الی الارجاء (تہذیب التہذیب، جزء رابع، ص ۳۰۳) (ترجمہ) ابوبکر اثرم نے بروایت احمد بن حنبل کہا ہے کہ شبابہ لوگوں کو ارجاء کی طرف بلاتا تھا۔ انتہی۔

۴۔ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی۔ قال ابوداود کان داعیة الی الارجاء (تہذیب التہذیب، جزء سادس، ص ۱۲۰) کہا ابوداود نے کہ عبدالحمید لوگوں کو ارجاء کی طرف بلاتا تھا۔ انتہی۔

۵۔ عثمان بن غیاث البصری۔ قال احمد ثقة کان یری الارجاء و ذکره الاٰجری عن ابی داود فی مرجئة اهل البصرة (تہذیب التہذیب

جزء سابع، ص ۱۲۷) احمد نے کہا کہ عثمان بن غیاث ثقہ ہے مگر مرجی تھا۔ اور آجری نے بروایت ابوداؤد اسے اہل بصرہ کے مرجیہ میں ذکر کیا ہے۔ انتہی۔

۶- عمر بن ذر الہمدانی- قال ابو داود کان راسا فی الارجاء و کان قد ذهب بصره عن یحیی بن سعید القطان مایدل علی انه کان راسا فی الارجاء و قال ابن سعد قال محمد بن عبدالله الأسدی توفی سنة (۱۵۳) و کان مرجئا فمات فلم یشهده الثوری (تہذیب التہذیب، جزء سابع، ص ۴۴۴) (ترجمہ) کہا ابوداؤد نے کہ عمر بن ذر بڑا مرجی تھا اور اس کی بینائی جاتی رہی تھی۔ یحییٰ بن سعید قطان سے وہ مروی ہے جو دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ عمر بن ذر بڑا مرجی تھا۔ کہا ابن سعد نے کہ کہا محمد بن عبداللہ اسدی نے کہ عمر بن ذر نے ۱۵۳ھ میں وفات پائی اور وہ مرجی تھا۔ اس لیے امام ثوری اس کے جنازے میں حاضر نہ ہوئے۔ انتہی۔

۷- محمد بن خازم ابو معاویہ الضریر- قال الآجری عن ابی داود کان مرجئا و قال مرة کان رئیس المرجئة بالکوفة- ذکره ابن حبان فی الثقات و قال کان حافظا متقنا و لکنه کان مرجئا خبیثا- قال ابو زرعة کان یری الارجاء قیل له کان یدعوا الیه قال نعم- (تہذیب التہذیب، جزء تاسع، ص ۱۳۹) (ترجمہ) آجری نے بروایت ابوداؤد کہا کہ محمد بن خازم مرجی تھا اور ایک دفعہ کہا کہ وہ کوفہ میں مرجئہ کا رئیس تھا۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ حافظ متین تھا مگر خبیث مرجی تھا۔ کہا ابو زرعہ نے کہ وہ عقیدہ ارجاء رکھتا تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ لوگوں کو ارجاء کی طرف بلاتا تھا۔ کہا ہاں۔

۸- ورقاء بن عمر الیشکری- قال الآجری سالت ابا داود عن ورقاء و شبل فی ابن ابی نجیح فقال ورقاء صاحب سنة الا ان فیه ارجاء و شبل قدری- (تہذیب التہذیب، جزء حادی عشر، ص ۱۱۴) کہا آجری نے کہ میں

نے ابوداؤد سے ورقاء اور شبل کی نسبت (جبکہ وہ ابن ابی نجیح سے روایت کریں) پوچھا۔ کہا کہ ورقاء صاحب سنت ہے مگر اس میں ارجاء ہے اور شبل قدری ہے۔ انتہی۔

۹- یونس بن بکیر (خت)- قال الساجی و کان صدوقا الا انه کان یتبع السلطان و کان مرجئا۔ (تہذیب التہذیب' جزء حادی عشر' ص ۴۳۶) (ترجمہ) کہا ساجی نے کہ یونس صدوق تھا مگر وہ سلطان کے پیچھے چلتا تھا اور مرجی تھا۔ انتہی۔

۱۰- ابراہیم تیمی- قال ابو زرعة ثقة مرجی (تہذیب التہذیب' جزء اول' ص ۱۷۶) کہا ابوزرعہ نے کہ ابراہیم تیمی ثقہ مرجی ہے۔

۱۱- عبدالعزیز بن ابی رواد (خت)- قال احمد کان رجلا صالحا و کان مرجئا قال یحیی بن سلیم الطائفی کان یری الارجاء و قال الساجی صدوق یری الارجاء و قال الجوزجانی کان غالیا فی الارجاء۔ (تہذیب التہذیب' جزء سادس' ص ۳۳۸) کہا احمد نے کہ عبدالعزیز صالح و مرجی تھا۔ کہا یحییٰ بن سلیم الطائفی نے کہ وہ مرجی تھا۔ اور کہا ساجی نے کہ وہ صدوق و مرجی تھا اور کہا جوزجانی نے کہ وہ سخت مرجی تھا۔ انتہی۔

۱۲- سالم بن عجلان- قال ابو حاتم صدوق و کان مرجئا قال ابن حبان کان ممن یری الارجاء۔ (تہذیب التہذیب' جزء ثالث' ص ۴۴۲) کہا ابو حاتم نے کہ سالم صدوق و مرجی تھا کہا ابن حبان نے کہ وہ مرجیہ میں سے تھا۔ انتہی۔

۱۳- قیس بن مسلم الجدلی- قال ابو داود کان مرجئا و قال النسائی ثقه و کان یری الارجاء۔ (تہذیب التہذیب' جزء ثامن' ص ۴۰۴) کہا ابوداؤد نے کہ قیس مرجی تھا اور کہا نسائی نے کہ وہ ثقہ ہے مگر مرجی تھا۔ انتہی۔

۱۴- خلاد بن یحییٰ بن صفوان- قال احمد ثقة او صدوق و لکن کان یری شیئا من الارجاء۔ (تہذیب التہذیب' جزء ثالث' ص ۱۷۴) کہا احمد نے کہ خلاد ثقہ یا صدوق تھا مگر کچھ ارجا کا عقیدہ رکھتا تھا۔ انتہی۔

۱۵- بشر بن محمد السختیانی- ذکره ابن حبان فی الثقات و قال کان

مرجئا- (تہذیب التہذیب، جزء اول، ص ۴۵۷) بشر کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مرجی تھا۔ انتہی۔

۱۶- شعیب بن اسحاق بن عبدالرحمٰن- قال ابو داود ثقة و هو مرجی- (تہذیب التہذیب جزء رابع، ص ۳۴۸) کہا ابوداوٗد نے کہ شعیب ثقہ مگر مرجی ہے۔ انتہی۔

صحیح بخاری کے راوی جو نصب (۱) کے قائل ہیں

۱۷- اسحاق بن سوید العدوی- ذکره العجلی فقال ثقة و كان يحمل على علي و ذكره ابن حبان فی الثقات و قال ابو العرب الصعلی فی الضعفاء كان يحمل على علي تحاملا شديدا و قال لا احب عليا (تہذیب التہذیب، جزء اول، ص ۲۳۶) اسحاق کو عجلی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ تھا۔ مگر حضرت علیؓ پر حملہ کرتا تھا۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ابو العربؒ صعلی نے ضعفاء میں کہا کہ وہ حضرت علیؓ پر سخت حملہ کرتا تھا اور اس نے کہا کہ میں حضرت علیؓ کو دوست نہیں رکھتا۔ انتہی۔

۱۸- حریز بن عثمان- قال احمد بن ابی یحیی عن احمد حریز صحيح الحديث الا انه يحمل على علي- قال العجلی شامی ثقة و كان يحمل على علي- قال غنجار قيل ليحيى بن صالح لم لم تكتب عن حريز فقال كيف اكتب عن رجل صليت معه الفجر سنين فكان لا يخرج من المسجد حتى يلعن عليا سبعين مرة- و قال ابن حبان كان يلعن عليا بالغداه سبعين مرة و بالعشی سبعين مرة فقيل له فی ذلك فقال هو القاطع رءوس ابائی و اجدادی و كان داعية الى مذهبه يتنكب حديثه- (تہذیب التہذیب، جزء ثانی، ص ۲۳۸ تا ۲۴۰) احمد بن ابی یحییٰ نے بروایت احمد کہا کہ حریز صحیح الحدیث تھا مگر حضرت علیؓ پر

(۱) (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان پر غیر کو ترجیح دیتے ہیں)

حملہ کرتا تھا۔ عجلی نے کہا کہ وہ شامی وثقہ ہے اور حضرت علیؓ پر حملہ کرتا تھا۔ غنجار نے کہا کہ یحییٰ بن صالح سے پوچھا گیا کہ تو نے حریز سے حدیثیں کیوں نہ لکھیں۔ کہا میں ایسے شخص سے کیونکر لکھوں جس کے ساتھ میں نے فجر کی نماز سالوں پڑھی۔ پس وہ مسجد سے نہ نکلتا جب تک حضرت علیؓ پر ستر دفعہ لعنت نہ بھیجتا۔ ابن حبان نے کہا کہ وہ حضرت علیؓ پر ستر بار صبح اور ستر بار شام کو لعنت بھیجتا۔ جب اس سے سبب پوچھا گیا تو کہا کہ حضرت علیؓ میرے آباؤ اجداد کے سروں کے کاٹنے والے تھے اور وہ اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو بلانے والا تھا۔ اس کی حدیث سے کنارہ کشی کی جاتی ہے۔ انتہی۔

۱۹۔ حصین بن نمیر الواسطی۔ قال ابن ابی خیثمۃ قلت لابی لم لا تکتب عن ابی محصن قال اتیتہ فاذا ھو یحمل علی علی فلم اعد الیہ۔ (تہذیب التہذیب جزء ثانی، ص ۳۹۲) ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ آپ ابو محصن یعنی حصین بن نمیر کی حدیث کیوں نہیں لکھتے۔ فرمایا کہ میں اس کے پاس گیا۔ ناگاہ وہ حضرت علیؓ پر حملہ کرتا تھا۔ لہٰذا میں اس کے پاس پھر نہیں گیا۔ انتہی۔

۲۰۔ قیس بن ابی حازم۔ قالوا کان یحمل علی علی والمشھور عنہ انہ کان یقدم عثمان و لذلک تجنب کثیر من قدماء الکوفیین الراویۃ عنہ۔ (تہذیب التہذیب، جزء ثامن، ص ۳۸۸) محدثین نے کہا کہ قیس حضرت علیؓ پر حملہ کرتا تھا اور اس کی نسبت مشہور یہ ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کو مقدم سمجھتا تھا۔ اس لیے بہت سے قدماء اہل کوفہ نے اس سے روایت ترک کر دی ہے۔ انتہی۔

صحیح بخاری کے شیعہ رواۃ

۲۱۔ اسمٰعیل بن ابان۔ قال البزار و انما کان عیبہ شدۃ تشیعہ (تہذیب التہذیب، جزء اول، ص ۲۷۰) بزار نے کہا کہ اسماعیل کا عیب یہی تھا کہ وہ سخت شیعہ تھا۔ انتہی۔

۲۲- جریر بن عبدالحمید- قال قتیبة ثنا جریر الحافظ المقدم لکنی سمعته یشتم معاویة علانیة (تہذیب التہذیب' جزء ثانی' ص ۷۷) کہا قتیبہ نے حدیث کی ہم سے حافظ مقدم جریر نے لیکن میں نے جریر بن عبدالحمید کو سنا کہ حضرت معاویہؓ کو علانیہ گالی دیتا تھا۔ انتہی۔

۲۳- خالد بن مخلد القطوانی- قال ابن سعد کان متشیعا منکر الحدیث فی التشیع مفرطا و کتبوا عنه للضرورة- قال الجوزجانی کان شتاما معلنا لسوء مذهبه و قال الاعین قلت له عندك احادیث فی مناقب الصحابة قال قل فی المثالب او المثاقب یعنی بالمثلثة لا بالنون- (تہذیب التہذیب' جز ثالث' ص ۱۱۷) کہا ابن سعد نے کہ خالد شیعہ منکر الحدیث اور تشیع میں غلو کرنے والا تھا۔ محدثین نے ضرورت کے وقت اس سے حدیث لکھی ہے۔ کہا جوزجانی نے کہ خالد ایسا بدمذہب تھا کہ علانیہ گالیاں دیتا تھا۔ اور کہا اعین نے کہ میں نے خالد سے پوچھا کہ آیا تیرے پاس صحابہ کے مناقب میں حدیثیں ہیں۔ وہ اس پر بولا کہ صحابہ کے عیبوں میں کہئے۔ انتہی۔

۲۴- سعید بن فیروز- قال العجلی تابعی ثقة فیه تشیع (تہذیب التہذیب' جزء رابع' ص ۷۳) کہا عجلی نے کہ سعید بن فیروز تابعی ثقہ ہے اس میں شیعہ پن ہے۔ انتہی۔

۲۵- سعید بن عمرو بن اشوع- قال الجوزجانی غال زائغ یعنی فی التشیع (تہذیب التہذیب' جزء رابع' ص ٦۷) کہا جوزجانی نے کہ سعید بن عمرو تشیع میں غلو کرنے والا کج راہ ہے۔ انتہی

۲٦- اسماعیل بن زکریا الخلقانی- صدوق شیعی (میزان الاعتدال' مجلد اول' ص ۱۰٦) اسماعیل بن زکریا صدوق شیعہ ہے۔ انتہی۔

۲۷- عباد بن العوام- قال ابن سعد کان یتشیع فاخذه هارون

فحبسه ثم خلى عنه۔ (تہذیب التہذیب' جزء خامس' ص ۹۹) کہا ابن سعد نے کہ عباد بن عوام شیعہ تھا اس لیے ہارون نے اسے پکڑ کر قید کر دیا۔ پھر اسے چھوڑ دیا۔ انتہی۔

۲۸ - عباد بن یعقوب۔ قال ابن عدی و عباد فيه غلو فی التشیع۔ قال صالح بن محمد كان يشتم عثمان قال و سمعته يقول الله اعدل من ان يدخل طلحة و الزبير الجنة لانهما بايعا عليا ثم قاتلاه۔ قال ابن حبان كان رافضيا داعية و مع ذلك يروى المناكير عن المشاهير فاستحق الترك روى عن شريك عن عاصم عن زر عن عبدالله مرفوعا اذا رايتم معاوية على منبرى فاقتلوه۔ (تہذیب التہذیب' جزء خامس' ص ۱۰۹-۱۱۰) کہا ابن عدی نے کہ عباد میں شیعہ پن میں غلو ہے۔ کہا صالح بن محمد نے کہ وہ حضرت عثمانؓ کو گالی دیتا تھا اور کہا کہ میں نے اس کو یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ کے عدل سے بعید ہے کہ حضرت طلحہ و زبیر کو بہشت میں داخل کرے کیونکہ ان دونوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کی۔ پھر ان سے لڑائی کی۔ کہا ابن حبان نے کہ وہ رافضی تھا اور لوگوں کو رفض کی طرف بلاتا تھا اور باوجود اس کے وہ مشاہیر سے احادیث بن کر روایت کرتا ہے۔ اس لیے ترک کا مستحق ہے۔ روایت کی اس نے شریک سے' شریک نے عاصم سے' عاصم نے زر سے' زر نے عبداللہ سے مرفوعاً کہ جب تم معاویہؓ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر ڈالو۔ انتہی۔

۲۹- عبداللہ بن عیسیٰ بن ابی لیلیٰ۔ قال ابن معين ثقة و قال فی رواية كان يتشيع۔ (تہذیب التہذیب' جزء خامس' ص ۳۵۲) کہا ابن معین نے کہ عبداللہ بن عیسیٰ ثقہ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ شیعہ تھا۔ انتہی۔

۳۰- بہز بن اسد۔ قال ابو الفتح الازدی صدوق كان يتحامل على عثمان سئ المذهب۔ (تہذیب التہذیب' جزء اول' ص ۴۹۸) کہا ابو الفتح نے کہ بہز بن اسد صدوق تھا۔ مگر بدمذہب اور حضرت عثمانؓ پر ستم کرتا تھا۔ انتہی۔

۳۱- عبدالملک بن اعین- قال حامد عن سفیان هم ثلاثة اخوة عبدالملك و زرارة و حمران روافض كلهم اخبثهم قولا عبدالملك- (تہذیب التہذیب، جزء سادس، ص ۳۸۵) حامد نے بروایت سفیان کہا کہ وہ تین بھائی تھے۔ عبدالملک و زرارہ و حمران۔ تینوں کے تینوں رافضی ہیں۔ قول میں سب سے خبیث عبدالملک ہے۔ انتہی۔

۳۲- عبیداللہ بن موسیٰ العبسی- ذكره ابن حبان فی الثقات و قال كان يتشيع و قال يعقوب ابن سفيان شيعي و ان قال قائل رافضي لم انكر عليه منكر الحديث و قال الجوزجاني و عبيدالله بن موسى اغلى و اسوء مذهبا و اروى للعجائب و قال الحاكم سمعت قاسم بن قاسم السياري سمعت ابا مسلم البغدادي الحافظ يقول عبيدالله بن موسى من المتروكين تركه احمد لتشيعه- قال الساجي صدوق كان يفرط في التشيع- (تہذیب التہذیب، جزء سابع، ص ۵۲-۵۳) عبیداللہ بن موسیٰ کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ شیعہ تھا۔ اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ وہ شیعہ تھا۔ اگر کوئی شخص اسے رافضی کہے تو میں اس کو برا نہیں کہتا اور وہ منکر الحدیث ہے۔ اور جوزجانی نے کہا کہ عبیداللہ بن موسیٰ بڑا بدمذہب اور غلو کرنے والا اور عجیب امور کا روایت کرنے والا ہے۔ کہا حاکم نے میں نے سنا قاسم بن قاسم سیاری کو، میں نے سنا ابو مسلم بغدادی حافظ کو کہ کہتے تھے عبیداللہ بن موسیٰ متروکین میں سے ہے۔ امام احمد نے اس کو تشیع کے سبب سے ترک کر دیا ہے۔ ساجی نے کہا کہ وہ صدوق تھا مگر تشیع میں غلو کرتا تھا۔ انتہی۔

۳۳- علی بن الجعد- قال هارون بن سفيان المستملي كنت عند علي بن الجعد فذكر عثمان فقال اخذ من بيت المال مائة الف درهم بغير حق و قال العقيلي قلت عبدالله بن

احمد لم لم تكتب عن علي بن الجعد قال نهاني ابي و كان يبلغه عنه انه يتناول الصحابة- (تہذیب التہذیب' جزء سابع' ص ۲۹۱) کہا ہارون بن سفیان مستملی نے کہ میں علی بن جعد کے پاس تھا۔ اس نے حضرت عثمانؓ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے بیت المال سے ناحق ایک لاکھ درہم لے لیا۔ اور کہا عقیلی نے کہ میں نے عبداللہ بن احمد سے پوچھا کہ آپ نے علی بن جعد سے حدیثیں کیوں نہ لکھیں فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے منع کر دیا اور اسے علی بن جعد کی نسبت یہ خبر پہنچی تھی کہ وہ صحابہ کرام کو برا کہتا ہے۔ انتہی۔

۳۴- عوف بن ابی جمیلہ- قال الانصاری رایت داود بن ابی هند يضرب عوفا و يقول ويلك يا قدری و قال في الميزان قال بندار و هو يقرء لهم حديث عوف لقد كان قدريا رافضيا شيطانا- (تہذیب التہذیب' جزء ثامن' ص ۱۶۷) کہا انصاری نے کہ میں نے دیکھا داؤد بن ابی ہند کو کہ مارتا تھا عوف کو اور کہتا تھا عذاب ہو تجھ پر اے قدری۔ اور میزان الاعتدال میں ہے کہ کہا بندار نے اور وہ ان کے آگے عوف کی حدیث پڑھتا تھا۔ وہ بے شک قدری رافضی شیطان تھا۔ انتہی۔

۳۵- محمد بن جحادہ الکوفی- قال ابو عوانة كان يغلو في التشيع نقله عنه العقيلي (تہذیب التہذیب' جزء تاسع' ص ۹۳) عقیلی نے ابو عوانہ سے نقل کیا ہے کہ محمد بن جحادہ تشیع میں غلو کرتا تھا۔

۳۶- محمد بن فضیل بن غزوان- قال ابو داود كان شيعيا محترقا و ذكره ابن حبان في الثقات و قال كان يغلو في التشيع (تہذیب التہذیب' جزء تاسع' ص ۴۰۶) کہا ابوداؤد نے کہ محمد بن فضیل سخت شیعہ تھا۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ تشیع میں غلو کرتا تھا۔ انتہی۔

۳۷- مالک بن اسمٰعیل- تتمة كلام ابن سعد و كان ابو غسان صدوقا شديد التشيع- (تہذیب التہذیب' جزء عاشر' ص ۴) ابن سعد کے کلام کا

تتمہ یہ ہے کہ ابو غسان (یعنی مالک بن اسماعیل) صدوق مگر سخت شیعہ تھا۔ انتہی۔

۳۸ - حکم بن عتیبہ۔ (۳۹) سالم بن ابی الجعد۔ (۴۰) حبیب بن ابی ثابت۔ (۴۱) منصور بن المعتمر۔ (۴۲) سفیان ثوری۔ (۴۳) شعبہ بن الحجاج۔ (۴۴) ہشیم۔ (۴۵) سلیمان التیمی۔ (۴۶) ہشام بن عمار۔ (۴۷) مغیرہ صاحب ابراہیم۔ (۴۸) معروف بن خربوذ۔ (کتاب المعارف، مطبوعہ مصر، صفحہ ۲۰۶)

۴۹ - محمد بن عبداللہ القطان۔ عن محمد بن جریر الطبری وغیرہ رافضی معتزلی۔ (میزان الاعتدال، مجلد ثالث، ص ۸۵) محمد بن جریر طبری وغیرہ سے روایت ہے کہ محمد بن عبداللہ قطان رافضی معتزلی تھا۔ انتہی۔

صحیح بخاری کے قدریہ رواۃ (۱)

۵۰ - ثور بن یزید الحمصی۔ قال عثمان الدارمی عن دحیم ثور بن یزید ثقة وما رایت احدا یشک انه قدری۔ قال عبدالله بن احمد عن ابیه ثور بن یزید الکلاعی کان یری القدر و کان اهل حمص نفوه لاجلِ ذلک ولم یکن به باس و قال ابو مسهر عن عبدالله بن سالم ادرکت اهل حمص وقد اخرجوا ثور بن یزید واحرقوا داره لکلامه فی القدر و قال ابن معین کان مکحول قدریا ثم رجع و ثور بن یزید قدری۔ (تہذیب التہذیب، جزء ثانی، ص ۱۳۵) عثمانی دارمی نے دحیم سے روایت کی کہ ثور بن یزید ثقہ ہے میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے قدری ہونے میں شک کرتا ہو۔ عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ثور بن یزید قدری تھا۔ اسی وجہ سے شہر حمص کے لوگوں نے اسے نکال دیا تھا اور اس سے روایت کرنے میں کچھ ڈر نہیں۔ ابو مسہر نے عبداللہ بن سالم سے روایت کی کہ میں نے اہل حمص کو دیکھا کہ انہوں نے قدر میں کلام کرنے کے سبب ثور بن یزید کو نکال دیا تھا اور اس کا گھر جلا دیا تھا۔ ابن معین نے کہا کہ مکحول قدری

(۱) ان کا عقیدہ ہے کہ شر کا خالق بندہ ہے۔

تھا۔ پھر اس نے اپنے عقیدے سے رجوع کیا اور ثور بن یزید قدری ہی رہا۔

۵۱- حسان بن عطیہ المحاربی- قال ابن ابی خیثمۃ عن ابن معین کان قدریا و قال سعید بن عبدالعزیز ھو قدری۔ (تہذیب التہذیب' جزء ثانی' ص ۲۵۱) ابن ابی خیثمہ نے ابن معین سے روایت کی کہ حسان بن عطیہ قدری تھا' اور سعید بن عبدالعزیز نے کہا کہ وہ قدری ہے۔ انتہی۔

۵۲- حسن بن ذکوان- قال (یحیی بن معین) و کان قدریا- قال الآجری عن ابی داود کان قدریا قلت زعم قوم انہ کان فاضلا قال مابلغنی عنہ فضل- (تہذیب التہذیب' جزء ثانی' ص ۲۷۷) یحییٰ بن معین نے کہا کہ حسن بن ذکوان قدری تھا۔ آجری نے بروایت ابوداؤد کہا کہ وہ قدری تھا۔ میں نے کہا ایک گروہ نے گمان کیا کہ وہ فاضل تھا۔ جواب دیا کہ مجھے اس کی فضیلت کی کوئی خبر نہیں پہنچی۔ انتہی

۵۳- زکریا بن اسحاق- قال ابن معین کان یری القدر- (تہذیب التہذیب' جزء ثالث' ص ۳۲۹) کہا ابن معین نے کہ زکریا بن اسحاق قدری تھا۔ انتہی۔

۵۴- شبل بن عباد المکی- قال الآجری عن ابی داود ثقۃ الا انہ یری القدر- (تہذیب التہذیب' جزء رابع' ص ۳۰۶) آجری نے ابوداؤد سے روایت کی کہ شبل ثقہ مگر قدری تھا۔

۵۵- شریک بن عبداللہ بن ابی نمر- قال الساجی کان یری القدر- (تہذیب التہذیب' جزء رابع' ص ۳۳۸) کہا ساجی نے کہ شریک بن عبداللہ قدری تھا۔

۵۶- عبداللہ بن عمرو ابو معمر- قال یعقوب بن شیبۃ کان ثقۃ ثبتا صحیح الکتاب و کان یقول بالقدر- قال ابوداود و کان الازدی لا یحدث عن ابی معمر لاجل القدر و کان لا یتکلم فیہ- قال العجلی ثقۃ و کان یری القدر- قال ابن خراش کان صدوقا و کان قدریا

کہا کہ عبداللہ بن عمرو ثقہ ثبت صحیح الکتاب تھا۔ اور قائل بالقدر تھا۔ ابوداؤد نے کہا کہ ازدی قدر کے سبب ابو معمر سے حدیث نہ کرتا تھا اور اس میں کلام نہ کرتا تھا۔ عجلی نے کہا کہ وہ ثقہ و قدری تھا۔ ابن خراش نے کہا کہ وہ صدوق و قدری تھا۔ انتہی۔

۵۷ - عبداللہ بن ابی لبید المدنی- قال ابن سعد کان من العباد المنقطعین و کان یقول بالقدر- (تہذیب التہذیب، جزء خامس، ص ۳۷۲) ابن سعد نے کہا کہ عبداللہ بن ابی لبید تارک الدنیا عابدوں میں سے تھا اور قدر کا قائل تھا۔ انتہی۔

۵۸ - عبداللہ بن ابی نجیح- قال الساجی عن ابن معین کان مشھورا بالقدر عن احمد بن حنبل قال اصحاب ابن ابی نجیح قدریۃ کلھم- (تہذیب التہذیب، جزء سادس، ص ۵۴) ساجی نے ابن معین سے روایت کی کہ عبداللہ بن ابی نجیح قدر میں مشہور تھا۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ابن ابی نجیح کے اصحاب سب کے سب قدری تھے۔ میزان الاعتدال (مجلد ثانی، ص ۸۹) میں ہے قال یحیی من روس الدعاۃ الی القدر- انتھی-

۵۹ - عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ- قال احمد کان یری القدر- (تہذیب التہذیب، جزء سادس، ص ۹۶) امام احمد نے فرمایا کہ عبدالاعلیٰ قدری تھا۔ انتہی۔

۶۰ - عبدالرحمٰن بن اسحاق بن عبداللہ (خت)- قال علی و سمعت سفیان سئل عنہ فقال کان قدریا فنفاہ اھل المدینۃ قال ابن المدینی کان یری القدر ولم یحمل عنہ اھل المدینۃ- (تہذیب التہذیب، جزء سادس، ص ۱۳۸) کہا علی نے کہ سنا میں نے سفیان کو کہ پوچھے گئے عبدالرحمٰن کی بابت پس جواب دیا کہ وہ قدری تھا۔ اس لیے اہل مدینہ نے اس کو نکال دیا تھا کہا ابن مدینی نے کہ وہ قدری تھا۔ اہل مدینہ نے اس سے روایت نہیں کی۔ انتہی۔

۶۱ - عبدالوارث بن سعید التنوری- قال (ابن حبان) و کان قدریا متقنا فی الحدیث- قال الساجی کان قدریا صدوقا- قال

ابن معین ثقة الا انه کان یری القدر و یظهره (تہذیب التہذیب، جزء سادس، ص ۴۴۳) خلاصہ یہ کہ عبدالوارث بقول ابن حبان و ساجی و ابن معین قدری تھا۔

۶۲- عطاء بن ابی میمونہ- قال حماد بن زید و البخاری و ابن سعد والجوزجانی کان یری القدر- (تہذیب التہذیب، جزء سابع، ص ۲۱۶) حماد بن زید اور بخاری اور ابن سعد اور جوزجانی نے کہا کہ عطاء بن ابی میمونہ قدری تھا۔ انتہی۔

۶۳- عمر بن ابی زائدہ- قال احمد هو فی الحدیث مستقیم و کان یری القدر و قال یحیی القطان کان یری القدر- (میزان الاعتدال، جلد ثانی، ص ۲۵۷) یعنی عمر مذکور بقول احمد و یحیٰی قطان قدری تھا۔

۶۴- عمران بن مسلم القصیر- قال یحیی و کان عمران یری القدر- (میزان الاعتدال، مجلد ثانی، ص ۲۸۰) یحیٰی نے کہا کہ عمران قدری تھا۔ انتہی۔

۶۵- عمیر بن ھانی- قال ابو داود کان قدریا- (تہذیب التہذیب، جزء ثامن، ص ۱۵۰) ابوداؤد نے کہا کہ عمیر قدری تھا۔ انتہی۔

۶۶- کہمس بن المنہال- ذکره ابن حبان فی الثقات و قال کان یقول بالقدر قال الساجی کان قدریا ضعیفا لم یحدث عنه الثقات- (تہذیب التہذیب، جزء ثامن، ص ۴۵۱) کہمس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ قدری تھا۔ ساجی نے کہا کہ وہ قدری و ضعیف تھا۔ ثقات نے اس سے روایت نہیں کی۔ انتہی۔

۶۷- محمد بن سواء البصری- قال الازدی فی الضعفاء کان یغلو فی القدر و هو صدوق- (تہذیب التہذیب، جزء تاسع، ص ۲۰۸) ازدی نے ضعفاء میں کہا کہ محمد بن سواء قدر میں غلو کرتا تھا۔ اور وہ صدوق ہے۔ انتہی۔

۶۸- ہارون بن موسیٰ الاعور النحوی- قال سلیمان بن حرب ثنا هارون الاعور و کان شدید القول فی القدر- (تہذیب التہذیب-

جزء حادی عشر، ص ۱۴) کہا سلیمان بن حرب نے کہ حدیث کی ہم سے ہارون اعور نے اور وہ سخت قدری تھا۔ انتہی۔

۶۹۔ ہشام الدستوائی۔ قال العجلی بصری ثقة ثبت فی الحدیث حجة الا انه یری القدر۔ (تہذیب التہذیب، جزء حادی عشر، ص ۴۴) کہا عجلی نے کہ ہشام بصری ثقہ ثبت فی الحدیث حجت ہے مگر وہ قدری ہے۔ انتہی۔

۷۰۔ یحیٰ بن حمزہ الحضری۔ قال الدوری عن ابن معین کان قدریا قال الآجری عن ابی داود ثقة قلت کان قدریا قال نعم۔ (تہذیب التہذیب، جزء حادی عشر، ص ۲۰۰) دوری نے بروایت ابن معین کہا کہ یحیٰ قدری تھا۔ آجری نے بروایت ابی داؤد کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ میں نے پوچھا کیا وہ قدری تھا، بولے ہاں۔ انتہی۔

۷۱۔ ہمام بن یحیٰ۔ (۷۲) ثور بن زید۔ (۷۳) خالد بن سعدان۔

(کتاب المعارف، ص ۲۰۷)

۷۴۔ معاذ بن ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی۔ قال الحمیدی بمکة لما قدم معاذ بن هشام لا تسمعوا من هذا القدری۔ (میزان الاعتدال، مجلد ثالث، ص ۱۷۹) جب معاذ بن ہشام مکہ میں آیا تو حمیدی نے کہا اس قدری سے حدیث نہ سنو۔ انتہی۔

صحیح بخاری کے خوارج رواۃ (۱)

۷۵۔ عکرمہ مولی ابن عباس۔ قال علی بن المدینی عکرمة یری رای نجدة وقال یحیی بن معین انما لم یذکر مالک بن انس عکرمة لان عکرمة کان ینتحل رای الصفریة وقال

(۱) (خوارج فرقہ ایست از اہل اسلام و موسوم شدند بخوارج بداں جہت کہ بر علی کرم اللہ وجہہ خروج کردہ بودند۔ منتہی الارب)

عطاء کان اباضیا۔ (تہذیب التہذیب، جزء سابع، ص ۲۶۷) علی بن مدینی نے کہا کہ عکرمہ نجدۃ(۱) کی رائے کو پسند کرتا تھا۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ مالک بن انس نے عکرمہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ عکرمہ صفریہ(۲) کے رائے سے منسوب تھا۔ اور عطا نے کہا کہ وہ اباضی(۳) تھا۔ انتہی۔

۷۶- ولید بن کثیر۔ قال الآجری عن ابی داود ثقۃ الا انہ اباضی۔ و قال الساجی و کان اباضیا و لکنہ کان صدوقا (تہذیب التہذیب، جزء حادی عشر، ص ۱۴۸) آجری نے بروایت ابوداؤد کہا کہ ولید ثقہ مگر اباضی تھا۔ اور ساجی نے کہا کہ وہ اباضی مگر صدوق تھا۔ انتہی۔

۷۷- عمران بن حطان۔ قال یعقوب بن شیبۃ ادرک جماعۃ من الصحابۃ و صار فی اخر امرہ ان رای رای الخوارج۔ (تہذیب التہذیب، جزء ثامن، ص ۱۲۷) یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ عمران نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا اور آخر کار خارجی بن گیا۔ انتہی۔

۷۸- داؤد بن الحصین۔ ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال کان یذھب مذھب الشراۃ۔(۴) (تہذیب التہذیب، جزء ثالث، ص ۱۸۱) داؤد بن حصین کو

(۱) نجدۃ بن عامر الحروری من رء وس الخوارج زائغ من الحق ذکر فی الضعفاء للجوزجانی۔ (میزان الاعتدال، مجلد ثالث، ص ۲۳۸) یعنی نجدہ بن عامر حروری خوارج کے سرداروں میں سے اور حق سے برگشتہ تھا۔ کتاب الضعفاء للجوزجانی میں اس کا ذکر ہے۔ انتہی)

(۲) (صفرہ بالضم و الکسر گروہے است از خوارج منسوب بعبداللہ بن صفار یا بسوئے زیاد بن اصفر یا بدانجہت کہ زرد رنگ اندیا بجہت خالی شدن ایشاں از دین۔ منتہی الارب)

(۳) (یہ خوارج کا ایک فرقہ ہے جو عبداللہ بن عباض کے اصحاب ہیں جس نے مروان بن محمد کے عہد میں خروج کیا)

(۴) (شراہ کقضاء فرقہ از خوارج سموا بذالک من شری زید اذا غضب و لج او من قولھم شرینا انفسنا فی طاعۃ اللہ ای بعناھا بالجنۃ حین فارقنا الائمۃ الجائرۃ۔ منتہی الارب)

ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ شراۃ کا مذہب رکھتا تھا۔ انتہی۔

صحیح بخاری کے جہمیہ رواۃ (۱)

۷۹۔ بشر بن السری۔ قال الحمیدی جھمی لا یحل ان یکتب عنہ (میزان الاعتدال، ص۱۴۸) کہا حمیدی نے بشر بن سری جہمی ہے۔ اس سے حدیث لکھنی جائز نہیں۔ انتہی۔

۸۰۔ فطر بن خلیفہ۔ کان احمد بن حنبل یقول ھو خشبی مفرط (تہذیب التہذیب، جزء ثامن، ص ۳۰۱) امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ فطر بن خلیفہ پرلے درجہ کا خشبی (۲) تھا۔ انتہی۔

۸۱۔ یحیٰی بن صالح الوحاظی۔ قال العقیلی حمصی جھمی۔ (تہذیب التہذیب، جزء حادی عشر، ص ۲۳۰) کہا عقیلی نے کہ یحیٰی بن صالح وحاظی حمص کا رہنے والا جہمی ہے۔ انتہی۔

۸۲۔ علی بن الجعد۔ قال مسلم ثقۃ لکنہ جھمی۔ (میزان الاعتدال، مجلد ثانی ص۲۱۹) کہا مسلم نے کہ علی بن جعد ثقہ ہے مگر جہمی ہے۔ انتہی۔

صحیح بخاری کے راوی جنہوں نے مسئلہ لفظ میں توقف کیا

۸۳۔ علی بن ابی ہاشم۔ کتب عنہ ابو حاتم و لم یحدث عنہ و قال ما علمتہ الا صدوقا ترک الناس حدیثہ لانہ کان یتوقف فی القران۔ (تہذیب التہذیب، جزء سابع، ص ۳۹۴) ابو حاتم نے علی بن ابی ہاشم سے حدیثیں لکھیں مگر اس سے روایت نہیں کیا اور کہا کہ میں تو اسے صدوق جانتا ہوں۔ لوگوں نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے کیونکہ وہ قرآن میں توقف کرتا تھا۔ انتہی۔

---

(۱) یعنی جہم بن صفوان کے اصحاب۔ یہ صفات الٰہی کی نفی کرتے ہیں اور قرآن کو مخلوق کہتے ہیں۔

(۲) (خشبیہ محرکہ قومے است از جہمیہ۔ منتہی الارب)

اسمائے مندرجہ بالا کے سوا صحیح بخاری کے اور بھی بہت سے مبتدعین رواۃ ہیں جنہیں بخوف طوالت پس انداز کیا گیا ہے۔

اب بنارسی اور اس کے ہم مشرب اصحاب سے معترض بطریق الزام یہ سوال کر سکتا ہے کہ امام بخاری جنہوں نے مرجئہ و قدریہ و روافض و خوارج کی روایات کو صحیح سمجھ کر اپنی صحیح میں جگہ دی وہ خود کیسے ٹھہرے۔ اور ان کی صحیح جسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے وہ کہاں تک قابل اعتماد رہی۔

آخر میں ہم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ صحیح بخاری کے راویوں میں سے ایک جماعت ضعیف و مجہول راویوں کی بھی ہے۔ مگر جب تک بنارسی ہمارے پہلے سوال کا جواب نہ دے لے، ہم اس بحث کو ملتوی رکھتے ہیں اور یہاں صرف دو ایک حوالوں پر کفایت کرتے ہیں۔ ملا علی قاری حنفی نزہتہ النظر فی توضیح نخبتہ الفکر کی شرح مسمی بہ مصطلحات اہل الاثر علی شرح نخبتہ الفکر میں لکھتے ہیں:

فان الذین انفرد البخاری بھم اربعمائة و خمسة و ثلاثون رجلا و المتکلم فیھم منھم بالضعف نحو من ثمانین رجلا و الذین انفرد بھم مسلم ستمائة و عشرون رجلا و المتکلم فیھم منھم مائة و ستون رجلا کذا ذکرہ السخاوی فی شرح الفیہ العراقی۔

(الجرح علی البخاری ص ۲۵)

جو راوی امام بخاری کے ساتھ مخصوص ہیں وہ سب ۴۳۵ ہیں جن میں سے ۸۰ راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے اور جو راوی امام مسلم کے ساتھ مخصوص ہیں وہ سب ۶۲۰ ہیں جن میں سے ۱۶۰ کو ضعیف کہا گیا ہے ایسا ہی ذکر کیا ہے سخاوی نے شرح الفیہ عراقی میں۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال (مجلد ثالث ص ۳) میں تحریر فرماتے ہیں و فی رواۃ

الصحیحین عدد کثیر ما علمنا ان احدا نص علی توثیقھم یعنی صحیح بخاری و مسلم کے راویوں میں ایک بڑی جماعت ایسی ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کسی نے ان کی توثیق کی تصریح کی ہو۔ انتہی۔ یہی وجوہ ہیں جن کے سبب صحیح بخاری کو مجرد صحیح یا اصح الکتب بعد کتاب اللہ نہیں کہہ سکتے جسے تفصیل مقصود ہو' وہ الجرح علی البخاری کا مطالعہ کرے۔

اندکے با تو بگفتم و بدل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

قال البنارسی

اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ابو حنیفہ سراج امتی (موضوع حدیث ہے) یعنی ابو حنیفہ میرے امت کے چراغ ہوں گے اور اسی برتے پر فضول شور مچایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت کے قریب آکر ابو حنیفہ کی پیروی کریں گے۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔

ع ایں خیال است و محال است و جنوں۔ (ص ۱۷)

اقول

علامہ ابو المؤید موفق نے اس حدیث کو متعدد طریق سے روایت کیا ہے۔ (مناقب الامام الاعظم جلد اول' ص ۱۰ تا ۱۵) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوئی اصل ہے۔ پس اقل درجہ یہ ہوگا کہ اسے ضعیف قرار دیا جائے اور حدیث ضعیف فضائل میں مقبول ہوتی ہے کیونکہ اس پر کسی حکم شرعی کا اثبات مترتب نہیں ہوتا۔ در مختار میں ہے قال فی الضیاء المعنوی و قول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی بطرق مختلفۃ (درمختار بر حاشیہ رد المحتار' مطبوعہ مصر' ص ۳۹) یعنی ضیاء معنوی میں کہا ہے کہ ابن جوزی کا یہ کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے' تعصب ہے کیونکہ یہ مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ انتہی۔ قطع نظر اس کے امام صاحب کی بشارت ایک دوسری حدیث سے ثابت ہوتی ہے جس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطی شافعی تبییض الصحیفہ ص ۳ میں لکھتے ہیں:

قد ذكر الائمة ان النبی ﷺ بشر بالامام مالك في حديث يوشك ان يضرب الناس اكباد الا بل يطلبون العلم فلا يجدون احدا اعلم من عالم المدينة و بشر بالامام الشافعی فی حديث لا تسبوا قريشا فان عالمها يملا الارض علما۔ اقول قد بشر صلى الله عليه وسلم بالامام ابی حنيفة فی الحديث الذی اخرجه ابو نعيم فی الحلية عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من ابناء فارس۔ و اخرج الشيرازی فی الالقاب عن قيس بن سعد بن عبادة قال قال رسول الله ﷺ لو كان العلم معلقا بالثريا لتناوله قوم من ابناء فارس و حديث ابی هريرة اصله فی صحيحی البخاری و مسلم بلفظ لو كان الايمان عند الثريا لناوله رجال من فارس و فی لفظ لمسلم لو كان الايمان عند الثريا لذهب به رجل من ابناء فارس حتى يتناوله و حديث قيس بن سعد فی معجم الطبرانی الكبير بلفظ لو كان الايمان معلقا بالثريا لا تناله العرب لناله رجال فارس۔ و فی معجم الطبرانی ايضا عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لو كان الدين معلقا بالثريا لتناوله ناس من ابناء فارس فهذا اصل صحيح

یعتمد علیه فی البشارۃ و الفضیلۃ نظیر الحدیثین الذین فی الامامین و یستغنی به عن الخبر الموضوع ۔انتھی۔

ائمہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے امام مالک کی بشارت اس حدیث میں دی ہے کہ قریب ہے کہ لوگ علم کی تلاش میں اونٹوں پر سفر کریں گے پس کسی کو مدینہ کے عالم سے بڑھ کر عالم نہ پائیں گے اور امام شافعی کی بشارت اس حدیث میں دی ہے کہ قریش کو برا نہ کہو کیونکہ اس قبیلہ کا عالم دنیا کو علم سے بھر دے گا۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے امام ابو حنیفہ کی بشارت اس حدیث میں دی ہے جس کو ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے یوں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر علم ثریا پر ہوتا تو فارس کے لوگ اس کو لے لیتے۔ اور شیرازی نے القاب میں قیس بن سعد بن عبادہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر علم ثریا پر معلق ہوتا تو ابنائے فارس میں سے ایک قوم اس کو لے لیتی۔ اور حدیث ابو ہریرہ کی اصل صحیح بخاری و مسلم میں بدیں الفاظ ہے لو کان الایمان عند الثریا لناوله رجال من فارس اور مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں لو کان الایمان عند الثریا لذھب به رجل من ابناء فارس حتی یتناوله اور قیس بن سعد کی حدیث معجم طبرانی میں بدیں الفاظ ہے لو کان الایمان معلقا بالثریا لا تناله العرب لناله رجال فارس۔ اور معجم طبرانی ہی میں ابن مسعود کی روایت میں یوں ہے قال رسول الله ﷺ لو کان الدین معلقا بالثریا لتناوله ناس من ابناء فارس۔ پس یہ اصل صحیح ہے جس پر بشارت و فضیلت میں مثل پہلی دو حدیثوں کے جو دونوں اماموں کے

حق میں وارد ہیں، اعتماد کیا جارہا ہے اور اس کی موجودگی میں حدیث موضوع کی کوئی حاجت نہیں۔

شیخ ابن حجر مکی علامہ جلال الدین سیوطی کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال بعض تلامذة الجلال و ما جزم به شیخنا من ان الامام ابا حنیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لا شك فیه لانه لم یبلغ احد فی زمنه من ابناء فارس فی العلم مبلغه و لا مبلغ اصحابه و فیه معجزة ظاهرة للنبی ﷺ حیث اخبر بما سیقع۔

(خیرات الحسان، ص ۱۵)

جلال الدین سیوطی کے ایک شاگرد نے کہا کہ وہ جو ہمارے استاد نے یقین کیا کہ اس حدیث سے امام ابو حنیفہ ہی مراد ہیں ظاہر ہے اس میں کچھ شک نہیں کیونکہ امام صاحب کے زمانے میں اہل فارس میں سے کوئی شخص آپ کے مبلغ علم کو نہیں پہنچا اور نہ آپ کے اصحاب کے مبلغ علم کو پہنچا اور اس میں نبی ﷺ کے لیے معجزہ ظاہر ہے کیونکہ حضور نے اس امر کی خبر دی ہے جو آئندہ واقع ہوگا۔

عبارت بالا میں علامہ سیوطی کے جس شاگرد کا ذکر ہے، ان کا نام حافظ محمد بن یوسف شامی ہے جو سیرت شامی کے مصنف ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین تحریر فرماتے ہیں:

و فی حاشیة الشبرا ملسی علی المواهب عن العلامة الشامی تلمیذ الحافظ السیوطی قال ما جزم به شیخنا من ان ابا حنیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لا شك فیه لانه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغه احد۔

(رد المحتار، مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۴۰)

مواہب پر شبراملسی کے حاشیہ میں ہے کہ حافظ سیوطی کے شاگرد علامہ شامی نے فرمایا کہ وہ جو ہمارے استاد نے یقین کیا کہ اس حدیث سے ابو حنیفہؒ ہی مراد ہیں ظاہر ہے اس میں کچھ شک نہیں کیونکہ اہل فارس میں سے کوئی شخص علم میں امام صاحب کے پایہ کو نہیں پہنچا۔

لہٰذا اگر ہم حدیث ابو حنیفہ سراج امتی کو موضوع بھی تسلیم کر لیں تو ہمیں مضر نہیں کیونکہ ہمارا مقصود دوسری حدیث سے ثابت ہے جس کی صحت پر سب محدثین کا اتفاق ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام امام صاحب کی پیروی کریں گے وہ بطور تسامح ایسا کہتے ہیں۔ ان کی مراد صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا اجتہاد امام صاحب کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں ومذھبہ اول المذاھب تدوینا اخرھا انقراضا کما قالہ بعض اھل الکشف (میزان، جز اول، ص۵۵) یعنی امام صاحب کا مذہب سب مذہبوں سے پہلے جمع کیا گیا اور سب سے آخر میں ختم ہوگا جیسا کہ بعض اہل کشف نے فرمایا ہے۔ انتہی۔

حضرت غوث ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷ صفر ۱۰۳۴ھ) مکتوبات شریف، جلد ثانی، مکتوب ۵۵ میں یوں تحریر فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول کہ متابعت ایں شریعت خواہد نمود اتباع سنت آں سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام خواہد کرد۔ نسخ ایں شریعت مجوز نیست۔ نزدیک است کہ علمائے ظواہر مجتہدات اور اعلیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت و غموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند۔ مثل روح اللہ بمثل امام اعظم کوفی است کہ ببرکت ورع و تقویٰ و بدولت متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگراں در فہم آں عاجز اند و مجتہدات اورا بواسطہ دقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند و اورا و اصحاب او را اصحاب رائے پندارند۔ کل ذلک لعدم الوصول الی حقیقۃ علمہ و درایتہ و عدم الاطلاع علی فہمہ و فراستہ

امام شافعی شمہ از وقت فقاہت او علیہ الرضوان دریافت کہ گفت الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ وائے جراتہائے قاصر نظراں کہ قصود خود رابدیگرے نسبت نمایند۔

قاصرے گر کند ایں قافلہ را طعن قصور
حاشا للہ کہ بر آرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
رُو بہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

وبواسطہ ہمیں مناسبت کہ بہ حضرت روح اللہ دارد تواند بود آنچہ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ نوشتہ است کہ حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہ عمل خواہد کرد۔ یعنی اجتہاد روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلید مذہب خواہد کرد۔ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کہ شان او علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ازاں بلند تر است کہ تقلید علماء امت فرماید۔ انتہی۔

قال البنارسی

سنو اور غور سے سنو۔ رسول اللہ ﷺ نے خود امام ابو حنیفہ کی فقہ سیکھنے سے منع کیا ہے۔ تاریخ ابن خلکان جلد اول، ص ۵۷ میں ابو جعفر محمد بن احمد کے ترجمہ میں لکھا ہے و کان یقول تفقھت علی مذھب ابی حنیفہ فرایت النبی ﷺ فی مسجد المدینہ عام حججت فقلت یا رسول اللہ قد تفقھت بقول ابی حنیفۃ افاخذ بہ قال لا۔ انتھی

یعنی محمد بن احمد کہتے تھے کہ میں نے ابو حنیفہ کی فقہ سیکھی تھی۔ جس سال میں حج کو گیا، مدینہ کی مسجد میں آنحضرت ﷺ کو خواب میں میں نے دیکھا اور کہا اے رسول خدا! میں نے ابو حنیفہ کی فقہ سیکھی ہے۔ کیا میں اس کو لوں (اور اس کے مطابق عمل کروں) آپ نے فرمایا نہیں۔ (مت لے۔ چھوڑ دے) اسی طرح بہت سے لوگوں نے اس

مختصر اذیل میں بیان کر کے ان لوگوں کے نام بالتصریح بتلا دیں گے، جنہوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ دیا۔ (ص ۱۷-۱۸)

اقول

علامہ عبدالوہاب شعرانی الکبریت الاحمر فی بیان علوم الشیخ الاکبر (بہامش الیواقیت و الجواہر، مطبوعہ مصر، جز ثانی، ص ۸۹-۹۰) میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

و قال الشیخ فی الفتوحات فی الباب التاسع عشرو اربعمائة فی قوله ﷺ من رانی فی المنام فقد رانی حقا فان الشیطان لا یتمثل بی۔ اعلم ان من التوفیقات الالهیة المبشرات و هی الرؤیا الصالحة یراها المسلم او تری له قال و له العمل بما من الحکم فیها فی حق نفسه فقط بشرط ان یری رسول الله ﷺ علی الصورة المجسدة التی کان علیها فی دار الدنیا کما نقل الیه من الوجه الذی صح عنده حتی انه یری رسول الله ﷺ مکسور الثنیة العلیا فان لم یره بهذه العلامة فما هو ذاک۔ وان تحقق انه رای رسول الله ﷺ فی رویاه و لکن راه شیخا او شابا مغایرا للصورة التی کان علیها فی الدنیا و مات علیها او راه فی حسن ازید مما وصف له او فی اقبح صورة او وقع منه سوء ادب مع رسول الله ﷺ فذلک راجع الی الرای لا الیه ﷺ فلا یجوز له الحکم بصحة ماراه و لا یجوز له العمل بما اخبره به لا سیما ان خالف نصا صریحا فی الشریعة او اقتضی نسخ حکم ثابت و

نحو ذلک قال و قد رایناه علی الصورة التی کان علیها و سالناه عن عدة احادیث قیل بضعفها فاخبرنا ﷺ فی المنام بصحتها فعملنا بها۔ و قد ذکر الامام مسلم فی صدر کتابه عن شخص انه رای رسول الله ﷺ فعرض علیه الف حدیث کان فی ذهنه انها صحیحة فاثبت له ﷺ من الالف ستة احادیث و انکر ﷺ مابقی۔ فعلم ان من راہ ﷺ فی المنام فقد راہ فی الیقظة مالم تتغیر علیه الصورة فان الشیطان لا یتمثل علی صورته اصلا فهو معصوم الصوره حیا و میتا فمن راہ فقد راہ فی ای صوره لکن منها ماهو اوضح۔ انتهی۔

شیخ اکبر (ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ) نے فتوحات مکیہ کے باب ۴۱۹ میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد "من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بی" کے بارے میں فرمایا ہے جان لے کہ توفیقات الٰہیہ میں سے مبشرات ہیں اور وہ رویائے صالحہ ہے جو مسلمان دیکھتا ہے یا اس کو دکھایا جاتا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ رویا میں جو حکم ہو اس پر عمل کرنا فقط دیکھنے والے کے لیے ہی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اس جسمانی صورت میں دیکھے جس میں آپ اس دنیا میں تھے جیسا کہ صحیح طریق سے اسے معلوم ہوا ہو۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا اوپر کا سامنے کا دانت مبارک شہید ہوا دیکھے پس اگر وہ حضور کو اس علامت کے ساتھ نہ دیکھے تو وہ شکل صحیح نہیں۔ اور اگر ثابت ہو کہ اس نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا مگر آپ کو اس صورت کے مغائر جس میں آپ اس دنیا میں تھے اور انتقال فرمایا بوڑھے یا جوان دیکھا یا آپ کو آپ

کے حسن موصوف سے زاید خوبصورت یا نہایت بد صورت دیکھا یا اس کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی بے ادبی سرزد ہوئی تو یہ دیکھنے والے کی طرف راجع ہے نہ کہ آنحضرت ﷺ کی طرف۔ پس اس کے لیے جائز نہیں کہ جو کچھ اس نے دیکھا اس کی صحت کا حکم لگائے اور نہ اس کے لیے جائز ہے عمل کرنا اس پر جس کی اس نے خبر دی خصوصاً جبکہ اس کی خبر شریعت کی کسی نص صریح کے مخالف ہو یا کسی حکم ثابت کے نسخ یا ایسے ہی کسی اور امر کی مقتضی ہو۔ ہم نے حضور کو اس صورت میں دیکھا ہے جس میں آپ تھے اور آپ سے چند احادیث کی نسبت دریافت کیا جنہیں ضعیف کہا گیا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے ہم کو ان احادیث کے صحیح ہونے کی خبر دی۔ اس لیے ہم نے ان پر عمل کیا۔ امام مسلم نے اپنی کتاب کے آغاز میں ایک شخص کی نسبت ذکر کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ پس ایک ہزار حدیثیں حضور پر پیش کیں جن کی نسبت اس کا خیال تھا کہ وہ صحیح ہیں پس آنحضرت ﷺ نے ہزار میں سے چھ حدیثوں کو صحیح فرمایا اور باقی سے انکار کر دیا۔ پس معلوم ہوا کہ جس شخص نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے بے شک آپ کو بیداری میں دیکھا جب تک کہ اس پر آپ کی صورت متغیر نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ شیطان کبھی آپ کی صورت نہیں بن سکتا۔ پس حضور حیات و ممات ہر دو حالت میں معصوم الصورۃ ہیں۔ پس جس نے آپ کو دیکھا اس نے بے شک آپ کو دیکھا خواہ کسی صورت میں۔ مگر بعض صورت دوسری سے زیادہ واضح ہے۔

امام نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) تہذیب الاسماء والصفات میں جناب رسالت مآب ﷺ کے خاص فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و منه ان من راه فی المنام فقد راه حقا فان الشیطان لا یتمثل بصورته و لکن لا یعمل بما

یسمع الرای منه فی المنام فیما یتعلق بالاحکام ان خالف ما استقر فی الشرع لعدم ضبط الرای لا للشک فی الرویة لان الخبر لا یقبل الا من ضابط مکلف والنائم بخلافه۔

(جواہر البحار فی فضائل النبی المختار للنبہانی، مطبوعہ مصر، ص ۲۰۴)

اور منجملہ فضائل یہ ہے کہ جس شخص نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے بے شک آپ کو دیکھا کیونکہ شیطان آپ کی صورت نہیں بن سکتا۔ مگر دیکھنے والا اس حکم پر عمل نہ کرے جو وہ خواب میں حضور سے سنے اگر وہ حکم شریعت کے کسی حکم ثابت کے مخالف ہو۔ یہ عمل نہ کرنے کا حکم اس لیے ہے کہ دیکھنے والے کو ضبط نہیں ہوتا نہ اس لیے کہ رویت میں شک ہے۔ کیونکہ خبر اس شخص کی مقبول ہوتی ہے جو ضابط و مکلف ہو اور سونے والا اس کے برعکس ہوتا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (مطبوعہ استنبول، جزء اول، ص ۵۵۹) میں من رانی فی المنام الحدیث کے تحت میں اسئلہ واجوبہ کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

و منها ماقیل الحدیث المسموع عنه فی المنام هل هو حجة یستدل بها ام لا اجیب بلا اذ یشترط فی الاستدلال به ان یکون الراوی ضابطا عند السماع والنوم لیس حال الضبط۔

اور منجملہ سوالات و جوابات ایک یہ ہے کہ وہ حدیث جو جناب رسالت مآب ﷺ سے خواب میں سنی جائے آیا وہ حجت ہے جس سے استدلال کیا جائے یا نہیں۔ اس کا جواب نفی میں دیا گیا ہے۔ کیونکہ حدیث مسموع سے استدلال میں یہ شرط ہے کہ راوی سننے کے وقت ضابط ہو اور نیند ضبط کی

حالت نہیں۔

عبارت مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ خواب میں کسی شخص سے کچھ فرمادیں تو اس شخص کی خبر کسی حالت میں دوسروں کے لیے حجت نہیں ہو سکتی۔ ناظرین کے مطالعہ کے لیے چند رویائے صادقہ بھی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام تاج سبکی نے طبقات الشافعیہ الکبریٰ (جزء رابع، ص۱۱۶-۱۱۸) میں امام ابوالفتح عامر بن عامر الساوی کا ایک طویل خواب بالاسناد ذکر کیا ہے جو امام موصوف نے حرم شریف میں کعبہ مشرف کے مقابل لیٹے ہوئے بتاریخ ۱۴ ماہ شوال ۵۴۵ھ ظہر و عصر کے درمیان دیکھا۔ ہم اس میں سے بقدر ضرورت یہاں اقتباس کرتے ہیں۔ امام ممدوح فرماتے ہیں:

فبينا انا كذلك اذ طرء على النعاس و غلبني و كاني بين اليقظة و المنام فرايت عرصة و اسعة فيها ناس كثيرون واقفون و في يد كل واحد منهم كتاب مجلد قد تحلقوا كلهم على شخص فسالت الناس عن حالهم و عمن في الحلقة فقالوا هو رسول الله ﷺ وهو لاء اصحاب المذاهب يريدون ان يقرء وا مذاهبهم و اعتقادهم من كتبهم على رسول الله ﷺ و يصححونها عليه قال فبينا انا كذلك انظر الى القوم اذ جاء واحد من الحلقة و بيده كتاب قيل ان هذا هو الشافعي رضی اللہ عنہ فدخل في وسط الحلقة و سلم على رسول الله ﷺ قال فرايت رسول الله ﷺ في جماله و كماله متلبسا بالثياب البيض المغسولة النظيفة من العمامة و القميص و سائر الثياب على زى اهل التصوف فرد عليه

الجواب و رحب به و قرء الشافعی بین یدیه و قرء من الکتاب مذهبه و اعتقاده علیه و بعد ذلک جاء شخص اٰخر قیل هو ابو حنیفة رضی اللہ عنہ و بیده کتاب فسلم و قعد بجنب الشافعی و قرء من الکتاب مذهبه و اعتقاده علیه ثم اتی بعده کل صاحب مذهب الی ان لم یبق اِلا القلیل و کل من یقرء یقعد بجنب الاٰخر فلما فرغوا اذا واحد من المبتدعة الملقبة بالرافضة قد جاء و فی یده کراریس غیر مجلدة فیها ذکر عقائده الباطلة و هم ان یدخل الحلقة و یقرءها علی رسول الله ﷺ فخرج واحد ممن کان مع رسول الله ﷺ الیه و زجره و اخذ الکراریس من یده و رمی بها الی خارج الحلقة و طرده و اهانه۔

جب میں اس حالت میں تھا ناگاہ نیند نے طاری ہو کر مجھ پر غلبہ پالیا گویا کہ میں بیداری و خواب کے درمیان تھا۔ پس میں نے ایک کشادہ میدان دیکھا جس میں بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب تھی۔ ان سب نے ایک شخص کے گرد حلقہ بنایا ہوا تھا۔ میں نے لوگوں سے ان کا اور صاحب حلقہ کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور وہ لوگ اصحاب مذاہب ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنے مذاہب و اعتقاد کو اپنی کتابوں سے رسول اللہ ﷺ کے آگے پڑھیں اور درست کرلیں۔ امام موصوف نے کہا کہ جب میں اس طرح لوگوں کی طرف دیکھ رہا تھا ناگاہ اس حلقہ میں سے ایک شخص آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ کہا گیا کہ یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں لیں وہ حلقہ کے

درمیان داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کیا۔ امام موصوف نے کہا پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو اہل تصوف کے لباس و ہیئت میں سفید دھوئے ہوئے پاکیزہ کپڑے یعنی عمامہ و قمیص اور باقی کپڑے پہنے ہوئے اپنے جمال و کمال میں دیکھا۔ پس حضور نے امام شافعی کے سلام کا جواب دیا اور ان کو مرحبا کہا۔ امام شافعی نے آپ کے سامنے پڑھنا شروع کیا۔ اور کتاب میں سے اپنا مذہب و اعتقاد آپ کے سامنے پڑھا۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا۔ کہا گیا کہ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ امام صاحب نے سلام عرض کیا اور امام شافعی کے پہلو میں بیٹھ گئے اور کتاب سے اپنا مذہب و اعتقاد حضور کے آگے پڑھا۔ پھر امام صاحب کے بعد ہر ایک صاحب مذہب آیا یہاں تک کہ صرف تھوڑے باقی رہ گئے اور جو شخص پڑھتا تھا وہ دوسرے کے پہلو میں بیٹھ جاتا تھا۔ جب فارغ ہو چکے تو اہل بدعت جنہیں رافضی کہتے ہیں ان میں سے ایک شخص آیا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ اجزاء بے جلد تھے جن میں اس کے عقائد باطلہ کا ذکر تھا۔ اس نے قصد کیا کہ حلقہ میں داخل ہو کر اپنے عقائد کو رسول اللہ ﷺ کے آگے پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہیوں میں سے ایک اس کی طرف نکلا اور اس کو جھڑکا۔ وہ اجزاء اس کے ہاتھ سے لے لیے اور حلقہ کے باہر پھینک دیے۔ اور اس شخص کو نکال دیا اور ذلیل کیا۔

شیخ ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان ص ۷۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

عن ابی معافی الفضل بن خالد قال رایت النبی ﷺ فقلت یا رسول اللہ ما تقول فی علم ابی حنیفة فقال ذلک علم یحتاج الناس الیہ و عن مسدد بن عبدالرحمن البصری انہ نام بمکة بین الرکن و المقام قبیل الفجر فرای رسول اللہ ﷺ

فقال یا رسول اللہ ما تقول فی ھذا الرجل الذی بالکوفۃ النعمان بن ثابت اخذ من علمہ فقال ﷺ خذ من علمہ و اعمل بعملہ فنعم الرجل ھو قال فقمت و کنت اکرہ الناس للنعمان و انا استغفراللہ مما کان منی و رای بعض ائمۃ الحنابلۃ النبی ﷺ قال فقلت لہ یارسول اللہ حدثنی عن المذاھب فقال المذاھب ثلاثۃ فوقع فی نفسی انہ یخرج مذھب ابی حنیفۃ لتمسکہ بالرای فابتداو قال ابو حنیفۃ والشافعی و احمد ثم قال و مالک اربعۃ اربعۃ فقلت ایھا خیر فغالب ظنی انہ قال مذھب احمد۔

ابو معانی فضل بن خالد نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ آپ امام ابو حنیفہ کے علم کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا وہ ایسا علم ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہے۔ مسدد بن عبدالرحمٰن بصری سے روایت ہے کہ میں مکہ میں فجر سے کچھ پہلے رکن و مقام کے درمیان سو گیا۔ پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ نعمان بن ثابت کی نسبت جو کوفہ میں ہیں کیا فرماتے ہیں۔ کیا میں ان کے علم سے لے لوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تو ان کے علم سے لے لے اور ان کی مانند عمل کر وہ اچھے شخص ہیں۔ مسدد نے کہا پس میں اٹھا اور میں سب لوگوں سے بڑھ کر نعمان (ابو حنیفہؒ) کو ناپسند کرنے والا تھا۔ اس لیے میں اللہ سے اپنی اس خطا کی معافی مانگتا تھا۔ ائمہ حنابلہ میں سے ایک نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ اس نے کہا میں نے عرض کی یارسول اللہ مجھے آپ مذاہب کی نسبت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا

مذہب تین ہیں۔ اس پر میرے دل میں آیا کہ ابو حنیفہؒ ان تین میں نہ آئے گا کیونکہ انہوں نے رائے سے استدلال کیا ہے۔ پس حضور نے شروع کیا اور فرمایا ابو حنیفہؒ و شافعی و احمد۔ پھر فرمایا اور مالک۔ چار چار۔ میں نے عرض کی۔ ان چار میں سے بہتر کون سا ہے۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے فرمایا امام احمد کا مذہب۔

حضرت قطب العارفین علی بن عثمان الجلابی المعروف بہ ہجویری رحمہ اللہ کشف المحجوب (مطبوعہ مطبع پنجابی لاہور، ص ۵۳) میں فرماتے ہیں و یحییٰ بن معاذ الرازی گوید۔ پیغامبر را ﷺ بخواب دیدم۔ گفتمش یارسول اللہ این اطلبک قال عند علم ابی حنیفہ۔ انتہی۔ یعنی یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں کہ میں نے پیغمبر ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے آپ سے عرض کی یارسول اللہ میں آپ کو کہاں ڈھونڈوں۔ آپ نے فرمایا ابو حنیفہ کے علم کے پاس۔ انتہی

مولانا مولوی عبدالجلیل صاحب سیف المقلدین علی اعناق المنکرین (مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ، ص ۸۴) میں لکھتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در رسالہ فیوض حرمین نوشتہ کہ آنحضرت ﷺ مرا معلوم کنانید کہ در مذہب حنفی چنیں طریقہ پسندیدہ است کہ از مذاہب دیگر باں سنت معروفہ کہ در زمانہ بخاری و اصحاب دے جمع و پختہ شدہ موافق تر است۔ انتہی۔ تبدیل مذہب کی نسبت انشاء اللہ مناسب موقع پر لکھا جائے گا۔

قال البنارسی

ہم کو ایک بہت بڑا تعجب تو یہ ہے کہ امام صاحب کا حافظہ جیسا کچھ تھا ہم نے اوپر بیان کیا۔ لیکن پھر بھی امام صاحب کی نسبت کس خوش اعتقادی سے کہا جاتا ہے کہ صلی ابو حنیفۃ صلاۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ (وفیات الاعیان وغیرہ) یعنی ابو حنیفہ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے برابر فجر کی نماز پڑھی۔ یہ گپ علی الگپ نہیں تو کیا ہے ان کو بھلا اپنا وضو کیونکر یاد رہتا تھا۔ کیونکہ امام صاحب اگر عشاء پڑھ کر سو رہتے تھے تو وضو ندارد۔ اور اگر جاگتے رہتے برابر فجر تک

تو دن کو سوتے یا نہیں۔ اگر دن کو سوتے تو یہ غفلت عبادت شب کے مناقض اور عبادت شب بے سود ہے۔ اور اگر دن رات برابر جاگتے اور عبادت کرتے تو چالیس برس تک جاگنا محال ہے کیونکہ بوجہ ضائع کرنے نوم طبعی کے امید حیات نہیں۔ لہٰذا یہ لڑکوں کی بات ہے جو صاحب عقل سلیم کے نزدیک ہرگز حیز قبول میں نہیں آسکتی۔ اب میں اس بحث کے متعلق اپنی مختصر تقریر ختم کرتا ہوں۔

نہیں معلوم تم کو ماجرائے دل کی کیفیت
سنائیں گے تمہیں ہم ایک دن یہ داستاں پھر بھی

(ص ۱۸)

اقول

۱۔ بنارسی نے ابن خلکان کا حوالہ تو نقل کر ہی دیا ہے۔ اسے نمبر(۱) سمجھئے اور باقی حوالہ جات سن لیجئے۔

۲۔ امام نووی تہذیب الاسماء، ص ۷۰۴ میں لکھتے ہیں:

عن اسد بن عمرو قال صلی ابو حنیفة صلوٰة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة و کان عامة اللیل یقرء القران فی رکعة و کان یسمع بکاء ہ حتی ترحمہ جیرانہ و حفظ علیہ انہ ختم القران فی الموضع الذی توفی فیہ سبعة الاف مرة و عن الحسن بن عمارة انہ غسل ابا حنیفة حین توفی و قال غفرالله لک لم تفطر منذ ثلاثین سنة و لم تتوسد یمینک فی اللیل منذ اربعین سنة و لقد اتعبت من بعدک۔

اسد بن عمرو سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ نے چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی اور عموماً رات کو سارا قرآن ایک رکعت میں ختم

کرتے تھے۔ آپ کا رونا سنائی دیتا تھا یہاں تک کہ ہمسائے آپ پر رحم کھاتے۔ اور ثابت ہے کہ آپ نے اس جگہ میں جہاں وفات پائی سات ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا۔ حسن بن عمارہ سے روایت ہے کہ جب امام ابو حنیفہ نے وفات پائی تو اس نے آپ کو غسل دیا اور کہا اللہ تیرے گناہ معاف کرے تو نے تیس سال سے روزہ نہیں چھوڑا اور چالیس سال سے اپنے دائیں ہاتھ کو رات کے وقت تکیہ نہیں بنایا بے شک تو نے اپنے بعد کے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔

۳- علامہ دمیری حیٰوۃ الحیوان (مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۱۲۲) میں لکھتے ہیں:

و کان ابو حنیفۃ اماماً فی القیاس و داوم علی صلاۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ و کان عامۃ لیلہ یقرء القرآن فی رکعۃ واحدۃ و کان یبکی فی اللیل حتی یرحمہ جیرانہ و ختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ الاف مرۃ و لم یفطر منذ ثلاثین سنہ۔

امام ابو حنیفہ قیاس میں امام تھے۔ آپ نے برابر چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی اور عموماً رات کو سارا قرآن ایک رکعت میں ختم کرتے تھے۔ اور رات کو اتنا رویا کرتے تھے کہ ہمسائے آپ پر رحم کھاتے۔ آپ نے اس جگہ میں جہاں وفات پائی، سات ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا اور تیس سال تک برابر روزے رکھے۔

۴- حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب (جزء عاشر، ص ۴۵۰) میں لکھتے ہیں:

قال اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ عن ابیہ قال لما مات ابی سالنا الحسن بن عمارۃ ان یتولی غسلہ ففعل فلما غسلہ قال رحمک اللہ

تعالی و غفرلك لم تفطر منذ ثلاثین سنة و لم تتوسد یمینك باللیل منذ اربعین سنة و قد اتعبت من بعدك و فضحت القراء۔

اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے کہا کہ میرے والد حماد نے بیان کیا کہ جب میرے والد (امام ابو حنیفہؒ) نے وفات پائی تو ہم نے حسن بن عمارہ سے درخواست کی کہ آپ انہیں غسل دیں۔ حسن بن عمارہ نے منظور کیا۔ جب غسل دیا تو کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے اور تیرے گناہ معاف کرے۔ تو نے تیس سال سے روزہ نہیں چھوڑا اور چالیس سال سے رات کے وقت اپنے دائیں ہاتھ کو تکیہ نہیں بنایا بے شک تو نے اپنے بعد کے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا اور قاریوں کو رسوا کر دیا۔

۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی تبییض الصحیفہ ص ۱۵ میں لکھتے ہیں:

روی الخطیب عن حماد بن یونس قال سمعت اسد بن عمرو یقول صلی ابو حنیفة فیما حفظ علیه صلوة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة۔

خطیب نے حماد بن یونس سے روایت کی۔ کہا سنا میں نے اسد بن عمرو کو کہ کہتے تھے امام ابو حنیفہ نے جیسا کہ ان کی نسبت ثابت ہے' چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی۔

علامہ موصوف دوسری جگہ (تبییض الصحیفہ' ص ۲۳ میں) لکھتے ہیں:

و روی ایضا عن ابی یحیی الحمانی عن بعض اصحاب ابی حنیفة انه کان یصلی الفجر بوضوء العشاء و کان اذا اراد ان یصلی من اللیل تزین و سرح لحیته۔

ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن خسرو بلخی نے بروایت ابو یحییٰ الحمانی نقل کیا

ہے کہ ابو حنیفہؒ کے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ امام صاحب فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھا کرتے تھے۔ اور جب آپ رات کو نماز پڑھنے کا قصد کرتے تو آرائش کرتے اور داڑھی کو کنگھی کرتے۔

۶۔ قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی تاریخ الخمیس (جزء ثانی، ص۳۶۶) میں لکھتے ہیں:

روی عن اسد بن عمرو انہ قال صلی ابو حنیفة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة و کان یسمع بکاءہ فی اللیل حتی ترحمہ جیرانہ۔

اسد بن عمرو سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی اور رات کو ان کا رونا سنائی دیتا یہاں تک کہ ان کے ہمسائے ان پر رحم کرتے۔

۷۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی کتاب المیزان (جز اول، ص۶۱) میں لکھتے ہیں:

و روی ابو نعیم و غیرہ عن الامام ابی حنیفة رضی اللہ عنہ انہ صلی الصبح بوضوء العشاء اکثر من خمسین سنة و لم یکن یضع جنبہ علی الارض فی اللیل ابدا و انما کان ینام لحظة بعد صلوٰة الظھر و ھو جالس و یقول قال رسول اللہ ﷺ استعینوا علی قیام اللیل بالقیلولة یعنی النوم بعد الظھر۔

ابو نعیم وغیرہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے پچاس سال سے زیادہ صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی اور کبھی رات کے وقت اپنا پہلو زمین پر نہ رکھا۔ آپ نماز ظہر کے بعد بیٹھے ہوئے ایک لحظہ سویا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیلولہ یعنی ظہر کے بعد سونے کے ساتھ قیام شب پر مدد چاہو۔

۸- شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان ص ۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

قال الذھبی قد تواتر قیامہ اللیل و تھجدہ و تعبدہ و من ثمہ کان یسمی الوتد من کثرۃ قیامہ اللیل بل احیاہ بقراۃ القران فی رکعۃ ثلاثین سنۃ و حفظ عنہ انہ صلی صلوۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ فکان عامۃ اللیل یقرء جمیع القران فی رکعۃ واحدۃ یسمع بکاءہ فی اللیل حتی یرحمہ جیرانہ۔

ذہبی نے کہا کہ امام صاحبؒ کا قیام شب اور آپ کی تہجد و عبادت بر سبیل تواتر ثابت ہے اور قیام شب کی کثرت کے سبب آپ کو وتد کہا کرتے تھے بلکہ آپ نے تیس سال ایک رکعت میں قرآن شریف ختم کرنے سے شب بیداری کی۔ اور ثابت ہے کہ آپ نے چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی اور اکثر رات کو سارا قرآن ایک ہی رکعت میں ختم کر دیتے۔ رات کو آپ کا رونا سنائی دیتا یہاں تک کہ ہمسائے آپ پر رحم کرتے۔

اقتباسات بالا سے ظاہر ہے کہ امام صاحب کا چالیس سال عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھنا ایک ایسا واقعہ ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا۔ امام صاحب کی طرح اور بہت سے تابعین و حافظ حدیث و اولیائے کرام فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ وہب بن منبہ کے ترجمہ میں لکھا ہے قال مثنی ابن الصباح لبث وھب عشرین سنۃ لم یجعل بین العشاء والصبح وضوء۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ جرمنی، جزء خامس، ص ۳۹۶، تذکرۃ الحفاظ، مجلد اول، ص ۸۹)

یعنی مثنی بن الصباح نے کہا کہ وہب بیس سال اس حال میں رہے کہ عشاء و صبح

کے درمیان آپ نے وضو نہ کیا۔ انتہی۔

ابو المعتمر سلیمان التیمی کے ترجمہ میں مذکور ہے قال معتمر مکث ابی اربعین سنۃ یصوم یوما و یفطر یوما و یصلی صلوۃ الفجر بوضوء العشاء (تذکرہ الحفاظ، مجلد اول، ص۱۳۵) یعنی معتمر نے کہا کہ میرا باپ چالیس سال اس طرح رہا کہ ایک دن روزہ رکھتا اور ایک دن افطار کرتا۔ اور نماز فجر عشاء کے وضو سے پڑھتا۔ انتہی۔

یزید بن ہارون کے ترجمہ میں لکھا ہے عن عاصم بن علی قال کان یزید یقوم اللیل و صلی الصبح بوضوء العتمۃ نیفا و اربعین سنۃ (تذکرہ الحفاظ، مجلد اول، ص۲۹۱) یعنی عاصم بن علی کا بیان ہے کہ یزید تمام رات عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے چالیس سال سے کچھ اوپر عشاء کی نماز فجر کے وضو سے پڑھی۔ انتہی۔

ہشیم بن بشیر السلمی کے حال میں لکھا ہے قال ابن ابی الدنیا حدثنی من سمع عمرو بن عون یقول مکث ھشیم قبل موتہ عشر سنین یصلی الفجر بوضوء العشاء۔ (میزان الاعتدال، مجلد ثالث، ص۲۵۷) یعنی ابن ابی الدنیا نے کہا کہ حدیث کی مجھ سے اس شخص نے جس نے سنا عمرو بن عون کو کہ کہتے تھے ہشیم اپنے مرنے سے پہلے دس سال فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتا رہا۔ انتہی۔

سعید بن المسیب کے حال میں مذکور ہے و صلی رضی اللہ عنہ الصبح بوضوء العشاء خمسین سنۃ (طبقات کبریٰ للشعرانی، مطبوعہ مصر، جزء اول، ص۳۴) یعنی سعید بن مسیب نے پچاس سال صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ انتہی۔

امام طاؤس بن کیسان کی نسبت لکھا ہے و صلی الصبح بوضوء العتمۃ اربعین سنۃ (طبقات کبریٰ للشعرانی، جزء اول، ص۳۴) یعنی طاؤس بن کیسان نے چالیس سال صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ انتہی۔

علامہ ذہبی نے امام عبدالواحد بن زید کے ترجمہ میں لکھا ہے و حدث عنہ وکیع و مسلم و سلیمان الدارانی فقال انہ صلی الصبح بوضوء العتمۃ اربعین سنۃ (میزان الاعتدال، مجلد ثانی، ص۱۵۷) یعنی وکیع و مسلم و سلیمان دارانی کا بیان ہے کہ امام عبدالواحد نے چالیس سال صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ انتہی۔

شیخ الاسلام تاج سبکی امام ابوبکر نیشاپوری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

کان یقال ان ابابکر نیسابوری قام اربعین سنۃ لا ینام اللیل و یتقوت کل یوم بخمس حبات و یصلی صلوۃ الغداۃ علی طھارۃ العشاء الاخیرۃ توفی فی رابع ربیع الاخر سنۃ اربع و عشرین و ثلاث مائۃ۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثانی، ص۲۳۱)

کہا جاتا تھا کہ ابوبکر نیشاپوری چالیس سال اس حالت میں رہے کہ رات کو نہ سوتے اور ہر روز پانچ دانے کھاتے اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے۔ ۴ ربیع الاخر ۳۲۴ھ کو انہوں نے وفات پائی۔

شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن نصر مروزی (متوفی ۲۹۴ھ) اپنی کتاب قیام اللیل ص ۳۳-۳۵ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

و کان العباس جار عمرو کان یقول ما رایت مثل عمر قط نھارہ صائم و فی حاجات الناس و لیلہ قائم و قال عامر ما رایت مثل الجنۃ نام طالبھا و لا رایت مثل النار نام ھاربھا و کان اذا جاء اللیل قال اذھب حر النار النوم ما ینام حتی یصبح و اذا جاء النھار قال اذھب حر النار النوم فما ینام حتی یمسی فاذا جاء اللیل قال من خاف

اولج و یقول عند الصباح یحمد القوم السری و کانت معاذة العدویة اذا جاء اللیل تقول هذه لیلتی التی اموت فیها فما تنام حتی تصبح و اذا جاء النهار قالت هذا یومی الذی اموت فیه فما تنام حتی تمسی و اذا جاء الشتاء لبست الثیاب الرقاق حتی یمنعها البرد من النوم و کان همام لا ینام علی فراشه یصلی حتی ینعس فی مسجده ثم یقوم فیصلی لیله کله- قال سفیان الثوری بت عند الحجاج بن فرافصه احدی عشرة لیلة فلا اکل و شرب و لا نام- و کان سلیمان التیمی عامة دهره یصلی العشاء بوضوء واحد و لیس وقت صلوة الا و هو یصلی و کان یسبح بعد العصر الی المغرب و یصوم الدهر و قال سلیمان التیمی ان العین اذا عودتها النوم اعتادت و اذا عودتها السهر اعتادت و کان منصور بن المعتمر یصلی العتمة ثم یحول نعلیه عن مقامه فیفتتح الصلوة فیجئ القوم غدوة فاذا هو مکانه و کان منصور بن زادان خفیف القراة یقرء القران کله فی صلوة الضحی و یختم القران بین الاولی و العصر فی یوم مرتین و کان یصلی اللیل کله و قال عبثر ابو زبید اختفی عندی محمد بن النضر الحارثی من یعقوب بن داود فی هذه العلیة اربعین لیلة فما رایته نائما لیلا و لا نهارا- و قیل لعفیرة

العابدۃ انک لا تنامین باللیل فبکت ثم قالت ربما اشتہیت ان انام فلا اقدر علیہ و کیف ینام او یقدر علیٰ النوم من لا ینام حافظاہ عنہ لیلا ونہارا۔

حضرت عباسؒ جو حضرت عمرؓ کے ہمسائے تھے' فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عمرؓ کا مثل نہیں دیکھا۔ وہ دن کو روزہ رکھتے اور لوگوں کی ضروریات مہیا کرتے اور رات کو عبادت کرتے۔ عامرؒ نے فرمایا کہ میں نے بہشت جیسی شے کا طالب سویا ہوا نہ دیکھا اور دوزخ جیسی شے سے بچنے والا سویا ہوا نہ دیکھا۔ جب رات آتی تو آپ فرماتے کہ دوزخ کی آگ کی حرارت نے میری نیند کو دور کر دیا۔ پس آپ نہ سوتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ اور جب دن آتا تو فرماتے کہ دوزخ کی آگ کی حرارت نے میری نیند کو دور کر دیا۔ پس آپ نہ سوتے یہاں تک کہ شام ہو جاتی۔ پس جب رات آتی تو فرماتے جس شخص کو خوف ہوتا ہے وہ رات کو چلتا ہے۔ اور فرماتے صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کی تعریف کرتے ہیں اور معاذہ عدویہ جب راتی آتی فرماتیں یہ میری رات ہے جس میں میں مروں گی۔ پس نہ سوتیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ اور جب دن آتا تو فرماتیں یہ میرا دن ہے جس میں میں مروں گی۔ پس نہ سوتیں یہاں تک کہ شام ہو جاتی' اور جب موسم سرما آتا تو باریک کپڑے پہنتیں تاکہ سردی ان کو نہ سونے دے۔ ہمامؒ اپنے بستر پر نہ سوتے تھے اور نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ اپنی مسجد میں سو جاتے پھر اٹھتے اور تمام رات نماز پڑھتے۔ سفیان ثوری نے فرمایا کہ میں گیارہ راتیں حجاج بن فرافصہ کے پاس رہا۔ پس آپ نے نہ کھایا پیا اور نہ سوئے۔ سلیمان تیمی اکثر وقت ایک ہی وضو سے عشاء کی نماز پڑھتے۔ اور کوئی نماز کا وقت ایسا نہ ہوتا جس میں آپ نماز نہ پڑھتے اور عصر کے بعد

مغرب تک آپ تسبیح میں مشغول ہوتے اور آپ صائم الدہر تھے۔ سلیمان تیمی نے فرمایا کہ آنکھ کو جب تو خواب کا عادی بنائے تو خواب کی عادی بن جاتی ہے اور جب تو اس کو بیداری کا عادی بنائے تو بیداری کی عادی بن جاتی ہے۔ منصور بن معتمر عشاء کی نماز پڑھا کرتے پھر اپنی نعلین کو اپنی جگہ سے اٹھا دیتے۔ اور نماز شروع کرتے۔ پس لوگ صبح کو آتے اور وہ اپنی ہی جگہ پر ہوا کرتے۔ منصور بن زادان قرأت جلد پڑھتے تھی۔ صلوۃ الضحیٰ میں سارا قرآن پڑھ جاتے اور ظہر و عصر کے درمیان قرآن ختم کر دیتے۔ یعنی ایک دن میں دو ختم کرتے اور تمام رات نماز پڑھتے۔ عبثر ابو زبید نے کہا کہ محمد بن نضر حارثی میرے پاس یعقوب بن داؤد سے چالیس راتیں اس بالاخانے میں چھپا رہا۔ پس میں نے ان کو نہ رات کو اور نہ دن کو سوئے ہوئے دیکھا۔ اور عفیرہ عابدہ سے پوچھا گیا کہ آپ رات کو نہیں سوتیں۔ پس روئیں۔ پھر فرمایا میں نے اکثر چاہا کہ سو جاؤں مگر نہ سو سکی۔ وہ کیسے سو جائے یا سو سکے جس کے دو محافظ فرشتے اس سے رات اور دن نہیں سوتے۔

حجتہ الاسلام امام غزالیؒ احیاء العلوم (مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۳۴۷) میں لکھتے ہیں:

اعلم ان احیاء اللیل من حیث المقدار له سبع مراتب (الاولی) احیاء کل اللیل و ھذا شان الاقویاء الذین تجردوا لعبادۃ اللہ تعالی و تلذذوا بمناجاته و صار ذلک غذاء لھم و حیاۃ لقلوبھم فلم یتعبوا بطول القیام و ردوا المنام الی النھار فی وقت اشتغال الناس و قد کان ذلک طریق جماعۃ من السلف کانوا یصلون الصبح بوضوء العشاء حکی ابو طالب المکی ان ذلک حکی علی سبیل التواتر و الاشتھار من اربعین

من التابعين و كان فيهم من واظب عليه اربعين سنة قال منهم سعيد بن المسيب و صفوان بن سليم المدنيان و فضيل بن عياض و وهيب بن الورد المكيان و طاوس و وهب بن منبه اليمانيان و الربيع بن خيثم و الحكم الكوفيان و ابو سليمان الداراني و علي بن بكار الشاميان و ابو عبدالله الخواص و ابو عاصم العباديان و حبيب ابو محمد و ابو جابر السلماني الفارسيان و مالك بن دينار و سليمان التيمي و يزيد الرقاشي و حبيب بن ابی ثابت و يحيی البكاء البصريون و كهمس بن المنهال و كان يختم في الشهر تسعين ختمة و مالم يفهمه رجع و قراه مرة اخرى و ايضا من اهل المدينة ابو حازم و محمد بن المنكدر في جماعة يكثر عددهم۔

جان لے کہ مقدار کے لحاظ سے شب بیداری کے سات مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ تمام رات کا زندہ رکھنا یعنی عبادت میں گزارنا ہے۔ اور یہ کام ہے ان قوی لوگوں کا جو سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں اور اس کی مناجات سے لطف اٹھاتے ہیں۔ یہ عمل ان کی غذا اور ان کی دلوں کی حیات بن گیا ہے۔ اس لیے وہ طویل قیام سے نہیں تھکتے اور بجائے رات کے دن کو لوگوں کے کاروبار کے وقت سوتے ہیں۔ سلف صالحین کی ایک جماعت کا یہی طریق تھا اور وہ صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھا کرتے تھے۔ ابو طالب مکی نے حکایت کی کہ یہ عمل چالیس تابعین سے بر سبیل تواتر و اشتہار منقول ہے۔ اور ان میں سے بعض نے برابر چالیس سال نماز فجر

عشاء کے وضو سے پڑھی فرمایا کہ ان میں سے ہیں بزرگان ذیل۔ اہل مدینہ میں سے سعید بن مسیب اور صفوان بن سلیم اور اہل مکہ میں سے فضیل بن عیاض اور وہیب بن ورد اور اہل یمن میں سے طاؤس اور وہب بن منبہ اور اہل کوفہ میں سے ربیع بن خیثم اور حکم اور اہل شام میں سے ابو سلیمان دارانی اور علی بن بکار اور اہل عبادان میں سے ابو عبداللہ خواص اور ابو عاصم اور اہل فارس میں سے حبیب ابو محمد اور ابو جابر سلمانی اور اہل بصرہ میں سے مالک بن دینار اور سلیمان تیمی اور یزید رقاشی اور حبیب بن ابی ثابت اور یحییٰ البکاء۔ کہمس بن منہال مہینے میں نوے ختم قران کیا کرتے اور جس آیت کو وہ نہ سمجھتے رجوع کرتے اور دوسری دفعہ پڑھتے۔ اور نیز اہل مدینہ میں سے ہیں ابو حازم اور محمد بن منکدر ایک جماعت میں جن کی تعداد کثیر ہے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

جناب حضرت غوث اعظم سیدنا و مولانا سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (غنیۃ الطالبین مطبوعہ مصر، جزء ثانی، ص ۷۷) یوں تحریر فرماتے ہیں:

و اما قیام جمیع اللیل ففعل الاقویاء الذین سبقت لهم منه العناية و اديمت لهم الرعاية و احيط على قلوبهم بالتوفيق و نور الجلال و الجمال فجعل القيام بالليل لهم موهبة و خلقة فلم يسلبه منهم مولاهم عزو جل حتى اللقاء و قد روى عن ابن عفان رضی اللہ عنہ انه كان يحيى الليل بركعة واحدة يختم فيها القران و قد منا ذكره و ذكر عن اربعين رجلا من التابعين انهم كانوا يحيون الليل كله و يصلون صلوة الغداء بوضوء العشاء الاخرة اربعين سنة صح النقل عنهم و

اشتھر منھم سعید بن جبیر و صفوان بن سلیم و ابو حازم و محمد بن المنکدر من اھل المدینۃ و فضیل بن عیاض و وھیب بن الورد من اھل مکۃ و طاوس و وھب بن منبہ من اھل الیمن و الربیع بن خیثم و الحکم من اھل الکوفۃ و ابو سلیمان الدارانی و علی بن بکار من اھل الشام و ابو عبداللہ الخواص و ابو عاصم من اھل عبادان و حبیب ابو محمد و ابو جابر السلمانی من اھل فارس و مالک بن دینار و سلیمان التیمی و یزید الرقاشی و حبیب بن ابی ثابت و یحیی البکاء من اھل البصرۃ و غیرھم مما یطول ذکرھم رحمۃ اللہ علیھم و رضوانہ۔

رہا تمام رات کا قیام۔ سو یہ کام ہے ان قوی لوگوں کا جن پر پہلے سے اللہ کی عنایت ہے اور جن کے لیے رعایت ہمیشہ رکھی گئی ہے اور جن کے دلوں کو توفیق اور نور جلال و جمال نے گھیرا ہوا ہے پس قیام شب ان کے لیے عطیہ و خلقت بنایا گیا اور وصال تک ان کے مولیٰ عزوجل نے ان سے یہ عمل سلب نہ کیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، کی نسبت مروی ہے کہ آپ ایک ہی رکعت میں تمام رات گزار دیتے اور اس میں سارا قرآن ختم کرتے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور تابعین میں سے چالیس بزرگوں کی نسبت منقول ہے کہ وہ تمام رات عبادت میں گزارتے اور چالیس سال صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے رہے۔ یہ روایت ان کی نسبت صحیح و مشہور ہے۔ ان میں سے ہیں بزرگان ذیل۔ اہل مدینہ میں سے سعید بن جبیر اور صفوان بن سلیم اور ابو حازم اور محمد بن منکدر اور اہل مکہ میں سے فضیل

بن عیاض اور وہیب بن ورد اور اہل یمن میں سے طاؤس اور وہب بن منبہ اور اہل کوفہ میں سے ربیع بن خیثم اور حکم اور اہل شام میں سے سلیمان دارانی اور علی بن بکار اور اہل عباذان میں ابو عبداللہ خواص اور ابو عاصم اور اہل فارس میں سے حبیب ابو محمد اور ابو جابر سلمانی اور اہل بصرہ میں سے مالک بن دینار اور سلیمان تیمی اور یزید رقاشی اور حبیب بن ابی ثابت اور یحیٰ البکاء اور ان کے سوا اور جن کا ذکر طویل ہے رحمتہ اللہ علیہم ورضوانہ۔

اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سب گپ علی الگپ ہے۔ حاشا وکلا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

غیر مقلدین تو تمام رات عبادت میں گزارنے کو بدعت کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ عمل صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔ تابعین کی تو کافی مثالیں گزر چکیں۔ مگر صحابہ میں سے صرف حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا ذکر آیا ہے۔ لہٰذا ہم دو ایک مثالیں اور زیادہ کر دیتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حال میں لکھا ہے و کان یصلی لیلہ و لا یھجع الا یسیرا (طبقات کبریٰ للشعرانی، ص ۱۸) یعنی حضرت علیؓ تمام رات نماز پڑھتے اور صرف تھوڑا سا سوتے۔ انتہی۔

حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں مذکور ہے قام لیلہ حتی اصبح بایۃ واحدۃ من القران (طبقات کبریٰ للشعرانی، ص ۲۱) یعنی تمام رات نماز پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کی ایک آیت میں صبح کر دیتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حال میں مذکور ہے و کان یحیی الدھر کلہ لیلۃ قائما حتی یصبح و لیلۃ یحییھا راکعا حتی یصبح و لیلۃ یحییھا ساجدا حتی یصبح (طبقات کبریٰ للشعرانی، ص ۲۲) یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہمیشہ تمام رات جاگتے۔ ایک رات حالت قیام میں صبح کر دیتے اور ایک رات حالت رکوع میں صبح کر دیتے اور ایک رات حالت سجود میں

صبح کر دیتے۔ اسی طرح کئی اور صحابہ مثل حضرت عبداللہ بن عمر اور شداد بن اوس وغیرہ رضی اللہ عنہم کے تمام رات نمازیں گزار دیتے۔ غیر مقلدین شاید اب بھی کہہ دیں کہ یہ فعل قرآن و حدیث سے ثابت نہیں لہذا قرآن و حدیث پیش کرتا ہوں۔

۱- و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما○ والذین یبیتون لربھم سجدا و قیاما○ (پ۱۹' فرقان' ع۶)	اور بندے رحمٰن کے وہ لوگ ہیں کہ چلتے ہیں اوپر زمین کے آہستہ اور جس وقت کہ بات کرتے ہیں ان سے جاہل۔ کہتے ہیں کہ سلام ہے اور وہ لوگ کہ رات کاٹتے ہیں واسطے پروردگار اپنے کے سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوتے ہوئے۔ انتہی۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام رات نماز پڑھنا اللہ کے خاص بندوں کا وصف ہے۔

۲- ان المتقین فی جنت و عیون○ اخذین ما اتھم ربھم انھم کانوا قبل ذلک محسنین○ کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون○ (پ ۲۶' ذاریات' ع۱)	تحقیق پرہیز گار بیچ باغوں اور چشموں کے (ہوں گے) لینے والے اس چیز کے کہ دیا ان کو ان کے پروردگار نے تحقیق وہ تھے پہلے اس سے نیکی کرنے والے۔ تھے وہ کہ تھوڑی ہی رات سوتے تھے۔

بعض قراء نے "قلیلا" پر وقف کیا ہے۔ اس صورت میں یہ معنے ہوں گے کہ وہ رات کو سوتے ہی نہ تھے۔

۳- سورہ قدر' پ۳۰ میں لیلۃ القدر کی فضیلت میں آیا ہے:

لیلۃ القدر خیر من الف شھر:	یعنی شب قدر کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔

پس اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیلۃ القدر کے قیام پر نہایت ترغیب و تحریص ہے اور لیلۃ القدر کی عدم تعیین میں یہ مصلحت ملحوظ ہے کہ اس کی تلاش میں بندگان الٰہی اور راتوں کو بھی جاگا کریں اور عبادت کیا کریں۔

۴۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل العشر شد میزرہ و احیی لیلہ و ایقظ اھلہ متفق علیہ۔ (مشکوۃ' باب لیلۃ القدر)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا اخیر عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنا ازار باندھتے (یعنی مباشرت نہ فرماتے) اور تمام رات عبادت میں جاگتے اور اپنے اہل کو جگاتے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۵۔ حدثنا بکر بن خلف ابو بشر ثنا یحیی بن سعید عن قدامۃ بن عبداللہ عن جسرۃ بنت دجاجۃ قالت سمعت ابا ذر یقول قام النبی ﷺ بآیۃ حتی اصبح یرددھا و الآیۃ ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیزالحکیم۔

(سنن ابن ماجہ' باب ماجاء فی القراءۃ فی صلوۃ اللیل)

(بحذف اسناد) حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آیت کے ساتھ قیام شب کیا یہاں تک کہ آپ نے اسی آیت کو بار بار پڑھتے صبح کر دی۔ اور آیت یہ ہے ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیزالحکیم۔ (انتھی)

ترمذی میں یہ حدیث یوں ہے عن عائشۃ قالت قام النبی ﷺ بآیۃ من القران لیلۃ۔ (سنن ترمذی' باب ماجاء فی القراء باللیل)

علامہ ابن قیم (زادالمعاد مطبوعہ مصر' جزء اول' ص۸۸) میں لکھتے ہیں:

قام لیلۃ تامۃ بآیۃ یتلوھا و یرددھا حتی

الصباح وھی ان تعذبھم فانھم عبادک۔ الآیہ۔

یعنی آنحضرت ﷺ نے ایک پوری رات ایک آیت کے ساتھ قیام کیا۔ اسی کو بار بار پڑھتے رہے اور وہ آیت یہ ہے ان تعذبھم فانھم عبادک۔ الآیہ (انتھی)

۶۔ عن بلال رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم و قربۃ الی ربکم و منھاۃ عن الاثام و تکفیر للسیات و مطردۃ للداء عن الجسد۔ اخرجہ الترمذی۔

(تیسیر الوصول الی جامع الاصول، مطبوعہ نو لکشور، مجلد اول، ۳۳۹)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم قیام لیل کو لازم پکڑو کیونکہ یہ ان صالحین کا طریق ہے جو تم سے پہلے تھے اور تمہارے رب کی طرف قربت اور گناہوں سے روک اور برائیوں کا کفارہ اور جسم سے بیماری کا دفعیہ ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ انتہی۔

۷۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان فی اللیل ساعۃ لا یوافقھا رجل مسلم یسال اللہ خیرا من امر الدنیا و الاخرۃ الا اعطاہ ایاہ و ذلک کل لیلۃ۔ اخرجہ مسلم۔

(تیسیر الوصول الی جامع الاصول، مجلد ثانی، ص ۱۷۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہ فرماتے تھے کہ رات میں ایک ساعت ہے کہ نہیں پاتا اس کو کوئی مسلمان مرد حالانکہ وہ سوال کرتا ہو اللہ سے دنیا و آخرت کے کسی نیک امر کا مگر عطا کرتا ہے اس کو وہ امر اور یہ ساعت ہر رات ہوتی ہے۔ اس

حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ انتہی۔

ظاہر ہے کہ جو شخص تمام رات قیام کرے گا' وہ اس ساعت اجابت کو پالے گا۔ لہٰذا اس حدیث میں بھی تمام رات کے قیام کی ترغیب ہے:

۸- اخبرنا عمرو بن عثمان بن سعید بن کثیر قال حدثنا ابی و بقیۃ قالا حدثنا ابن ابی حمزۃ قال حدثنی الزھری قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن الحرث بن نوفل عن عبد اللہ بن خباب بن الارت عن ابیہ و کان قد شھد بدرا مع رسول اللہ ﷺ انہ راقب رسول اللہ ﷺ اللیلۃ کلھا حتی کان مع الفجر فلما سلم رسول اللہ ﷺ من صلاتہ جاءہ خباب فقال یا رسول اللہ بابی انت و امی لقد صلیت اللیلۃ صلاۃ ما رایتک صلیت نحوھا فقال رسول اللہ ﷺ اجل انھا صلاہ رغب و رھب سالت ربی عز و جل فیھا ثلاث خصال فاعطانی اثنتین و منعنی واحدۃ سالت ربی عزوجل ان لا یھلکنا بما اھلک بہ الامم قبلنا فاعطانیھا و سالت ربی عزوجل ان لا یظھر علینا عدوا من غیرنا فاعطانیھا و سالت ربی ان لا یلبسنا شیعا فمنعنیھا۔ (سنن نسائی' باب احیاء اللیل)

(بحذف اسناد) عبد اللہ بن خباب بن الارت نے اپنے باپ سے روایت کی (اور اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ بدر میں حاضر تھا) کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو تمام رات دیکھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز سے سلام پھیرا حضرت خبابؓ آپ کے

پاس آئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں البتہ آپ نے رات بھر وہ نماز پڑھی کہ میں نے آپ کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں بے شک یہ رغبت اور ڈر کی نماز ہے۔ میں نے اس میں اپنے رب عزوجل سے تین چیزیں مانگیں۔ دو تو مجھے عنایت کیں اور ایک سے روک دیا۔ میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت کو ایسے عذاب سے ہلاک نہ کرے جس سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا۔ اللہ نے میرا یہ سوال منظور کر لیا۔ اور میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ کفار میں سے کسی دشمن کو ہم پر غالب نہ کرے۔ یہ سوال بھی اللہ نے منظور فرمایا۔ اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ ہمیں (میدان جنگ میں) نہ ملائے اس حالت میں کہ ہم مختلف فرقہ ہوں (کہ بعض بعض کو قتل کرتے ہو) پس اللہ نے اس سے مجھے روک دیا۔

اگر کوئی شخص اب بھی قیام جمیع اللیل کو بدعت کہے جائے تو یہ اس کی کمال بد نصیبی ہے۔ جو لوگ امام صاحب کی کثرت عبادت کے منکر ہیں، وہ حقیقت میں کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ جس قسم کے اعتراضات بنارسی نے امام صاحب کے قیام اللیل پر کیے ہیں، وہ فی الواقع لڑکوں کی سی باتیں ہیں۔ جو ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی نے امام بخاریؒ کے حال میں لکھا ہے

كان صائم الدهر و جاع حتى انتهى اكله كل يوم الى تمرة او لوزة و رعا و حياء من الله تعالى في ترد ده الى الخلاء۔

(طبقات کبریٰ، جزء اول، ص ۵۴)

یعنی امام بخاریؒ صائم الدہر تھے۔ اور بھوکے رہا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی روزانہ خوراک ایک چھوارے یا بادام تک پہنچ گئی تھی۔ یہ عمل آپ نے بیت الخلاء میں جاتے ہوئے اللہ سے حیا اور پرہیزگاری کے سبب اختیار کیا۔ دیکھئے اب بنارسی صائم الدہر

رہنے اور اس طرح کی نفس کشی پر کیا حاشیہ چڑھاتا ہے۔

قال البنارسی

خاص امام صاحب کے مزیدار مسائل (مختصراً)

۱- خطیب بغدادی نے امام ابو حنیفہ سے بسند متصل نقل کیا ہے۔ ان ابا حنیفة قال لو ان رجلا عبد هذه النعل يتقرب به الى الله تعالى لم ار بذلك باسا۔ انتهى یعنی ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص اس جوتہ کو بغرض تقریب الی اللہ پوجے تو میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ اکبر۔ جس شرک کی بیخ کاٹنے کو قرآن مجید اترا اس کو قائم کرنا مسلمانوں کا کام ہے یا مشرکوں کا۔ ص ۱۹

قال الرافضی

و آنچہ بعرض رسانیدم درچہ حسابست امام اعظم عبادت نعال را بہ نیت تقرب بخدائے ذی الجلال جائز دانستہ چنانچہ قاضی ابو الیمن علی ما نقل ابو علی یحیی بعد کلام بر روایت منقولہ از خطیب نقل مے نماید و مصیبت عظمی و طامہ کبری نامش میگزارد و جمیع محامد و مناقب امام اعظم را در جنب آن حقیر و یسیرے شمارد و لا ریب فیه و لفظه هكذا۔ ثم اتبع الخطيب ذلك بالطامة الكبرى يروى باسناد ان ابا حنيفة قال لو ان رجلا عبد هذه النعل يتقرب به الى الله تعالى لم ار بذلك باسا و حكى عن سعيد انه قال هذا هو الكفر۔ و قاضی ابو الیمن در جواب این قول قبیح بلکہ کفر صریح باب تسویل و تاویل را مسدود یافتہ تصریح صریح بر کمال شناعت آن کردہ و گفتہ کہ آں عین قول مشرکین لئام است و عبادت نعال عین عبادت اصنام است و هذه عبارته ولعمر الله ان الاضراب عن ذكر ما قاله الخطيب و صنعه في هذا الباب اولى و اجمل و احق فان الرزية قد انتقلت من رمى ابى حنيفة بالارجاء

وقوله فی الایمان قول بلا عمل الی عبادة الاصنام فانه لا فرق بین عبادة النعل وعبادة الحجر والخشب وهل جاهد النبی ﷺ قریشا وقتلهم ودعاهم الا الی ترک عبادة الاصنام وان یعبد الله فاذا قال قائل انی اعبد النعل اتقرب به الی الله فهل هو الا نفس قول المشرکین ما نعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفی۔

(استقصاء الافحام، ص ۲۳۱)

اقول

یہ امام صاحب پر محض افتراء ہے اس لیے قاضی ابوالیمن نے اس کے جواب میں لکھ دیا ہے کہ اس کا ذکر ترک کرنا اولیٰ و اجمل و احق ہے جیسا کہ رافضی نے نقل کیا ہے۔

قال البنارسی

۲۔ انہیں خطیب نے تاریخ میں نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا ان ایمان ابی بکرؓ الصدیق و ایمان ابلیس واحد یعنی ابوبکر کا اور ابلیس کا ایمان ایک ہے (لاحول و لا قوة استغفرالله) ص ۱۹۔

قال الرافضی

و (قاضی ابو الیمن) بعد شورش دیگر بر خطیب گفتہ و جمیع ما اتی به بعد ذلک حقیر یسیر عند هذه الحکایة فانه ذکر عنه ان الایمان قول بلا عمل و شنع فی حکایات اوردها عنه یرتفع قدره عن مثلها و عن التفوه بها منها ان ایمان ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ و ایمان ابلیس واحد نعوذ بالله۔

(استقصاء الافحام، ص ۲۲۱)

اقول

یہ بھی محض افترا ہے جیسا کہ قاضی ابوالیمن نے فرمادیا ہے۔

قال البنارسی

۳۔ اور انہیں خطیب نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے حکی عن ابی حنیفۃ القول بخلق القران و انہ کان بمجلس عیسی بن موسی فقال القران مخلوق فقال اخرجوہ فان تاب والا فاضربوا عنقہ۔ انتھی یعنی امام ابو حنیفہ قرآن کو مخلوق کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ امام صاحب عیسیٰ بن موسیٰ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ کہا قرآن مخلوق ہے۔ عیسیٰ نے کہا کہ نکال دو اس کو اگر توبہ کرے تو خیر ورنہ اس کی گردن مار دو۔ ص ۱۹۔

قال الرافضی

ولطیفہ دیگر آنکہ قائل بخلق قرآن ہم بودند چنانچہ ابو علی یحیٰی از خطیب نقل مے سازد و اما القول بخلق القران فقد قیل ان ابا حنیفۃ لم یکن یذھب الیہ و المشھور انہ کان یقولہ استتیب و خطیب بغدادی روایات بسیار متضمن اینکہ امام اعظم قائل بخلق قرآن بود در تاریخ بغداد ایراد فرمودہ چنانچہ در مختار مختصر آں مسطور است فاول ما بدء بعد ما تقدم ذکرہ ان قال ذکر الروایات فی من حکی عن ابی حنیفہ القول بخلق القران و اطال و انہ کان فی مجلس عیسی بن موسی فقال القران مخلوق فقال اخرجوہ فان تاب والا فاضربوا عنقہ انتھی۔ (استقصاء الافحام، ص ۲۲۱-۲۲۲)

اقول

یہ بھی محض افتراء ہے۔ امام صاحب فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں و کلام اللہ تعالی غیر مخلوق و کلام موسی و غیرہ من المخلوقین مخلوق و القران کلام اللہ تعالی فھو قدیم لا کلامھم۔

(شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ص ۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے اور حضرت موسیٰؑ اور دیگر انسانوں کا کلام مخلوق

ہے۔ اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ پس وہ قدیم ہے نہ کہ مخلوقین کا کلام۔ باوجود ایسی صراحت کے اگر خطیب یا ان کا کوئی اور کاسہ لیس یہ کہہ دے کہ امام صاحب قائل خلق قرآن تھے تو اس کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ ہم پہلے اس کتاب میں امام بیہقی جیسے متشدد و متعصب شافعی کی شہادت سے امام صاحب کا اس افتراء سے بری ہونا نقل کر چکے ہیں۔ یہاں انہی سے ایک روایت اور بھی لکھ دیتے ہیں۔ وھی ھذہ:

و انبانی ابو عبداللہ الحافظ اجازۃ قال انا ابو سعید احمد بن یعقوب الثقفی قال ثنا عبداللہ بن احمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ الدشتکی قال سمعت ابی یقول سمعت ابا یوسف القاضی یقول کلمت ابا حنیفۃ سنۃ جرداء فی ان القران مخلوق ام لا فاتفق رایہ و رایی علی ان من قال القران مخلوق فھو کافر قال ابو عبداللہ رواۃ ھذہ کلھم ثقات۔ (کتاب الاسماء والصفات، ص ۱۸۸)

خبر دی مجھ کو ابو عبداللہ حافظ نے اجازۃ" کہا خبر دی ہم کو ابو سعید احمد بن یعقوب نے، کہا بیان کیا ہم سے عبداللہ بن احمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ دشتکی نے، کہا سنا میں نے اپنے باپ کو کہ کہتے تھے سنا میں نے قاضی ابو یوسف کو کہ کہتے تھے میں نے امام ابو حنیفہؒ سے پورا ایک سال اس بارے میں کلام کی کہ قرآن مخلوق ہے یا نہیں۔ پس ان کی رائے اور میری رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ جو شخص یوں کہے کہ قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔ ابو عبداللہ (بیہقی) نے کہا کہ اس کے راوی تمام ثقہ ہیں۔

اسی طرح اصول بزدوی (بہامش کشف الاسرار، جلد اول، ص ۹) میں ہے:

و قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت ابا

رای و رایه علی ان من قال بخلق القرآن فهو کافر صح هذا القول عن محمد رحمه الله۔

بے شک ابو یوسفؒ سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے امام ابو حنیفہؒ سے مسئلہ خلق قرآن میں چھ مہینے مناظرہ کیا۔ پس میری رائے اور ان کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ جو شخص قائل بخلق قرآن ہو وہ کافر ہے اور یہ قول امام محمد رحمہ اللہ سے بھی ثابت ہے۔

قال البنارسی

۴۔ ہدایہ میں ہے کہ جو شخص اپنی محرمات ابدی جیسے ماں بہن بیٹی وغیرہ (چودہ محرمات ابدی) سے جان کر نکاح کرے اور ان سے صحبت کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں آتی۔ ص ۱۹۔

اقول

ہدایہ میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے (و من تزوج امراۃ لا یحل له نکاحها فوطیها لا یجب علیه الحد عند ابی حنیفة و لکن یوجع عقوبه اذا کان علم بذلک۔ یعنی جو شخص ایسی عورت سے نکاح کرے کہ جس سے اس کا نکاح جائز نہیں پس اس سے وطی کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں۔ مگر اس کو تعزیر کی جائے گی جبکہ اس کو حرمت کا علم تھا۔ انتہی۔ پس امام صاحب کے نزدیک ایسے شخص پر حد زنا یعنی سو درہ مارنا یا سنگسار کرنا واجب نہیں۔ مگر اس سے یہ سمجھنا کہ آپ کے نزدیک اس شخص کے لیے کوئی سزا ہی نہیں، سخت غلطی ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک اس کو تعزیر کی جائے گی جس کی مقدار حاکم و قاضی کی رائے پر موقوف ہوگی۔ امام صاحب کا یہ حکم کسی آیت و حدیث کے مخالف نہیں۔ قرآن میں کہیں مذکور نہیں کہ جو شخص اپنی محرمات سے نکاح کرکے اس سے وطی کرے اس پر حد زنا واجب ہے۔ حدیث میں بجائے مخالفت کے امام صاحب کے قول کی تائید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ مشکوۃ (باب الولی فی النکاح و استیذان

المراۃ) میں ہے عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال ایما امراة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل فنکاحها باطل فنکاحها باطل فان دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی له۔ رواه احمد والترمذی وابو داود وابن ماجة والدارمی۔

یعنی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے' اس کا نکاح باطل ہے' اس کا نکاح باطل ہے۔ پس اگر اس کے ساتھ وطی کرے تو اس عورت کو بسبب وطی کے مہر ملے گا۔ پس اگر اولیاء اختلاف کریں تو سلطان ولی ہے اس کا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ اس حدیث کو احمد و ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا ہے۔ انتہی۔

دیکھئے اس حدیث میں بطلان نکاح کے بعد وطی کرنے سے مہر واجب ہوا۔ اور حد ساقط ہو گئی۔ نکاح محرمات باطل سے تو کسی طرح زیادہ نہیں۔ پس اگر اس میں حد ساقط ہو گئی اور تعزیر واجب کی گئی تو کیا ہوا۔ شاید اس مقام پر کوئی معترض یہ حدیث پیش کرے عن البراء بن عازب قال مربی خالی ابو بردة بن نیار و معه لواء فقلت این تذهب قال بعثنی النبی صلی الله علیه وسلم الی رجل تزوج امراة ابیه اتیه براسه۔ رواه الترمذی و ابوداود و فی روایة له و للنسائی و ابن ماجة و الدارمی فامرنی ان اضرب عنقه و اخذ ماله و فی هذه الروایة قال عمی بدل خالی۔ (مشکوۃ' باب المحرمات)

براء بن عازب سے روایت ہے کہا کہ میرا ماموں ابو بردہ بن نیار مجھ پر گزرا اور اس کے پاس جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تو کہاں جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی عورت سے نکاح کیا تاکہ میں اس کا سر لے آؤں۔ اس حدیث کو ترمذی و ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد کی ایک

روایت میں اور نسائی و ابن ماجہ و دارمی کی روایت میں ہے فامرنی ان اضرب عنقہ و اخذ مالہ (پس مجھے حکم دیا کہ میں اس کی گردن ماروں اور اس کا مال چھین لوں) اور اس روایت میں خالی کے بجائے عمی ہے۔ انتہی۔

علامہ ابن ہمام نے اس کے جواب میں لکھا ہے و اجیب بان معناہ انہ عقد مستحلا فارتد بذلک و ھذا لان الحد لیس ضرب العنق و اخذ المال بل ذلک لازم للکفر (فتح القدیر شرح ہدایہ، جزء خامس، ص ۱۴۱) یعنی اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص نے حلال سمجھ کر نکاح کیا تھا۔ پس وہ اس سبب سے مرتد ہو گیا۔ اور یہ معنی اس لیے ہیں کہ گردن مارنا اور مال چھین لینا حد زنا نہیں بلکہ یہ تو کفر کے لیے لازم ہے۔ انتہی۔ پس امام صاحب کا مسئلہ اس حدیث کے کیسے مخالف ہو سکتا ہے۔ علاوہ اس کے قتل بھی تعزیر میں داخل ہے۔ فافھم و لا تعجل۔

قال البنارسی

۵- ہدایہ و شرح وقایہ و کنز و عالمگیری و در مختار و قاضی خان میں ہے کہ جھوٹے گواہ گزار کر بیگانی عورت کے لینے اور اس سے صحبت کرنے والے پر ابو حنیفہ کے نزدیک گناہ نہیں۔ ص ۱۹۔

اقول

ہدایہ میں یوں ہے و ان شھد شاھد ان علی امراۃ بالنکاح بمقدار مھر مثلھا ثم رجعا فلا ضمان علیھما و کذلک اذا شھدا باقل من مھر مثلھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے کہ میں نے اس سے مہر مثل یا مہر مثل سے کم پر نکاح کیا ہے اور دو گواہ اس امر کی شہادت دے دیں اور ان کی شہادت کے موافق فیصلہ کیا جائے پھر وہ دونوں شہادت سے رجوع کریں تو ان کے رجوع کرنے سے نکاح فسخ نہ کیا جائے گا اور ان دونوں پر کوئی ضمان نہ ہو گی۔ انتہی۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے اس مسئلے پر سب سے پہلے امام بخاریؒ نے اعتراض کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

و قال بعض الناس ان لم تستاذن البکر و لم تزوج فاحتال رجل فاقام شاھدی زور انہ تزوجھا برضاھا فاثبت القاضی نکاحھا و الزوج یعلم ان الشھادۃ باطل فلا باس ان یطاھا و ھو تزویج صحیح۔ و قال بعض الناس ان احتال انسان بشاھدی زور علی تزویج امراۃ ثیب بامرھا فاثبت القاضی نکاحھا ایاہ و الزوج یعلم انہ لم یتزوجھا قط انہ یسعد ھذا النکاح و لا باس بالمقام لہ معھا۔ و قال بعض الناس ان ھوی رجل جاریۃ یتیمۃ او بکر افابت فاحتال فجاء بشاھدی زور علی انہ تزوجھا فادرکت الیتیمۃ فقبل القاضی شھادۃ الزور و الزوج یعلم ببطلان ذلک حل لہ الوطی۔ (صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب فی النکاح)

کہا بعض الناس (امام ابو حنیفہؒ) نے کہ اگر کنواری عورت اجازت نہ دے اور نکاح نہ کرے پس ایک شخص حیلہ کرے کہ دو جھوٹے گواہ اس امر پر قائم کرے کہ اس نے اس عورت کی رضامندی سے اس سے نکاح کیا اور قاضی اس کے نکاح کو ثابت رکھے اور زوج کو معلوم ہے کہ وہ شہادت باطل ہے تو اسے ڈر نہیں کہ اس عورت سے وطی کرے اور یہ تزویج صحیح ہے۔ اور کہا بعض الناس نے کہ اگر کوئی انسان یہ حیلہ کرے کہ دو جھوٹے گواہ پیش کرے کہ اس نے فلاں زن مردِ دیدہ سے اس کی رضامندی سے

کبھی اس عورت سے نکاح نہیں کیا تو یہ نکاح اسے کافی ہے اور اس کے ساتھ مجامعت میں کوئی ڈر نہیں۔ اور کہا بعض الناس نے کہ اگر کوئی مرد کسی یتیم لڑکی یا کنواری کو پسند کرے مگر وہ انکار کر دے پس وہ یہ حیلہ کرے کہ دو جھوٹے گواہ اس امر پر پیش کرے کہ اس نے اس سے نکاح کیا ہوا ہے۔ اور یتیم لڑکی بالغ ہو جائے پس قاضی جھوٹی شہادت کو قبول کر لے اور زوج کو معلوم ہو کہ یہ شہادت باطل ہے تو اس کے لیے وطی حلال ہے۔

علامہ عینی والزوج یعلم کے تحت میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

و ابو حنيفة امام مجتهد ادرك صحابة و من التابعين خلقا كثيرا و قد تكلم فى هذه المسئلة باصل و هو ان القضاء لقطع المنازعه بين الزوجين من كل وجه فلولم ينفذ القضاء بشهادة الزور باطنا كان تمهيدا للمنازعة بينهما و قد عهدنا بنفوذ مثل ذلك فى الشرع الا ترى ان التفريق باللعان ينفذ باطنا واحدهما كاذب بيقين و القاضى اذاحكم بطلاقها بشاهدى زور و هو لا يعلم انه يجوز ان يتزوجها من لا يعلم ببطلان النكاح و لا يحرم عليه بالاجماع و قال بعض المشنعين هذا خطا فى القياس ثم مثل لذلك بقوله و لا خلاف بين الائمة ان رجلا لو اقام شاهدى زور على ابنته انها امته و حكم الحاكم بذالك لا يجوز له وطئها فكذلك الذى شهد على نكاحها هما فى التحريم سواء قلت هذا القياس الذى فيه الخطاء الظاهر ...

بین القیاسین من له ادراک مستقیم۔

(عمدۃ القاری، جزء حادی عشر، ص ۲۷۱)

اور ابو حنیفہ امام مجتہد ہیں آپ صحابہ کرام سے اور تابعین میں سے ایک بڑے گروہ سے ملے ہیں اس مسئلے میں آپ نے ایک اصل کے ساتھ کلام کی ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ قضاء قاضی میاں بیوی کے درمیان ہر ایک طرح سے جھگڑا مٹانے کے لیے ہے۔ پس اگر جھوٹی شہادت سے قضا باطن میں نافذ نہ ہو تو یہ ان کے درمیان جھگڑے کا پھیلانا ہوا حالانکہ ہم شریعت میں اس قسم کی قضاء کا نافذ ہونا پاتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ لعان کے ساتھ تفریق باطن میں نافذ ہو جاتی ہے حالانکہ دونوں میں سے ایک یقیناً کاذب ہوتا ہے۔ اور جب قاضی دو جھوٹے گواہوں کے ساتھ طلاق کا حکم لگا دے اور اسے علم نہ ہو کہ یہ جھوٹے ہیں تو جائز ہے کہ اس عورت سے نکاح کرے وہ شخص جسے بطلان نکاح کا علم نہ ہو اور یہ بالاجماع اس پر حرام نہیں۔ اور طاعنین میں سے کسی نے کہا کہ یہ قیاس میں خطا ہے۔ پھر اس نے اس کی یہ مثال دی کہ ائمہ کے درمیان اس امر میں اختلاف نہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کے برخلاف دو جھوٹے گواہ قائم کرے کہ وہ اس کی لونڈی ہے اور حاکم بنا بر شہادت حکم لگا دے تو اس کے لیے اس کی وطی جائز نہیں۔ اسی طرح سے وہ ہے جو اس کے نکاح پر جھوٹے گواہ قائم کر دے۔ یہ دونوں صورتیں حرمت میں برابر ہیں۔ میں جواب میں کہتا ہوں کہ اس قیاس میں خطا ظاہر ہے جس کو عقل سلیم ہو وہ ان دو قیاسوں میں فرق کر سکتا ہے۔

امام صاحب کا یہ قاعدہ کہ عقود و فسوخ میں حکم قاضی ظاہر و باطن میں نافذ ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں امام طحاوی (معانی الآثار، جلد دوم، کتاب القضاء والشہادات، باب حکم الحاکم بخلاف مافی الحقیقہ) میں یوں لکھتے ہیں والدلیل علی هذا ما قد روی

سفیان عن عمرو بن دینار عن سعید بن جبیر عن عبد الله بن عمر قال فرق رسول الله ﷺ بین اخوی بنی العجلان و قال لهما حسابکما علی الله الله یعلم ان احد کما کاذب لا سبیل لک علیها قال یا رسول الله صداقی الذی اصدقتها قال لا مال لک علیها ان کنت اصدقت علیها فهو بما استحللت من فرجها و ان کنت کاذبا علیها فهو ابعد لک منه۔

اور اس قاعدے کی دلیل وہ ہے جو متلاعنین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔ حدیث کی ہم سے یونس نے۔ کہا خبر دی ہم کو سفیان نے عمرو بن دینار سے۔ اس نے سعید بن جبیر سے' اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے۔ کہا کہ تفریق فرمادی رسول اللہ ﷺ نے بنی عجلان کے میاں (عویمر) بیوی کے درمیان۔ اور فرمادیا ان سے کہ تمہارا حساب اللہ پر ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ تم دو میں سے ایک جھوٹا ہے۔ تیرے لیے اپنی بیوی پر کوئی سبیل نہیں۔ عویمر نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا مہر جو میں نے اس کو دیا' آپ نے فرمایا تیرا اس پر کوئی مال نہیں۔ اگر تو نے اسے مہر دیا تو وہ استحلال فرج کے عوض میں ہے۔ اور اگر تو اس پر کاذب ہے تو وہ مہر تیرے لیے اس سے بھی بعید ہے۔ انتہی۔

اس کے بعد امام ممدوح لکھتے ہیں فقد علمنا ان رسول الله ﷺ لو علم الکاذب منهما بعینه لم یفرق بینهما و لم یلاعن لو علم ان المراۃ صادقة لحد الزوج لها بقذفه ایاها و لو علم ان الزوج صادق حد المراۃ بالزناء الذی کان منها فلما خفی الصادق منهما علی الحاکم وجب حکم اخر فحرم الفرج علی الزوج فی الباطن و الظاهر۔ یعنی ہمیں معلوم ہو گیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو ان دو میں سے کاذب معلوم ہو جاتا تو ملاعنت و تفریق نہ فرماتے۔

کیونکہ اگر آپ کو معلوم ہو تا کہ عورت سچی ہے تو خاوند پر حد قذف قائم فرماتے۔ اور اگر معلوم ہو تا کہ خاوند سچا ہے تو عورت پر حد زنا قائم فرماتے۔ پس جب حاکم پر صادق مخفی رہا اور حکم واجب ہوا۔ اور زوج پر فرج ظاہر و باطن میں حرام ہوئی۔ انتہی۔

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں: و قد حکم رسول اللہ ﷺ فی المتبایعین اذا اختلفا فی الثمن و السلعة قائمة انھما یتحالفان و یترادان فتعود الجاریة الی البائع و یحل له فرجھا و یحرم علی المشتری و لو علم الکاذب منھما بعینه اذا قضی بما یقول الصادق و لم یقض بفسخ بیع و لا بوجوب حرمة فرج الجاریة المبیعة علی المشتری فلما کان ذلک علی ما وصفنا کان کذلک کل قضاء بتحریم او تحلیل او عقد نکاح او حله علی ما حکم القاضی فیه فی الظاھر لا علی حکمه فی الباطن و ھذا قول ابی حنیفة و محمد رحمھما اللہ۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی لونڈی یا کوئی اور چیز کسی کے ہاتھ فروخت کرے اور بعد اس کے دونوں میں مقدار قیمت میں نزاع پڑے اور کسی کے پاس گواہ نہ ہوں اور وہ شے فروخت شدہ موجود ہو ایسی صورت میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دونوں اپنی سچائی پر قسم کھا جائیں۔ اگر ایک نے قسم سے انکار کیا تو اسے جھوٹا قرار دے کر مناسب حکم دیا جائے۔ اور اگر دونوں قسم کھا گئے اس وقت آپ نے فسخ بیع کا حکم لگا دیا حالانکہ دو میں ایک ضرور جھوٹا ہو گا۔ اور یہ حکم آپ کا ظاہر و باطن میں نافذ ہو گیا حتیٰ کہ اگر کسی لونڈی کی خرید و فروخت کا معاملہ ہو تو بعد تحالف ہر دو کے وہ لونڈی بائع کے پاس پھر آئے گی اور اس کے لیے اس کی مجامعت حلال ہو گی اور مشتری پر حرام ہو گی۔ پس معلوم ہوا کہ وہ عقود و فسوخ جن میں قاضی کے لیے انشائے عقد ممکن ہے ان میں حکم قاضی ظاہر و باطن میں نافذ ہو گا۔ جیسا کہ امام صاحب کا قول ہے۔ جن آثار سے یہ پایا جاتا

ہے کہ قضائے قاضی صرف ظاہر میں نافذ ہوگی۔ وہ قضاء بالاموال کی صورتیں ہیں جیسا کہ امام طحاوی نے تطبیق دی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں فیکون الاثار الاول ھی فی القضاء بالاموال و الاثار الاخر ھی فی القضاء بغیر الاموال۔ رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس ص ۱۲ میں امام بخاری ؒ کے اس اعتراض کے جواب میں یوں لکھا ہے:

ھذہ المسئلۃ مبنیۃ علی شئی آخر و ھو ان قضاء القاضی بالعقود و الفسوخ کالنکاح و الطلاق و العتاق بشھادۃ الزور ینفذ ظاھرا و باطنا عند الامام واحتج فی ذلک کما قال شمس الائمۃ فی المبسوط بما روی ان رجلا ادعی علی امراۃ نکاحا بین یدی علی رضی اللہ عنہ و اقام شاھدین فقضی علی بالنکاح بینھما فقالت المراۃ ان لم یکن بد یا امیر المومنین فزوجنی منہ فانہ لا نکاح بیننا فقال علی رضی اللہ عنہ شاھداک زوجاک فقد طلبت منہ ان یعفھا عن الزنا بان یعقد النکاح بینھما فلم یجبھا الی ذلک و لا یقال انما لم یجبھا الی ذلک لان الزوج لم یرض بذلک لانا نقول لیس کذلک بل الزوج راض لانہ یدعی النکاح و المراۃ راضیۃ ایضا حیث قالت فزوجنی منہ و کما ینشر علیہ ذلک فقد کان الزوج راغبا فیھا ثم لم یشتغل بہ و بین ان مقصودھما قد حصل بقضائہ فقال شاھداک زوجاک ای الزمانی القضاء بالنکاح بینکما فثبت النکاح بقضائی و ما نقل عنہ فی

هذا الباب کالمرفوع الی رسول الله ﷺ اذ لا طریق الی معرفة ذلک حقیقة بالرای۔

یہ مسئلہ ایک قاعدے پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی کا حکم عقود و فسوخ میں مثل نکاح و طلاق و عتاق کے جھوٹی شہادت سے امام صاحب کے نزدیک ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتا ہے۔ امام صاحب نے جیسا کہ شمس الائمہ نے مبسوط میں فرمایا ان کے لیے اس روایت سے حجت پکڑی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور دو شاہد قائم کیے۔ پس حضرت علیؓ نے ان دونوں کے درمیان نکاح کے ثبوت کا حکم دیا۔ اس پر اس عورت نے کہا اے امیر المومنین اگر کوئی اور چارہ نہ ہو تو اس سے میرا نکاح کر دیں کیونکہ ہمارے درمیان نکاح نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا۔ پس اس عورت نے حضرت علیؓ سے درخواست کی کہ اسے زنا سے بچائیں۔ بدیں طور کہ ان دونوں میں عقد نکاح کر دیں مگر آپ نے وہ درخواست قبول نہ کی۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ حضرت علیؓ نے اس عورت کی درخواست اس لیے نہ مانی کہ خاوند اس پر راضی نہ تھا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ زوج راضی ہے کیونکہ وہ نکاح کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور عورت بھی راضی ہے کیونکہ وہ کہتی ہے کہ میرا اس سے نکاح کر دیں۔ اور جونہی یہ زوج کو معلوم ہوتا ہے وہ اس عورت میں راغب ہے۔ باایں ہمہ حضرت علیؓ عقد نکاح میں مشغول نہ ہوئے اور بیان فرمایا کہ دونوں کا مقصود آپ کے حکم سے حاصل ہو گیا اور فرمایا کہ تیرے دو شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا۔ یعنی مجھ پر لازم کر دیا کہ تم دونوں کے درمیان نکاح کا حکم دوں پس میرے حکم سے نکاح ثابت ہو گیا اور جو کچھ اس باب میں حضرت علیؓ سے منقول ہے وہ حدیث مرفوع کی مانند ہے۔ کیونکہ حقیقت میں رائے سے

یہ حکم کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا۔

ہدایہ (فصل فی المحرمات) میں اسی قسم کا دوسرا مسئلہ مذکور ہے جس میں بجائے مرد کے عورت مدعی ہے۔ اس کے تحت میں علامہ ابن ہمام یوں تحریر فرماتے ہیں:

لقب المسئلة ان القضاء بشهادة الزور فی العقود و الفسوخ ینفذ عند ابی حنیفة ظاهرا و باطنا اذا کان مما یمکن القاضی انشاء العقود فیه فلو ادعی نکاح امراة اوهی ادعت النکاح اوالطلاق الثلاث کذبا و برهنا زورا فقضی بالنکاح او الطلاق نفذ ظاهرا فتطالب المراة فی الحکم بالقسم والوطی و النفقة و باطنا فیحل له وطوها وان علم حقیقة الحال ولها ان تمکنه و قولنا اذا کان مما یمکن القاضی انشاءه یخرج ما اذا کانت معتدة الغیر او مطلقة ثلاثا فادعی انه تزوجها بعد زوج اخرو نحو ذلک مما لا یقدر القاضی علی انشاء العقد فیه (الی ان قال) المقصود من القضاء قطع المنازعة و لا تنقطع فیما نحن فیه الا بتنفیذه باطنا اذ لو بقیت الحرمة تکررت المنازعة فی طلبها الوطی او طلبه مع امتناع الاخر لعلمه بحقیقة الحال فوجب تقدیم الانشاء فکان القاضی قال زوجتکها و قضیت بذلک۔

(فتح القدیر، جزء ثالث، ص ۱۵۵)

اس مسئلے کا لقب یہ ہے کہ عقود و فسوخ میں جھوٹی شہادت کے ساتھ قضا

امام صاحب کے نزدیک ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے جبکہ اس صورت میں قاضی کے لیے انشاء عقد ممکن ہو۔ پس اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کا یا عورت نکاح یا تین طلاق کا جھوٹا دعویٰ کرے اور جھوٹے گواہ پیش کرے پس قاضی نکاح یا طلاق کا حکم کر دے تو اس کا حکم ظاہر میں نافذ ہو گا پس عورت حکماً نوبت و وطی و نفقہ میں مطالبہ کرے گی اور باطن میں بھی نافذ ہو گا پس مرد کے لیے اس کی وطی حلال ہے اگرچہ حقیقت حال کو جانتا ہو۔ اور عورت کے لیے حلال ہے کہ اس کو وطی پر قادر کرے۔ اور ہمارے قول "جبکہ اس صورت میں قاضی کے لیے انشائے عقد ممکن ہو" سے وہ صورت نکل جاتی ہے جبکہ عورت غیر کی معتدہ یا غیر کی مطلقہ ثلاث ہو۔ پس وہ دعویٰ کرے کہ اس نے دوسرے خاوند کے بعد اس سے نکاح کیا ہے اور اس طرح کی اور صورتیں خارج ہو جاتی ہیں جن میں قاضی انشائے عقد نہیں کر سکتا (یہاں تک کہ کہا صاحب فتح القدیر نے) قضاء سے مقصود جھگڑے کا مٹانا ہے۔ اور صورت زیر بحث میں جھگڑا جب ہی منقطع ہوتا ہے کہ قضاء باطن میں نافذ ہو۔ کیونکہ اگر حرمت باقی رہی تو پھر جھگڑا ہو گا۔ دونوں میں سے ایک وطی کا خواہاں ہو گا اور دوسرا حقیقت حال معلوم ہونے کے سبب مانع آئے گا پس انشاء کی تقدیم واجب ہے۔ گویا کہ قاضی نے کہا میں نے اس عورت سے تیرا نکاح کر دیا اور اس کے ساتھ حکم لگا دیا۔

علامہ موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں:

"ثم علی المبتدی بالدعوی الباطلة واثباتها بالطریق الباطل اثم یاله من اثم غیزان الوطی بعد ذلک فی حل وقول ابی حنیفة اوجه وقد استدل علی اصل المسئلة بدلالة الاجماع علی ان من اشتری جاریة ثم ادعی فسخ بیعها کذبا وبرهن

فقضى به حل للبائع و طؤها و استخدامها مع علمه بكذب دعوى المشترى مع انه يمكنه التخلص بالعتق و ان كان فيه اتلاف ماله لانه ابتلى بامرين فعليه ان يختارا هونهما و ذلك ما يسلم له فيه دينه -(فتح القدیر' جزء ثالث' ص۱۵۶)

پھر اس شخص پر جو ایسا جھوٹا دعویٰ کرے اور باطل طریق سے اسے ثابت کرے' گناہ ہے بڑا گناہ۔ مگر اس کے بعد وطی حلال ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا قول زیادہ مدلل ہے۔ اور اصل مسئلے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس امر پر سب کا اجماع ہے کہ جو شخص کسی لونڈی کو خریدے پھر فسخ بیع کا جھوٹا دعویٰ کرے اور گواہ لائے۔ پس قاضی حکم کردے تو بائع کے لیے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ مشتری کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ اس لونڈی کی وطی اور اس سے خدمت لینی حلال ہے۔ حالانکہ اس میں تو آزاد کر کے بھی خلاصی پا سکتا ہے۔ اگرچہ اس میں اپنے مال کا تلف کرنا ہے کیونکہ وہ دو امروں میں مبتلا ہے۔ پس اسے چاہیے کہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کرے۔ اور وہ امر وہ ہے جس میں اس کا دین سلامت رہے۔

اب ناظرین بیان بالا کی روشنی میں بنارسی کی عبارت بالا پر غور فرمائیں۔

"جھوٹے گواہ گزار کر بیگانی عورت کے لینے اور اس سے صحبت کرنے والے پر ابو حنیفہؒ کے نزدیک گناہ نہیں"۔ ہدایہ یا حنفیہ کی کسی اور کتاب میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ کسی کی منکوحہ کو اس طرح لے سکتے ہیں۔ منکوحہ کی صورت میں تو قضائے قاضی نافذ ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ عالمگیری میں یہ مسئلہ ثانیہ (جس میں عورت مدعی ہے) کے بعد یوں لکھا ہے ثم يجعل قضاء القاضى انشاء و لهذا يشترط ان تكون المراة محلا للانشاء حتى لو كانت ذات زوج او فى عدة غيره او مطلقة منه ثلاثا لا ينفذ قضاءه و يشترط

حضور الشهود عند القضاء في قول العامة هكذا في التبيين۔

(فتاویٰ عالمگیریہ مجلد ثانی کتاب النکاح الباب الثالث فی المحرمات)

پھر قضائے قاضی انشاء قرار دی جائے گی' اور اس کے لیے شرط یہ ہے کہ عورت محل انشاء ہو حتیٰ کہ اگر زوج والی ہو یا غیر کی عدت میں ہو یا غیر کی مطلقہ ثلاث ہو تو اس کی قضا نافذ نہ ہوگی۔ اور عامہ فقہاء کے نزدیک قضاء کے وقت گواہوں کا حاضر ہونا شرط ہے۔ اسی طرح ہے تبیین الحقائق میں۔ انتہی۔

علاوہ اس کے یہ بھی بنارسی کا افتراء ہے کہ ایسے حیلہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ جیساکہ فتح القدیر کی عبارت سے ظاہر و ہویدا ہے۔ بنارسی کیا سمجھے فقہ حنفی کو ۔ والناس اعداء ما جهلوا

قال البنارسی

۶۔ چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں بحوالہ محیط منقول ہے کہ خرچی عورت زانیہ کی امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال طیب ہے۔ توبہ! توبہ!! توبہ!!! ص ۱۹۔

اقول

شرح وقایہ باب الاجارۃ الفاسدۃ میں ماتن کے قول "وفيها اجر المثل الخ" چلپی نے یہ حاشیہ لکھا ہے قوله وفيها اجر المثل اى يجب اجره حتى ان ما اخذته الزانية ان كان بعقد الاجارة فحلال عند الاعظم لان اجر المثل طيب وان كان السبب حراما وحرام عندهما وان كان بغير عقد فحرام اتفاقا لانها اخذته بغير حق كذا في المحيط۔ قول ماتن کا وفيها اجر المثل یعنی اجر مثل واجب ہے یہاں تک کہ جو کچھ زانی عورت لے اگر عقد اجارہ سے ہو تو امام اعظم کے نزدیک حلال ہے کیونکہ اجر مثل طیب ہے اگرچہ سبب حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام ہے اور اگر بغیر عقد کے ہو تو حرام ہے بالاتفاق۔ کیونکہ اس عورت نے ناحق لیا ہے۔

محیط میں ایسا لکھا ہے انتہی۔ یہی اعتراض صاحب ظفر مبین نے بھی کیا تھا۔ اس کا جواب جو مولانا مولوی محمد منصور علی صاحب مراد آبادی جزاہ اللہ خیرا نے دیا ہے، ذیل میں لفظ بلفظ نقل کیا جاتا ہے۔

جب معترض صاحب فقہ کا مطلب نہیں سمجھتے اور اجارۂ فاسد اور باطل میں فرق نہیں کر سکتے تو پھر کیوں ائمہ پر طعن کرتے ہیں اور گناہ گار ہوتے ہیں۔ آنکھیں بند کر کے اعتراض کر دیا اور یہ نہ دیکھا کہ چلپی نے اجر مثل اور اجارہ فاسد میں گفتگو کی ہے، اور معترض صاحب نے اس کو اجارۂ باطل قرار دیا اور اجر مثل کو زنا کی خرچی سمجھ گئے۔ اتنا بھی غور نہ فرمایا کہ اجارہ فاسد میں چلپی نے اس اختلاف کو لکھا ہے۔ زنا کی خرچی کیونکر مراد ہو سکتی ہے۔ اب اس کا جواب سنئے کہ تمام حنفیہ کے نزدیک یہ کلیہ مسلم ہے اور سب کتب فقہ اس پر متفق ہیں کہ اجارۂ باطل وہ ہے کہ باصلہ غیر مشروع ہو اور اجارۂ فاسد وہ ہے کہ باصلہ مشروع اور بوصفہ غیر مشروع ہو یعنی کسی شرط یا عارض کی وجہ سے اس میں فساد آیا ہے ورنہ اصل میں وہ جائز اور حلال تھا۔ اور یہ بھی متفق علیہ سب کا ہے کہ جس اجارے کا معقود علیہ معصیت ہووے گا وہ باطل ہو گا نہ فاسد۔ بعد ان دونوں قاعدوں کے محقق اور متفق علیہ ہونے کے وہ کون عاقل ہے کہ زنا کی اجرت کو حلال کہہ سکے اور کسی ادنیٰ عالم کی بھی یہ شان نہیں کہ اس میں تامل کرے۔ چہ جائے صاحب محیط و چلپی و در مختار خصوصاً جب نص صریح حدیث کی اس میں وارد ہووے۔ پس بالضرورت واجب ہے کہ اجرت زنا سب کے نزدیک حرام ہووے۔ ایک ادنیٰ عامی کا بھی اس میں خلاف نہیں۔ چنانچہ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں اما مهر البغي فهو ما تاخذه الزانية على الزناء و سماه مهرالكونه على صورته و هو حرام باجماع المسلمين۔ یعنی لیکن مہر زانیہ کا پس وہ شے ہے کہ جس کو زانیہ بعوض زنا کے لیوے اور اس کا نام اس لیے مہر رکھا ہے کہ وہ بصورت مہر ہے اور حرمت اس کی تمام مسلمانوں کے نزدیک بالاجماع ہے۔ انتہی۔

لہٰذا ضرور ہے کہ روایت محیط کے ایسے معنے ہوں گے جس سے اجارہ فاسد کی

صورت پیدا ہو کیونکہ وہ خود ہی کلام اجارہ فاسد میں کرتا ہے اور حلت اجرت کا در صورت فساد قائل ہوا ہے نہ در صورت بطلان۔ پس سنئے وہ کہتا ہے کہ کسی عورت کو اس کے منافع خدمت پر ایام معین میں اجارہ لیا اور یہ بھی شرط کرلی کہ ان ایام میں زنا بھی کروں گا۔ سو اصل معقود علیہ خدمت ہے کہ امر حلال ہے اور شرط حرام اس کے ساتھ مل گئی ہے۔ پس یہ اجارہ فاسد ہے نہ باطل۔ اس کی اجرت مثل میں خلاف ہے نہ اجرت مشروط میں کیونکہ اجرت مشروط و مسمی تو خبث سے خالی نہیں بسبب ان کے کہ بمقابلہ اسی اجارے کے واقع ہوئی ہے جو دراصل درست تھا مگر شرط حرام کے اقتران سے اس معقود علیہ میں حرمت آگئی لہٰذا مسمی بھی خبیث بن گیا۔ مگر جب شارع نے اس کا اجارہ رد کیا اور شرط حرام کو لغو بنایا تو وہ منافع مباح کہ موجر نے دیے اور مستاجر نے وصول کیے ان کو ضائع نہ کیا۔ اس کی اجرت مثل دلائی اس میں کیا قبح ہے۔ خدمت کے منافع تو اصلاً حلال تھے۔ اور اب بھی منافع خدمت ہی کی اجرت دلائی ہے نہ منافع بضع کی۔ سو اس میں کسی وجہ سے شرکت زنا کی نہیں۔ یہ ہر حال میں طیب ہے۔ اور حدیث میں جو اجرت زانیہ کو حرام فرمایا ہے تو زنا کی اجرت کو حرام کیا ہے۔ زانیہ کی خدمت کے منافع کو تو حرام نہیں کیا۔ اگر زانیہ کسی قسم کی اجرت مباح کرے تو وہ حرام نہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت کو انگرکھا سینے پر دو روپیہ کو اجارہ میں لے اور یہ بھی شرط کرلے کہ زنا بھی کروں گا۔ چنانچہ اس نے انگرکھا بھی سی دیا اور اس کے ساتھ صدور زنا کا بھی ہو گیا۔ پس اس صورت میں فقط اجرت مثل یعنی انگرکھا سینے کی قیمت چار پانچ آنے اس کو دلائے جائیں گے اور وہ روپیہ جو اجارہ فساد کے قرار پائے تھے رد کر دیے جائیں گے کیونکہ وہ بھی بوجہ شرکت زنا حرام ہیں اور زنا کی اجرت تو قطعی حرام ہے۔ اس کو ہرگز نہیں دلایا بلکہ فقط اجرت مثل اس اصل معقود علیہ کا ضائع نہ کیا کیونکہ یہ اجرت امر مباح کی ہے ہاں اگر زنا کی خرچی یا کل دام اس کو دلائے جاتے تو حرام ہوتے جو دلایا ہے وہ حرام نہیں۔ پس اسی طرح یہاں یہ اجرت بھی ایسے ہی مباح امر کی ہے اور وہ شرط زنا کی جو اجارے میں فضول لگا دی تھی ۔۔۔

دلائی جس میں شرط زنا کا نام و نشان بھی نہیں۔ پس کسب البغی کو اس میں کچھ علاقہ اور دخل نہیں رہا۔ اور مصداق اس حدیث کا ہرگز یہ واقعہ نہیں ہوا۔ اجرت مثل حلال اور طیب ہوئی نہ اجرت مسمی۔ فوضح الفرق و ثبت الحق۔ حکم مشتق میں معانی مشتق منہ کا مرعی ہونا واجب ہے۔ اجرت زانیہ بوجہ زنا حرام ہے نہ یہ کہ اجرت زانیہ بوجہ مباح بھی حرام ہووے۔ پس حاصل مذہب امام صاحب کا یہ ہوا کہ اجرت زنا خواہ عقد اجارہ زنا سے ہو خواہ بلا عقد ہو حرام مطلق ہے۔ کیونکہ اجارہ باطل ہے اور جو اجارہ فاسد ہو بایں طور کہ اصل معقود علیہ خدمت ہو اور شرط زائد زنا کی اس پر عارض ہو تو مسمی مشروط بھی حرام خبیث ہے جیسا کہ معقود علیہ حرام تھا مگر بعد رد عمل خبیث اس کے اگر نفس امر مباح کی اجرت مثل ہووے تو وہ درست ہے بایں وجہ کہ اس کے اجارے کو جس میں شرط فاسد تھی معدوم کر دیا جس کے سبب مسمی بھی نہ دلایا گیا۔ اور یہی نشان رد اجارہ کا ہے۔ ورنہ بعد حاصل کرنے منافع کے رد کی کیا صورت ہو سکتی تھی۔

جب شارع نے مسمی یعنی اجرت فاسد کی نہ دلائی تو گویا اس معقود علیہ ہی کو رد کر دیا۔ اب اصل منافع کا اجر مثل جو مباح ہے اپنی طرف سے تشخیص کر کے دلایا تو اس میں نہ زنا کا کوئی دخل رہا نہ اثر آیا۔ ہاں اگر اجرت مثل منافع زنا کی ہوتی تو لاریب حرام ہوتی مگر یہاں تو کوئی امر محرم موجود نہیں۔ نہ زنا کی اجرت دلائی ہے نہ اجارہ فاسد کا مسمی دلایا بلکہ خدمت کا اجر مثل یعنی جتنی اجرت فقط اس کی خدمت مباح کی ہوئی ہے وہ دلوائی ہے۔ لہٰذا اجرت حلال ہے اگرچہ کسب اصل اور سبب اصلی کہ تسمیہ معقود علیہ ہے حرام تھا۔ اور وہ سبب کہ اجارۂ فاسد تھا اب سبب بعید ہو گیا کیونکہ اجرت مثل کے سبب کا وہی سبب واقع ہوا ہے ورنہ کیوں یہ امر پیش آتا۔ مگر صاحبین نے اس شرط کو شرط نہیں جانا بلکہ عین معقود علیہ یا جزو معقود علیہ ٹھہرایا تو اس صورت میں اجارہ باطل قرار دیا اور یہ حکم بطلان کا فرمانا یا بسبب احتیاط کے ہے یا بسبب غلو زانیہ عورتوں اور کثرت اور غلبہ اس فعل کے ان کے زمانے میں ہوا ہے۔ بہرحال صاحبین کو اس تقریر امام صاحب پر کلام نہیں بلکہ انہوں نے شرط زنا کو جزو معقود علیہ ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ زانی کو مقصود زنا ہوتا ہے نہ دیگر

منافع کہ وہ یا زوائد ہیں یا جزو مقصود ہیں۔ بہر حال یہ وجہ خلاف کی ہے اور یہ خلاف اختلاف زمانہ پر محمول ہو سکتا ہے۔

فائدہ: پس اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو معنی معترض صاحب اس عبارت کے لیتے ہیں ہرگز ہرگز یہ معنے کسی طور سے نہیں ہو سکتے۔ سیاق اور سباق کے بالکل خلاف ہے۔ گفتگو چلپی نے اجارۂ فاسد میں کی ہے۔ معترض صاحب اس کو اجارہ باطلہ بناتے ہیں جو سب کے نزدیک حرام ہے۔ کسی مسلمان کا اس میں اختلاف نہیں اور معترض صاحب کے معنوں سے اجارہ باطل ہو گا جس میں یہاں بحث نہیں۔ اگر معترض صاحب اپنے ان معنوں سے اجارہ فاسد ثابت کر دیں تو ہم سو روپیہ چہرہ شاہی ان کی نذر کریں۔ پس امام صاحب اور صاحبین کے اصل قاعدے میں خلاف نہیں۔ فقط فرق اتنا ہے کہ صاحبین نے شرط کو شرط نہیں رکھا بلکہ معقود علیہ بنایا ہے اور اب اس زمانے میں ایسا ہی ہے اور امام صاحب نے شرط زائد جانا اور اس وقت میں ایسا ہی تھا یا نہ سہی مگر وہ تقریر در صورت وجود اجارہ فاسد ہے اگر پایا جاوے نہ در صورت بطلان۔ اور حکم حلت اجرت مثل کا فساد کی صورت میں لکھا ہے بطلان کی صورت میں نہیں لکھا۔ اگر فساد محقق ہو جاوے تو صاحبین کو تسلیم ہے اور اگر بطلان محقق ہو جاوے تو امام صاحب کو بھی حرمت میں کلام نہیں۔ پس یا تو معترض صاحب ان معنوں کو جو انہوں نے عبارت چلپی سے اجتہاد کر کے نکالے ہیں ثابت کریں بہ شرطیکہ ان معنوں سے اجارۂ فاسد بن جائے جس میں چلپی کلام کرتا ہے اور ہماری طرف سے اجازت ہے کہ اس میں اپنے اعوان اور انصار سے معترض صاحب استمداد بھی کریں یا آئندہ ایسے بیہودہ مطاعن سے توبہ کریں اور بغیر مطلب سمجھے دخل نہ دیا کریں۔ (فتح المبین، مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ، ص ۲۵۰-۲۵۴)

صاحب فتح المبین نے روایت محیط کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ برتقدیر صحت روایت ہے مگر مجھے اس روایت کی صحت میں کلام ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ عبد القادر فاروقی حنفی مفتی دیار مصریہ نے روایت مذکورہ کا مطلب بیان کر کے یوں لکھا ہے

ثم رایت السندی قال نقلا عن المحیط ما ذکرہ ...

المجمع عن المحیط ان ما تاخذہ الزانیۃ بعقد الاجارۃ حلال عندہ ما راہ فیہ و بعید عن الامام المعروف بالورع فتح ھذا الباب۔ (التحریر المختار لرد المختار، جزء ثانی، ص ۲۶۳)

پھر میں نے حاشیہ سندی کو دیکھا۔ علامہ سندی نے حموی سے نقل کیا ہے کہ یہ جو شرح مجمع میں محیط سے مذکور ہے کہ زانیہ جو کچھ عقد اجارہ سے لیتی ہے، امام صاحب کے نزدیک حلال ہے۔ میں نے محیط میں یہ قول نہیں دیکھا۔ وہ امام عالی مقام کہ جن کا تقویٰ و ورع مشہور آفاق ہے ان سے بعید ہے کہ اس قسم کی آمدنی کو حلال بتائیں۔ انتہی۔

قال البنارسی

۷۔ غایۃ الاوطار میں ہے کہ اگر مسلمان نے وکیل کیا ذمی کو شراب یا سور کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے تو یہ وکیل اور یہ بیع شراء ابو حنیفہ کے نزدیک صحیح ہے۔ ص ۲۰۔

اقول

اس کے جواب میں غایۃ الاوطار کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے۔ وھی ھذہ۔ او امر المسلم بیع خمر او خنزیر او شرائھما الخ یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب یا سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی یہ توکیل اور بیع اور شراء امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے۔ اس واسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شراء میں اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف امر حکمی ہے۔ اور صاحبین نے کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے۔ کذا فی الشرنبلالیۃ عن البرھان۔ جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شراء اشد کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اس کو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اس کے ثمن کو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی۔

اب ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ معترض نے اس مسئلے کے نقل کرنے میں کہاں تک دیانت داری سے کام لیا ہے۔

اگر بنارسی کے نزدیک یہ مسئلہ جیسے غایۃ الاوطار سے لفظ بلفظ نقل کیا گیا ہے غلط ہے تو اسے چاہیے کہ بحوالہ قرآن و حدیث غلطی کو ظاہر کرے۔ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ صاحبین کے اقوال امام صاحب ہی کے اقوال ہیں۔ انہوں نے بعض مقام پر ایک قول کو دوسرے پر ترجیح دے کر اسے اختیار کر لیا ہے۔ جیسا کہ رد المختار وغیرہ میں ہے۔

قال البنارسی

۸- ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز میں ہے کہ ذمی جزیہ دینے والا اگر ہمارے پیغمبر محمد ﷺ کو گالیاں دے تو ابو حنیفہ کے نزدیک عہدِ ذمی نہیں ٹوٹتا۔ اس کو قتل نہ کرنا چاہیے۔ ص ۲۰۔

اقول

بنارسی سے پہلے یہ اعتراض صاحب ظفر مبین نے کیا ہے اور کہا ہے کہ اس مسئلے میں امام صاحب نے صریح ان دو حدیثوں کے خلاف کیا ہے۔ پہلی حدیث ابوداؤد میں روایت ہے علی سے ان یھودیۃ کانت تشتم النبی ﷺ (الخ) یعنی تحقیق ایک عورت یہودیہ برا کہتی تھی آنحضرت کو اور عیب اور طعن کرتی تھی پس گلا گھونٹا ایک شخص نے اس کا یہاں تک کہ مر گئی۔ پس معاف فرمایا نبی ﷺ نے خون اس کا۔ دوسری حدیث ابوداؤد میں روایت ہے ابن عباس سے ان اعمی کانت لہ ام ولد (الخ) یعنی تحقیق ایک اندھا کہ تھی اس کے پاس حرم گالی دینے والی نبی ﷺ کو۔ پھر منع کرتا تھا وہ اندھا اس کو اس بات سے پس باز نہ آتی تھی۔ پس جب ہوئی ایک رات لی اس اندھے نے ایک لکڑی سیخ لگی ہوئی۔ پس رکھا اس کو اس کے پیٹ پر اور تکیہ کیا اس پر یعنی زور سے دبایا۔ پس قتل کیا اس کو۔ پس پہنچی خبر اس کی نبی ﷺ کو پس فرمایا خبردار گواہ رہو تحقیق خون اس کا رایگاں ہے۔ اس اعتراض کا جو جواب ناصر الملۃ و

الدین جناب مولانا حکیم وکیل احمد صاحب نے دیا ہے اسے ذیل میں لفظ بلفظ نقل کیا جاتا ہے۔

وہ ہم نہیں جسے تو اے فلک بگاڑ سکے
کدھر خیال ہے اتنی تری مجال نہیں

ان دونوں حدیثوں میں اور امام کے مذہب میں کیا مخالفت ہے امام یہ کہتے ہیں کہ جو کافر ذمی کہ مطیع اہل اسلام ہو گیا ہو اور جزیہ دینا اس نے قبول کر لیا ہو اور باداۓ جزیہ اس نے اپنی جان و مال کی حفاظت کر لی ہو وہ اگر آنحضرت ﷺ کو گالی دے تو اس گالی دینے سے اس کا عہد امان نہیں ٹوٹے گا اور عقد ذمیت اس سے مرتفع نہ ہو گا بشرطیکہ اعلان اور مداومت نہ کرے۔ اس وجہ سے کہ گالی دینا آنحضرت ﷺ کو کفر ہے اور ذمی میں کفر پہلے ہی موجود ہے۔ پس ہر گاہ کفر سابق قدیم اس کا مانع اس کے ذمی ہونے سے نہ ہوا اور باوجود کفر کے بسبب ادا کرنے جزیہ کے جان و مال کا اس کے محفوظ رکھنا اہل اسلام پر واجب ہوا پس کفر طاری جو ذمی ہونے کی حالت میں اس سے صادر ہوا کیوں اس کے عہد کو توڑ ڈالے گا۔ اور بااین ہمہ اس کے بھی امام قائل ہیں کہ اگرچہ قتل اس کا واجب نہیں مگر تادیب اور تعزیر دینا اس کو واجب ہے اور تعزیر بالقتل بھی جائز ہے۔ در مختار میں ہے و یودب الذمی و یعاقب علی سبہ دین الاسلام او القران او النبی حاوی وغیرہ۔ قال العینی و اختیاری فی السب انہ یقتل و تبعہ ابن الھمام انتھی۔ یعنی حاوی وغیرہ میں ہے کہ ادب دیا جاوے ذمی اور عقاب کیا جاوے اس پر بسبب گالی دینے کے دین اسلام کو یا قرآن یا نبی کو' اور کہا عینی نے کہ مختار میرا گالی دینے میں یہ ہے کہ مار ڈالا جائے اور تابع ہوا ان کے جواز قتل میں ابن الہمام۔

اور رد المحتار میں خیر الدین رملی استاد صاحب در مختار سے منقول ہے لا یلزم من عدم النقض عدم القتل و قد صرحوا قاطبۃ بانہ یعزر علی ذلک و یودب و ھو یدل علی جواز القتل زجرا لغیرہ اذ یجوز

الترقی فی التعزیر الی القتل۔ انتہی۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ نہیں لازم آتا ہے نہ ٹوٹنے سے عہد ذمیت کے جائز ہونا قتل کا اور تحقیق تصریح کی ہے تمام مشائخ نے اس امر کی کہ گالی دینے والا ذمی تعزیر کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مار ڈالنا بھی اس کا جائز ہے۔ جب اس سے مقصود تنبیہ اوروں کی ہو کیونکہ تعزیر ساتھ قتل کے بھی جائز ہے۔

اور اس کے بھی امام قائل ہیں کہ وہ حکم اسی وقت تک ہے جب ذمی اعلان اور تکرار نہ کرے بلکہ ایک دو مرتبہ پوشیدہ گالی دے دے اور اگر وہ بطور اعلان کے سبھوں کے سامنے بے باک ہو کے گالی دیتا ہو یا اس کی عادت گالی دینے کی ہو اور اکثر اس سے یہ حرکت سرزد ہوتی ہو تو ایسی صورت میں قتل اس کا ضرور ہے۔ ردالمحتار میں در منتقی سے منقول ہے ای اذا لم یعلن فلو اعلن بشتمه او اعتاده قتل و لو امراۃ و به یفتی الیوم انتہی۔ یعنی نہ مارنا ذمی کو بسبب گالی دینے آنحضرت ﷺ کو اس وقت ہے جبکہ وہ بطور اعلان کے گالی نہ دے۔ پس اگر اعلان کیا اس نے شتم نبیؐ کا یا عادت کرلی اس کی مار ڈالا جائے گا اگرچہ عورت ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اس زمانے میں۔

اور بھی ردالمحتار میں ابن تیمیہ کی کتاب الصارم المسلول سے منقول ہے۔ افتی اکثرهم بقتل من سب النبی ﷺ من اهل الذمة و ان اسلم بعد اخذه و قالوا یقتل سیاسه انتہی۔ یعنی فتویٰ دے دیا ہے اکثر حنفیہ نے اس ذمی کے مار ڈالنے کے ساتھ جو گالی دے آنحضرت ﷺ کو اگرچہ اسلام لائے وہ بعد گرفتار ہونے کے اور کہا حنفیہ نے کہ مار ڈالا جائے وہ بنظر سیاست۔ اور بھی در مختار میں ہے رایت فی معروضات المفتی ابی السعود انه و رد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتله اذا ظهر انه معتاده انتہی۔ یعنی دیکھا میں نے معروضات مفتی ابو السعود رومی میں کہ وارد ہوا حکم پادشاہی واسطے عمل کرنے کے اوپر قول ائمہ حنفیہ کے کہ قتل کیا جائے جبکہ گالی دینا اس کی

عادت ہو۔

اور بھی در مختار میں ابن کمال باشاہ سے منقول ہے الحق انه یقتل عندنا اذا اعلن بشتمه علیه السلام صرح به فی سیر الذخیرہ انتہی۔ یعنی حق یہ ہے کہ ذمی گالی دینے والا نبی ﷺ کو قتل کیا جائے گا۔ جبکہ اعلان کرے ساتھ گالی دینے کے تصریح کی ہے اس کی کتاب السیر میں ذخیرہ برہانیہ کے۔ ایسے ہی اور کتب فقہ میں مصرح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی اگر آنحضرت ﷺ کو اتفاقاً گالی دے دے تو عہد ذمیت اس کا صرف اس گالی دینے سے نہ ٹوٹے گا اور بمجرد اس گالی کے وہ حربی نہ سمجھا جائے گا اور قتل اس کا واجب نہ ہو گا مگر تعزیر اس پر قائم کی جائے گی اور سیاست اگرچہ ساتھ قتل کے ہو اس پر جاری ہوگی۔ اور اگر وہ باعلان دیتا ہو یا عادت اس کی رکھتا ہو تو اس کو مار ڈالنا ضرور ہے۔ ہر گاہ یہ معلوم ہوا پس اب سمجھنا چاہیے کہ مذہب حنفیہ میں اور ان دونوں حدیثوں میں جو آپ نے ذکر کیں کچھ بھی مخالفت نہیں۔

ایک تو اس وجہ سے کہ مذہب حنفیہ کا یعنی نہ مارنا کافر کو بسبب گالی دینے نبیؑ کے ذمی میں ہے نہ ہر کافر میں اور ان دونوں حدیثوں میں یہ تصریح نہیں کہ وہ دونوں عورتیں کہ بوجہ گالی دینے کے ماری گئیں ذمی تھیں۔ بلکہ اول حدیث میں تو تصریح ہے کہ وہ عورت یہود میں سے تھی اور یہود جو مدینہ منورہ میں تھے وہ ذمی نہ تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کبھی ان پر جزیہ نہیں مقرر کیا اور نہ ان پر حکم اہل ذمہ کا جاری کیا بلکہ اوائل میں ان سے مصالحہ بلا عوض مال کر لیا گیا تھا۔ بعد چند سال کے یہود کا اخراج کر دیا گیا اور بعضوں سے مقاتلہ کیا گیا جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے۔ اما الیهود فلم یکونوا اهل ذمة بمعنی اعطائهم الجزیة بل کانوا اصحاب موادعته بلا مال یوخذ عنهم الی ان امکن الله منهم لانه لم توضع جزیة قط علی الیهود۔ انتہی۔

یعنی لیکن یہود پس نہ تھے وہ لوگ اہل ذمہ بمعنے دینے ان کے جزیہ کو بلکہ تھے

وہ اصحاب مصالحت بغیر مال کے کہ لیا جاتا ہو ان سے یہاں تک کہ قادر کیا اللہ نے اپنے رسول کو ان پر اور غالب کیا ان پر، اس واسطے کہ نہیں مقرر کیا گیا جزیہ کبھی اوپر یہود کے۔ پس اگر ایسی کوئی روایت ہوتی جس سے یہ صاف ثابت ہوتا کہ کوئی کافر ذمی بسبب گالی دینے نبیؐ کے عہد نبویؐ میں مارا گیا یا آپ نے کسی ایسے کافر کے مارنے کا حکم کیا تو البتہ مذہب حنفیہ پر اعتراض ہوتا اور یہ حدیثیں جو آپ نے بیان کیں ان میں اس کا نشان نہیں۔

دوسرے یہ کہ ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ وہ دونوں عورتیں جو ماری گئیں وہ آنحضرت ﷺ کو باعلان گالی دیتی تھیں اور عادت اس کی رکھتی تھیں اور ابھی معلوم ہو گیا کہ ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک قتل ضرور ہے اور نہ واجب ہونا قتل کا اس وقت ہے جب ذمی گالی کے ساتھ اعلان نہ کرے اور اس کی عادت نہ رکھے۔ ہاں اگر ایسی کوئی حدیث ہو کہ جس سے مارا جانا ذمی کا صرف دو ایک دفعہ گالی دینے سے ثابت ہو تو البتہ اعتراض ہو سکتا ہے ورنہ نہ۔

تیسرے یہ کہ جس صورت میں کہ حنفیہ کے نزدیک عہد ذمہ نہیں ٹوٹتا ہے اس صورت میں بھی مار ڈالنا ذمی کو بقصد زجر و سیاست جائز ہے اور ان دونوں حدیثوں سے اسی قدر ثابت ہے کہ وہ دونوں عورتیں بسبب گالی دینے کے ماری گئیں اور آنحضرت ﷺ نے اس کو جائز رکھا اور مارنے والے پر کچھ زجر نہیں کیا۔ یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو خواہ مخواہ مار ڈالنا واجب ہے تاکہ اعتراض مخالفت درست ہو۔

علاوہ ازیں ایسی بھی حدیثیں وارد ہیں کہ جن سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ کفار نے بارہا آنحضرت ﷺ کو گالی دی ہے اور آپ نے ان کو نہیں مارا۔ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس سے روایت کی ہے تفسیر میں اس آیت کی یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا یعنی اے ایمان والو نہ کہو تم ہمارے رسول سے راعنا بلکہ کہو انظرنا۔ راعنا بلسان الیھود السب القبیح فکان الیھود یقولون لرسول اللہ ﷺ ...

اصحابہ یقولون اعلنوا بھا فکانوا یقولون ذلک و یضحکون فیما بینھم فانزل اللہ ھذہ الایۃ انتھی۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ راعنا بلغت یہود بری گالی ہے۔ پس جب وہ آنحضرت کی خدمت میں آتے تھے راعنا کہتے تھے۔ صحابہ ان کے کہنے سے یہ سمجھے کہ یہ کوئی اچھا کلمہ ہے۔ وہ بھی کہنے لگے۔ پس اللہ نے اس آیت کو نازل کیا اور حکم کیا کہ تم راعنا نہ کہو۔ اگر کہنا ہو تو انظرنا کہو کہ جس کے معنے یہ ہیں کہ اے رسول اللہ آپ ہماری طرف دیکھئے اور توجہ کیجئے۔

اور صحیح بخاری و مسلم و سنن وغیرہ میں موجود ہے کہ یہود جب آنحضرتؐ کی خدمت میں آتے بجائے السلام علیکم السام علیکم کہتے اور سام کی معنی ان کے نزدیک موت اور لعنت کے ہیں۔ آنحضرتؐ اس کے جواب میں صرف علیکم فرمادیتے۔ پس ان احادیث سے یہ ثابت ہے کہ یہود آنحضرتؐ کو گالیاں دیتے تھے مگر آپ ان کے مارنے کا حکم نہیں فرماتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو بسبب گالی دینے کے مار ڈالنا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر تعزیراً مار ڈالا جائے گا تو کچھ حرج بھی نہ ہو گا۔ بخلاف مسلمان کے کہ اگر وہ نبیؐ کو گالی دے گا تو کافر ہو جائے گا اور مسلمانوں پر اس کا مار ڈالنا لازم و واجب ہو جائے گا۔ انتھی۔ (نصرۃ المجتہدین، اصح المطابع لکھنؤ، ص ۵۱-۵۵)

قال البنارسی

۹۔ شرح عقائد نسفی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے جو صریح قرآن کے خلاف ہے۔ ص ۲۰۔

اقول

ایمان کی کمی بیشی تفسیر ایمان کی فرع ہے۔ ایمان کے معنے لغت میں گرویدن و باور کردن کے ہیں۔ امام صاحب فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں و الایمان ھو الاقرار و التصدیق یعنی ایمان اقرار زبان اور تصدیق قلب کا نام ہے۔ انتھی۔ آیات قرآنی پر نظر ڈالنے سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عمل نفس ایمان کا جزء نہیں۔ دیکھو آیات

ذیل:

۱۔ والذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خلدون (پ ۱ بقرہ ع ۹) کے تحت میں امام فخر رازی لکھتے ہیں وھھنا مسائل (المسئلۃ الاولی) العمل الصالح خارج عن مسمی الایمان لانہ تعالی قال والذین امنوا وعملوا الصلحت فلو دل الایمان علی العمل الصالح لکان ذکر العمل الصالح بعد الایمان تکرارا۔ یعنی اس مقام پر کئی مسئلے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عمل صالح ایمان کے مسمے سے خارج ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذین امنوا وعملوا الصلحت پس اگر ایمان عمل صالح پر دلالت کرے تو ایمان کے بعد عمل صالح کا ذکر تکرار ہوگا۔ انتہی۔

۲۔ و ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما (پ ۲۶ حجرات ع ۱) اس آیت میں باوجود قتال کے اللہ تعالیٰ نے ہر دو فریق کو مومن فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ عمل صالح کے ترک سے مومن ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں وجہ دلالتہ علی المطلوب انہ لا یجوز مقارنۃ الشئی بضد جزئہ۔ یعنی مطلوب پر اس آیت کے دلالت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کسی شئے کی مقارنت اس کے جزء کی ضد کے ساتھ جائز نہیں۔

(عمدۃ القاری، جزء اول، ص ۱۲۵)

۳۔ الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون۔ (پ ۷، انعام، ع ۹) علامہ عینی فرماتے ہیں لم یلبسوا ایمانھم بظلم ای لم یخلطوہ بارتکاب المحرمات ولو کانت الطاعۃ داخلۃ فی الایمان لکان الظلم منفیا عن الایمان لان ضد جزء الشئی یکون منفیا عنہ والا یلزم اجتماع الضدین فیکون عطف الاجتناب منھا علیہ

تکرار ابلا فائدہ یعنی انہوں نے ایمان کو ارتکاب محرمات کے ساتھ نہیں ملایا۔ اگر طاعت ایمان میں داخل ہو تو ظلم ایمان سے منفی ہوا۔ کیونکہ کسی شئے کے جزء کی ضد اس شے سے منفی ہوتی ہے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے گا۔ پس اجتناب من المحرمات کا عطف ایمان پر بے فائدہ تکرار ہو گا۔ انتھی۔

۴- فمن یعمل من الصالحات و ھو مؤمن فلا کفران لسعیہ و انا لہ کاتبون (پ۱۷، انبیاء، ع۷) اس آیت میں صحت عمل کے لیے ایمان کو شرط قرار دیا گیا ہے اور شرط شئے ماہیت شئے سے خارج ہوتی ہے۔ لہٰذا عمل صالح ماہیت ایمان سے خارج ثابت ہوا۔

۵- (الف) یا یھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ○

(پ۲، بقرہ، ع۲۳)

(ب) قل لعبادی الذین امنوا یقیموا الصلوہ و ینفقوا مما رزقنھم سرا و علانیۃ من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ و لا خلال (پ۱۴، ابراھیم، ع۵)

(ج) یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق و امسحوا برء وسکم و ارجلکم الی الکعبین (پ۶، مائدہ، ع۲) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پہلے ایمان کے ساتھ خطاب کیا۔ پھر اعمال کے ساتھ مکلف فرمایا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ عمل مفہوم ایمان سے خارج ہے ورنہ تحصیل حاصل کے ساتھ مکلف کرنا لازم آئے گا۔ کذا قال العینی۔

۶- (الف) یا یھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا

(پ۲۸، تحریم، ع۱)

(ب) و توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم

تفلحون (پ۱۸، نور، ع۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں وھذا یدل علی صحۃ اجتماع الایمان مع المعصیۃ لان التوبۃ لا تکون الا من المعصیۃ و الشئی لا یجتمع مع ضد جزئہ۔ یعنی اس سے پایا جاتا ہے کہ ایمان معصیت کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے کیونکہ توبہ معصیت ہی سے ہوتی ہے اور کوئی شے اپنے جزء کی ضد کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔ انتہی۔

۷۔ یایھا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا امنا بافواھھم و لم تؤمن قلوبھم (پ۶، مائدہ، ع۶) اس آیت میں ایمان کو دل کا فعل بتایا گیا ہے۔

۸۔ (الف) من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان (پ۱۴، نحل، ع۱۴)

(ب) قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا و لما یدخل الایمان فی قلوبکم (پ۲۶، حجرات، ع۲)

(ج) اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدیھم بروح منہ (پ۲۸، مجادلہ، ع۳) ان آیتوں میں ایمان کا محل دل قرار دیا گیا ہے۔

پس آیات مذکورۂ بالا سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اسی تصدیق قلبی کی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں باعتبار کیت زیادت و نقصان متصور نہیں۔ چنانچہ آپ کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں ثم الایمان لا یزید و لا ینقص لانہ لا یتصور زیادۃ الایمان الا بنقصان الکفر و لا یتصور نقصان الایمان الا بزیادۃ الکفر فکیف یجوز ان یکون الشخص الواحد فی حالۃ واحدۃ مومنا و کافرا۔ (شرح فقہ اکبر لعلی القاری، مطبوعہ لاہور، ص۹۹)

پھر ایمان نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص۔ اس وجہ سے کہ نہیں متصور زیادتی ایمان کی

مگر ساتھ نقصان کفر کے اور نہیں متصور نقصان ایمان کا مگر ساتھ زیادتی کفر کے۔ پس کیونکر جائز ہے کہ ایک شخص ایک حالت میں مومن بھی ہو اور کافر بھی۔ انتہی۔

اب ہم ان آیتوں کو ذکر کرتے ہیں جن میں زیادت ایمان مذکور ہے:

(الف) الذی انزل السکینہ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم (پ۲۶، فتح، ع۱)

اس آیت کے تحت میں تفسیر روح البیان میں ہے ای یقینا منضما الی یقینھم الذی علیہ برسوخ العقیدۃ و اطمینان النفس علیھا و من ثمہ قال علیہ السلام لو وزن ایمان ابی بکرمع الثقلین لرجح و کلمۃ مع فی ایمانھم لیست علی حقیقتھا لان الواقع فی الحقیقۃ لیس انضمام یقین الی یقین لامتناع اجتماع المثلین بل حصول نوع یقین اقوی من الاول فان لہ مراتب لا تحصی من اجلی البدیھیات الی اخفی النظریات ثم لا ینفی الاول ماقلنا و ذلک کما فی مراتب البیاض علی ماحقق فی مقامہ ففیھا استعارۃ اوالمعنی انزل فیھا السکون الی ماجاء بہ النبی علیہ السلام من الشرائع لیزدادوا ایمانا بھا مقرونا مع ایمانھم بالوحدانیۃ والیوم الاخرفکلمۃ القران علی حقیقتھا و القران فی الحقیقۃ لتعلق الایمان بزیادۃ متعلقۃ فلا یلزم اجتماع المثلین۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان اول ما اتاھم بہ النبی علیہ السلام التوحید ثم الصلاۃ و الزکاۃ ثم الحج و الجھاد حتی اکمل لھم دینھم کما قال الیوم اکملت لکم دینکم فازدادوا ایمانا مع ایمانھم فکان الایمان یزید

فی ذلک الزمان بزیادۃ الشرائع و الاحکام و اما الان فلا یزید و لا ینقص بل یزید نورہ و یقوی بکثرۃ الاعمال و قوۃ الاحوال فھو کالجوھر الفرد فکما لا یتصور الزیادۃ و النقصان فی الجوھر الفرد من حیث ھو فکذا فی الایمان۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں میں ثبات و طمانیت نازل کی تاکہ رسوخ عقیدہ و اطمینان نفس کے سبب ان کے پہلے یقین کے ساتھ اور یقین مل جائے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان جن و انس کے ساتھ وزن کیا جائے تو غالب نکلے۔ اور مع ایمانھم میں کلمہ مع اپنے حقیقی معنے پر نہیں کیونکہ حقیقت میں یقین کی زیادتی یقین پر واقع نہیں اس لیے کہ اجتماع مثلین ممتنع ہے بلکہ نوع یقین کا حصول جو پہلے سے اقوی ہو' کیونکہ یقین کے مراتب اجلی البدیہیات سے لے کر اخفی النظریات تک بے شمار ہیں۔ پھر ہمارا یہ قول اول کا منافی نہیں اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ مراتب بیاض جس کی تحقیق اپنے مقام پر مذکور ہے۔ پس اس میں استعارہ ہے یا معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شرائع و احکام کے ساتھ مومنوں کے دلوں میں سکون نازل کر دیا تاکہ وہ وحدانیت و یوم آخر کے ایمان پر ان شرائع کے ایمان کو زائد کر لیں۔ پس کلمہ قرآن اپنے حقیقی معنے پر رہے گا اور قرآن حقیقت پر محمول ہو گا۔ کیونکہ اس صورت میں ایمان کا تعلق اپنے متعلق کی زیادتی کے ساتھ ہو گا۔ پس اجتماع مثلین نہ لازم آئے گا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پہلے جو نبی علیہ السلام لائے وہ توحید تھی۔ پھر نماز و زکوۃ پھر حج و جہاد یہاں تک کہ دین کو کامل کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الیوم اکملت لکم دینکم پس انہوں نے ایمان کو زیادہ کیا۔ لہٰذا اس زمانے میں شرائع و احکام کی زیادتی کے ساتھ ایمان زائد ہوتا تھا۔ لیکن اب نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص۔ بلکہ اس کا نور زائد ہوتا ہے اور وہ کثرت اعمال اور قوت احوال سے قوی ہوتا ہے۔ پس وہ جوہر فرد کی مانند ہے۔ جیسا کہ جوہر فرد میں من حیث ھو

زیادت و نقصان متصور نہیں۔ اسی طرح ایمان میں بحیثیت ماہیت کمی بیشی متصور نہیں۔ انتھی۔

۲ - وما جعلنا اصحاب النار الا ملئکة و ما جعلنا عدتھم الا فتنة للذین کفروا لیستیقن الذین اوتوا الکتاب و یزداد الذین امنوا ایمانا (پ۲۹' مدثر' ع۱) ای یزداد أیمانھم کیفیة بما راہ من تسلیم اھل الکتاب و تصدیقھم انه کذلك او کمیة بانضمام ایمانھم بذلك الی ایمانھم بسائر ما انزل (تفسیر روح البیان) یعنی مومنوں کا ایمان اہل کتاب کی تسلیم و تصدیق کو دیکھ کر کیفیت میں زیادہ ہو جائے۔ یا کمیت میں زیادہ ہو جائے۔ بدیں طور کہ اس عدد ملائک نار کے ساتھ باقی احکام و شرائع پر بھی ایمان لائیں۔

۳ - الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا و قالوا حسبنا الله و نعم الوکیل (پ۴' ال عمران' ع۱۸) اس آیت میں بھی زیادت ایمان سے مراد زیادت اطمینان نفس ہے۔ چنانچہ روح البیان میں ہے و المعنی لم یلتفتوا الی ذلك بل ثبت به یقینھم و ازداد اطمینانھم و اظھر و احمیة الاسلام و اخلصوا النیة عندہ۔

۴ - و اذا ما انزلت سورۃ فمنھم من یقول ایکم زادته ھذہ ایمانا فاما الذین امنوا فزادتھم ایمانا و ھم یستبشرون (پ۱۱' توبہ' آخر رکوع) روح البیان میں فزادتھم ایمانا کے تحت میں ہے۔ ھذا بحسب المتعلق و ھو مخصوص بزمان النبی علیه السلام و اما الان فالمذھب علی ان الایمان لا یزید و لا ینقص و انما تتفاوت درجاته قوۃ و ضعفا فانه لیس من یعرف الشئی اجمالا کمن یعرفه تفصیلا کما

ان من رای الشئی من بعید لیس کمن یراہ من قریب۔

یعنی یہ زیادت ایمان متعلق ایمان کے لحاظ سے ہے۔ اور یہ خاص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ۔ رہا اب سو مذہب یہ ہے کہ ایمان نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص۔ ہاں ایمان کے درجے قوت و ضعف کے لحاظ سے متفاوت ہیں۔ کیونکہ جو شخص کسی چیز کو بطریق اجمال جانتا ہو وہ اس کی مانند نہیں جو اس چیز کو بطریق تفصیل جانتا ہے جیساکہ جو شخص کسی شے کو دور سے دیکھے وہ اس کی مانند نہیں جو اسے نزدیک سے دیکھتا ہے۔ انتھی۔

۵- ولما را المؤمنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا و تسلیما (پ۲۱، احزاب، ع۳) اس آیت میں بھی زیادت ایمان سے مراد زیادت بحسب الکیفیت ہے۔ فافھم۔

۶- انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون (پ۹، انفال، ع۱)

علامہ علی القاری و اذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا کی نسبت لکھتے ہیں فمعناہ ایقانا او مول بان المراد زیادۃ الایمان بزیادۃ نزول المؤمن بہ ای القران (شرح فقہ اکبر، ص۱۰۰) یعنی زیادت ایمان کے معنی ایقان ہیں یا اس کی تاویل کی جائے بدیں طور کہ مومن بہ یعنی قرآن کے نزول کی زیادتی سے ایمان کی زیادتی مراد ہے۔ انتھی۔

امام فخر رازی لکھتے ہیں و قولہ و اذا تلیت علیہم ایاتہ زادتھم ایمانا معناہ انھم کلما سمعوا اٰیۃ جدیدۃ اتوا باقرار جدید فکان ذلک زیادۃ فی الایمان والتصدیق (تفسیر کبیر، جزء رابع ص۵۱۲) یعنی اس کے معنے یہ ہیں کہ جب انہوں نے کوئی نئی آیت سنی تو نیا اقرار کیا۔ پس

یہ ایمان و تصدیق میں زیادتی ہوئی۔ انتہی۔

پس آیات مذکورۂ بالا میں زیادت ایمان کو اگر حقیقت پر محمول کریں تو یہ زیادت بحسب المتعلق ہوگی اور آنحضرت ﷺ کے زمان مبارک سے مخصوص ہوگی۔ اور اگر مجاز پر محمول کریں تو زیادت بحسب الکیفیتہ ثابت ہوگی۔ امام صاحب نے کہیں اس طرح کی زیادتی کی مخالفت نہیں کی۔ آپ کا مطلب تو یہ ہے کہ ہمارا ایمان بحسب الکمیتہ نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص۔ اور یہ قرآن کی کسی آیت کے مخالف نہیں۔

شرح مواقف میں ماتن کے قول (الاول القوۃ والضعف) پر ایک محشی نے کیا خوب لکھا ہے قیل ھذا مسلم لکن لا طائل تحتہ اذ النزاع انما ھو فی تفاوت الایمان بحسب الکمیۃ اعنی القلۃ و الکثرۃ فان الزیادۃ اکثر ما یستعمل فی الاعداد و اما التفاوت فی الکیفیۃ اعنی القوۃ و الضعف فخارج عن محل النزاع۔ (شرح مواقف، مطبوعہ استنبول، جلد ثالث، ص ۲۵۳)

یعنی کہا گیا کہ یہ امر (یعنی زیادت و نقصان تصدیق بحیثیت قوت و ضعف) مسلم ہے۔ لیکن اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ نزاع تو اس میں ہے کہ آیا ایمان بحسب الکمیتہ یعنی قلت و کثرت میں متفاوت ہوتا ہے۔ کیونکہ لفظ زیادت اکثر عددوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ رہا تفاوت کیفیت یعنی قوت و ضعف میں۔ سو وہ محل نزاع سے خارج ہے۔ انتہی۔

علامہ علی القاری شرح فقہ اکبر، ص ۹۹ میں لکھتے ہیں فالتحقیق ان الایمان کما قال الامام الرازی لا یقبل الزیادۃ و النقصان من حیثیۃ اصل التصدیق لا من جھۃ الیقین فان مراتب اھلھا مختلفۃ فی کمال الدین کما اشار الیہ سبحانہ بقولہ و اذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی و لکن لیطمئن قلبی فان مرتبۃ عین الیقین فوق مرتبۃ علم الیقین و لذاورد لیس الخبر

کالمعائنۃ۔ یعنی تحقیق یہ ہے کہ ایمان جیسا کہ امام رازی نے فرمایا بحیثیت اصل تصدیق زیادتی و نقصان کو قبول نہیں کرتا۔ ہاں بحیثیت یقین قبول کرتا ہے کیونکہ اہل یقین کے مراتب کمال دین میں مختلف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب کہا حضرت ابراہیمؑ نے اے میرے پروردگار تو دکھا مجھ کو کیونکر زندہ کرتا ہے تو مردوں کو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کیا تو ایمان نہیں لایا۔ آپ نے عرض کی ہاں۔ لیکن اس لیے تاکہ میرا دل اطمینان پائے۔ کیونکہ مرتبہ عین الیقین کا بڑھ کر ہے مرتبہ علم الیقین سے اور اس لیے آیا ہے کہ خبر معائنہ کی مانند نہیں۔ انتھی۔

محدثین نے جو ایمان کی تفسیر میں یوں لکھا ہے وھو قول و فعل یزید و ینقص سو ان کی مراد ایمان کامل ہے جس میں اعمال صالح بھی داخل ہیں۔ علامہ عینی عمدۃ القاری (جزء اول، ص ۱۲۷) میں لکھتے ہیں:

و قال الامام ھذا البحث لفظی لان المراد بالایمان ان کان ھو التصدیق فلا یقبلھا و ان کان الطاعات فیقبلھا ثم قال الطاعات مکملۃ للتصدیق فکل ما قام من الدلیل علی ان الایمان لا یقبل الزیادۃ و النقصان کان مصروفا الی اصل الایمان الذی ھو التصدیق و کل مادل علی کون الایمان یقبل الزیادۃ و النقصان فھو مصروف الی الکامل و ھو مقرون بالعمل۔

یعنی کہا امام رحمہ اللہ نے کہ یہ بحث لفظی ہے کیونکہ اگر ایمان سے مراد تصدیق ہو تو وہ زیادتی و نقصان کو قبول نہیں کرتا اور اگر ایمان سے مراد طاعات ہو تو وہ کمی بیشی کو قبول کرے گا۔ پھر فرمایا امام احمد رحمہ اللہ نے کہ اعمال صالح تصدیق کے کامل بنانے والے ہیں۔ پس ہر دلیل اس امر پر کہ ایمان زیادتی و نقصان کو قبول نہیں کرتا اصل ایمان یعنی تصدیق کی طرف

راجع ہوگی۔ اور ہر چیز جو دلالت کرے اس بات پر کہ ایمان زیادت و
نقصان کو قبول کرتا ہے وہ ایمان کامل کی طرف راجع ہوگی اور ایمان کامل وہ
ہے جو عمل سے مقرون ہو۔ انتھی۔

نظر بر اعتراض بنارسی میں نے آیات قرآن ہی کو پیش کیا ہے۔ امام صاحب کا قول کسی آیت کا مخالف نہیں۔ صرف بنارسی کی سمجھ کا قصور ہے۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

قال البنارسی

۱۰۔ احمد بن علی مقریزی ملخص محمد بن نصر مروزی میں فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے نزدیک تین رکعت وتر سے نہ زیادہ کرنا جائز ہے نہ کم کرنا۔ جو شخص ایک رکعت پڑھے اس کی وتر فاسد ہے اس پر لوٹانا آتا ہے۔ یہ صریح حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے۔

(تلک عشرۃ کاملۃ، ص ۲۰)

اقول

اس کتاب میں پہلے آچکا ہے کہ امام محمد بن نصر مروزی نہایت درجے کے متعصب ہیں۔ ان کا حضرت امام الائمہ کو سخت الفاظ میں یاد کرنا نہایت سوء ادب اور قلت حیاء ہے۔ تجاوز اللہ عناو عنہ۔ علامہ بدر الدین عینی اس مسئلے میں یوں لکھتے ہیں:

قال عمر بن عبد العزیز و الثوری و ابو حنیفۃ و ابو یوسف و محمد و احمد فی روایۃ الحسن ابن حی و ابن المبارک الوتر ثلاث رکعات لا یسلم الا فی اخرھن کصلاۃ المغرب و قال ابو عمر یروی ذلک عن عمر بن الخطاب و علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود و ابیّ بن کعب و زید بن ثابت و انس بن مالک و ابی امامۃ و حذیفۃ و الفقھاء

السبعة و اجابوا عما احتجب به اهل المقالة الاولی من الحدیث المذکور و نحوه فی هذا الباب بان قوله صلی الله تعالی علیه وسلم الوتر رکعة من اٰخر اللیل یحتمل ما ذهبوا الیه و یحتمل ان یکون رکعه من شفع تقدمها و ذلک کله و ترفیکون تلک الرکعة توتر الشفع المتقدم لها و قد بین ذلک اٰخر حدیث الباب الذی احتج به هؤلاء و هو قوله فاوترت له ما صلی۔ و کذلک قوله ﷺ فی الحدیث الثانی من هذا الباب فاوتر بواحدة توترلک ما قد صلیت و اٰخر حدیثهم حجة علیهم۔ و روی الترمذی فی جامعه عن علی رضی الله تعالی عنه ان رسول الله ﷺ کان یوتر بثلاث الحدیث۔ و روی الحاکم فی مستدرکه عن عائشة قالت کان رسول الله ﷺ یوتر بثلاث لا یقعد الا فی اٰخره۔ و روی النسائی و البیهقی من روایة سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن زرارة عن سعید بن هشام ان عائشة قالت کان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر۔ قال الحاکم لا یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر و قال هذا حدیث حسن صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه۔ و روی الامام محمد بن نصر المروزی من حدیث عمران بن حصین ...

النبی ﷺ کان یوتر بثلاث الحدیث۔ و روی مسلم و ابو داود من روایۃ علی بن عبداللہ بن عباس بن ابیہ انہ رقد عند رسول اللہ ﷺ فذکر الحدیث و فیہ ثم او تر بثلاث۔ و روی النسائی من روایۃ یحیی بن الجزار عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی من اللیل ثمان رکعات و یوتر بثلاث۔ و روی ابو داود و النسائی و ابن ماجہ من روایۃ عبدالرحمن بن ابزی عن ابی بن کعب ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات۔ و روی ابن ماجۃ من روایۃ الشعبی قال سالت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہم عن صلاۃ رسول اللہ ﷺ فقالا ثلاث عشرہ منہا ثمان باللیل و یوتر بثلاث و رکعتین بعد الفجر۔ و روی الدارقطنی فی سننہ من حدیث عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ وتر اللیل ثلاث کوتر النہار صلاۃ المغرب۔ و روی محمد بن نصر المروزی من حدیث انس بن مالک ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث۔ و روی ایضا من حدیث عبدالرحمن بن ابزی عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر بثلاث۔ و روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال حدثنا حفص عن عمرو عن الحسن قال اجمع المسلمون ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی اخرہن۔ فان قلت روی عن ابی ہریرۃ عن النبی

ﷺ لا تو تروا بثلاث واو تروا بخمس او بسبع و لا تشبهوا بصلاة المغرب قلت روى هذا موقوفا على ابى هريره كما روى مرفوعا و مع هذا هو معارض بحديث على و عائشة و من ذكرنا معها من الصحابة و ايضا ان قوله لا تو تروا بثلاث يحتمل كراهة الوتر من غير تطوع قبله من الشفع و يكون المعنى لا تو تروا بثلاث ركعات وحدها من غير ان يتقدمها شئ من التطوع الشفع بل او تروا هذه الثلاث مع شفع قبلها لتكون خمسا واليه اشار بقوله واو تروا بخمس او او تروا هذه الثلاث مع شفعين قبلها لتكون سبعا و اليه اشار بقوله او بسبع اى او تروا بسبع ركعات اربع تطوع و ثلاث وتر و لا تفردوا هذه الثلاث كصلاة المغرب ليس قبلها شئى و اليه اشار بقوله و لا تشبهوا بصلوة المغرب كونها ثلاث ركعات و النهى ليس بوارد على تشبيه الذات بالذات و انما هو وارد على تشبيه الصفة بالصفة و مع هذا فيما ذكره نفى ان تكون الركعة الواحدة و ترا لانه امر بالايتار بخمس او بسبع ليس(۱) الا فافهم- فان قلت قال محمد بن نصر المروزى لم نجد عن النبى ﷺ خبرا ثابتا مفسرا

(۱) اصل کتاب میں اسی طرح ہے- غالبا یہاں لا بواحدة ہوگا واللہ اعلم بالصواب

انه اوتر بثلاث لم يسلم الا في آخرهن كما وجدنا في الخمس والسبع والتسع غيرانا وجدنا عنه اخبارا انه اوتر بثلاث لا ذكر لتسليم فيها قلت يرد عليه ما ذكرناه من المستدرك من حديث عائشة انه كان يوتر بثلاث لا يقعد الا في آخرهن۔ وفي حديث ابي بن كعب لا يسلم الا في آخرهن وقد قيل لعل محمد بن نصر لا يرى هذا ثابتا قلت هذا تعصب لا يجدي ولا يلزم من عدم رويته ثابتا ان لا يكون ثابتا عند غيره۔

(عمدۃ القاری' جزء ثانی' ص ۴۴۲ و ۴۴۳)

کہا عمر بن عبدالعزیز اور ثوری اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد نے اور احمد نے حسن بن حی کی روایت میں اور ابن مبارک نے کہ وتر تین رکعتیں ہیں۔ نہ سلام پھیرے مگر ان کے آخر میں مانند نماز مغرب کے۔ اور کہا ابو عمر نے کہ یہی مروی ہے حضرت عمر بن الخطاب اور علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور انس بن مالک اور ابو امامہ اور حذیفہ اور فقہائے سبعہ سے۔ اور انہوں نے حدیث مذکور اور اس باب میں ایسی ہی اور حدیث کا جس سے ایک رکعت وتر والوں نے حجت پکڑی ہے یوں جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ وتر (یہ لفظ مسلم کا ترجمہ ہے) آخر شب سے ایک رکعت ہے۔ اس معنے کا محتمل ہے جو انہوں نے لیے ہیں اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ ایک رکعت مع پہلی دو رکعتوں کے ہو اور وہ کل وتر ہے۔ پس یہ رکعت پہلے شفع کو وتر بنا دے گی اور اس امر کو باب کی اس حدیث کے آخر نے جس سے انہوں نے احتجاج کیا ہے' واضح کر دیا ہے اور وہ آخر یہ ہے فاوترت له

ما صلی (یعنی اس ایک رکعت نے پہلی رکعتوں کو نمازی کے لیے وتر بنادیا) اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اس باب بخاری شریف کی دوسری حدیث میں فاوتر بواحدة توتر لک ما قد صلیت (پس تو ایک رکعت کے ساتھ وتر کر۔ یہ رکعت تیری پہلی نماز کو وتر بنادے گی) اور ان کی حدیث کا آخر ان پر حجت ہے۔ اور ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے اور صرف اس کے آخر میں قعدہ کیا کرتے تھے۔ اور نسائی اور بیہقی نے سعید بن ابی عروبہ کی روایت سے اس نے قتادہ سے اس نے زرارہ سے اس نے سعید بن ہشام سے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔ اور حاکم نے کہا کہ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔ اور حاکم نے کہا یہ حدیث حسن صحیح اور مسلم و بخاری کی شرط پر ہے اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔ اور امام محمد بن نصر مروزی نے عمران بن حصین کی روایت سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور مسلم و ابوداؤد نے علی بن عبداللہ بن عباس کی روایت سے اس نے اپنے باپ عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سوئے۔ پس حدیث بیان کی اور اس حدیث میں ہے ثم اوتر بثلاث (پھر آپ نے تین وتر پڑھے۔) اور نسائی نے یحییٰ بن جزار کی روایت سے نقل کیا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز شب کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے عبدالرحمٰن بن ابزی کی روایت سے اس نے ابی بن کعب سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ تین

رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور ابن ماجہ نے شعبی کی روایت سے نقل کیا کہ شعبی نے کہا میں نے عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی نسبت دریافت کیا۔ پس انہوں نے جواب دیا تیرہ رکعت۔ ان میں سے آٹھ رات کو اور تین رکعت وتر اور دو رکعت بعد طلوع فجر۔ اور دار قطنی نے اپنی سنن میں عبداللہ بن مسعود کی روایت سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کے وتر تین رکعتیں ہیں جیسا کہ دن کے وتر یعنی نماز مغرب۔ اور محمد بن نصر مروزی نے انس بن مالک کی روایت سے نقل کیا کہ نبی ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے اور اسی نے عبدالرحمٰن بن ابزی کی روایت سے اس نے اپنے باپ ابزی سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کی۔ کہا حدیث کی ہم سے حفص نے اس نے عمرو سے اس نے حسن سے۔ کہا مسلمانوں نے اجماع کیا ہے اس پر کہ وتر تین رکعتیں ہیں۔ جن کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ اگر تو کہے کہ ابوہریرہ نے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا نہ وتر پڑھو تین اور وتر ادا کرو پانچ یا سات اور نماز مغرب کے ساتھ مشابہ نہ بناؤ۔ میں جواب میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ابوہریرہ پر موقوف بھی روایت کی گئی ہے۔ جیسا کہ مرفوع روایت کی گئی ہے اور باوجود اس کے معارض ہے ساتھ حدیث علی و عائشہؓ و دیگر صحابہ کے جن کو ہم نے ان دونوں کے ساتھ ذکر کیا اور نیز لا توتروا بثلاث میں اس معنے کا احتمال ہے کہ وتر مکروہ ہے جس کے پہلے دو رکعت نماز تطوع نہ ہو۔ اس صورت میں یہ معنے ہوں گے کہ تنہا تین رکعت وتر نہ پڑھو بدیں طور کہ اس سے پہلے دو رکعت نماز تطوع نہ ہو بلکہ یہ تین رکعت پڑھو اور دو رکعت اس سے پہلے پڑھو تاکہ پانچ ہو جائیں چنانچہ اوتروا بخمس میں اسی کی طرف اشارہ ہے یا تین رکعت وتر پڑھو اور دو شفع

یعنی چار رکعت تطوع اس سے پہلے پڑھو تاکہ سات ہو جائیں۔ او بسبع میں اسی کی طرف اشارہ ہے یعنی وتر بناؤ سات۔ چار تطوع اور تین وتر۔ اور ان تین رکعتوں کو تنہا نہ رکھو مانند نماز مغرب کے جس سے پہلے کچھ نہیں و لا تشبھوا بصلاۃ المغرب میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ ان تین رکعت کو نماز مغرب کے مشابہ نہ بناؤ کہ ان سے پہلے کوئی نماز تطوع نہ ہو۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ نماز وتر کو نماز مغرب کے مشابہ نہ بناؤ۔ بدین طور کہ یہ بھی تین رکعت ہو۔ اور نہی وارد نہیں تشبیہ الذات بالذات پر بلکہ نہی وارد ہے تشبیہ الصفہ بالصفہ پر اور باوجود اس کے اس روایت میں نفی ہے اس امر کی کہ وتر ایک رکعت ہو کیونکہ اس میں ایتار بخمس و سبع کا امر ہے نہ ایتار بواحدۃ کا۔ فافھم۔

اگر تو کہے کہ محمد بن نصر مروزی نے کہا کہ ہم نے نبی ﷺ سے کوئی خبر ثابت مفسر نہ پائی کہ آپ نے تین رکعت وتر پڑھے اور صرف آخر میں سلام پھیرا جیسا کہ ہم نے خبر ثابت مفسر پائی 'پانچ' سات اور نو میں۔ ہاں ہم نے آنحضرت ﷺ سے اخبار پائے کہ آپ نے تین وتر پڑھے مگر ان میں سلام کا کوئی ذکر نہیں۔ میں جواب میں کہتا ہوں کہ محمد بن نصر مروزی پر وارد ہوتی ہے وہ حدیث عائشہؓ جسے ہم نے مستدرک حاکم سے ذکر کیا کہ آنحضرت ﷺ تین وتر پڑھا کرتے تھے اور صرف ان کے آخر میں قعدہ فرماتے تھے۔ اور حدیث ابی بن کعب میں ہے کہ سلام نہیں پھیرتے تھے مگر ان کے آخر میں۔ کہا گیا ہے کہ شاید محمد بن نصر حدیث مستدرک کو ثابت خیال نہیں کرتے۔ میں جواب میں کہتا ہوں کہ یہ بے فائدہ تعصب ہے۔ محمد بن نصر اگر حدیث مستدرک کو ثابت نہ خیال کریں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہو۔ انتہی۔

علامہ عینی دوسری جگہ لکھتے ہیں:

و روی الطحاوی عن انس قال الوتر ثلاث رکعات و روی ایضا عن المسور بن مخرمۃ قال دفنا ابابکر لیلا فقال عمر رضی اللہ تعالی عنہ انی لم اوتر فقام و صففنا وراءہ نصلی بثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن و روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا حفص عن عمرو عن الحسن قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاثۃ لا یسلم الا فی آخرھن و قال الکرخی اجمع المسلمون الی آخرہ نحوہ ثم قال و اوتر سعد بن ابی وقاص برکعۃ فانکر علیہ ابن مسعود و قال ماھذہ البتیراء التی لا نعرفھا علی عھد رسول اللہ ﷺ ۔ و عن عبداللہ بن قیس قال قلت لعائشۃ بکم کان رسول اللہ ﷺ یوتر قالت کان یوتر باربع و ثلاث و ست و ثلاث و ثمان و ثلاث و عشر و ثلاث و لم یکن یوتر باقل من سبع و لا باکثر من ثلاث و عشرۃ رواہ ابو داود فقد نصت علی الوتر بثلاثۃ و لم تذکر الوتر بواحدۃ یدل علی انہ لا اعتبار للرکعۃ البتیراء۔

(عمدۃ القاری، جزء ثالث، ص ۴۰۴)

اور امام طحاوی نے انس سے روایت کی۔ کہا وتر تین رکعتیں ہیں اور طحاوی ہی نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی۔ کہا ہم نے حضرت ابو بکرؓ کو رات کے وقت دفن کیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وتر

نہیں پڑھے۔ پس وہ کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کے پیچھے صف باندھ لی۔ پس آپ نے تین رکعتیں پڑھیں اور سلام نہ پھیرا مگر ان کے آخر میں۔ اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کی کہ حدیث کی ہم سے حفص نے اس نے عمرو سے اس نے حسن سے 'کہا اجماع کیا ہے مسلمانوں نے اس امر پر کہ وتر تین رکعتیں ہیں سلام نہ پھیرا جائے مگر ان کے آخر میں۔ اور کرخی نے کہا کہ اجماع کیا ہے مسلمانوں نے الخ۔ پھر کہا کہ سعد بن ابی وقاص نے وتر صرف ایک رکعت پڑھی پس ابن مسعود نے اسے ناپسند فرمایا اور کہا یہ ناتمام نماز کیسی ہے جسے ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں جانتے تھے۔ اور عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کتنے وتر پڑھا کرتے تھے۔ فرمایا آپ وتر پڑھا کرتے تھے چار اور تین۔ چھ اور تین' آٹھ اور تین اور دس اور تین۔ سات سے کم نہ پڑھتے تھے اور نہ تیرہ سے زیادہ۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ پس حضرت عائشہؓ نے تین وتر کی تصریح فرمادی اور ایک وتر کو ذکر نہ فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ ایک رکعت کا کوئی اعتبار نہیں۔ انتہی۔

خلاصہ کلام یہ کہ مذہب حنفیہ مسئلہ وتر میں مخالف حدیث نہیں۔ جسے تفصیل منظور ہو۔ وہ بنایہ شرح ہدایہ اور فتح القدیر اور شرح معانی الآثار وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

قال البنارسی

غرض میں کہاں تک لکھوں۔ یہ خاص امام صاحب کے مسائل تھے۔ ورنہ مذہب حنفیہ کے مسائل اور بھی بڑے مزیدار ہیں جس کو مفصل دیکھنا ہو وہ رسالہ التنقید کے آخر میں مطالعہ کرے۔ حاصل یہ کہ امام ابو حنیفہ کے مسائل بالکل قرآن و حدیث کے مخالف ہیں۔ ص ۳۰۔

اقول

بنارسی کے ان دس اعتراض کے جوابات سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ مذہب حنفی

کے مخالفین کے اعتراضات کیسے رذیل اور بے اصل ہوا کرتے ہیں۔ رسالہ التنقید کو بھی اسی پر قیاس کرلیں۔ بنارسی کی اس واقفیت کو دیکھئے کہ مسائل امام کو مسائل مذہب حنفیہ میں شمار ہی نہیں کرتا۔ اسے چاہیے کہ پہلے کتب حنفیہ کا مطالعہ کرے بلکہ کسی استاد سے پڑھے اور اس طرح کی دریدہ دہنی سے اپنی عاقبت خراب نہ کرے۔ ورنہ اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے اعتراضات سے مذہب حنفی کا کچھ نہیں بگڑتا۔ مذہب حنفی کو تو علی رغم انف اعداء روز افزوں ترقی ہے۔ کیوں نہ ہو اس کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے مخالف نہیں بلکہ اقوی المذاہب یہی ہے جنہوں نے مذہب حنفی کی تخریب میں کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود ان کے مذہب مٹ گئے۔ پس اس سے مخالفین کو عبرت پکڑنی چاہیے۔

ترسم آں قوم کہ بر درد کشاں میخندند
در سرکار خرابات کنند ایماں را

اگر مجھے کسی وقت فرصت ملی تو انشاء اللہ غیر مقلدین کے مزیدار مسائل سناؤں گا۔

قال البنارسی

اور قرآن و حدیث کی امام صاحب کے نزدیک کچھ قدر نہیں۔ ایک دفعہ کا واقعہ یہ ہے جس کو خطیب نے نقل کیا ہے بہ سند ابی اسحاق الفزاری انہ قال کنت آتی ابا حنیفۃ و اسئلہ عن الشئی من امر الغزو فسالتہ عن مسئلۃ فاجاب فیھا فقلت لہ انہ یروی عن النبی کذا و کذا قال دعنا من ھذا۔ و قال سالتہ یوما اخر عن مسئلۃ فاجابت فیھا فقیل لہ انہ یروی عن النبی فیہ کذا و کذا فقال حسبک ھذا بذنب خنزیر۔ انتہی۔

یعنی ابو اسحاق فزاری کہتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ کے پاس آکر اکثر مسئلہ مسائل پوچھا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے ایک مسئلہ پوچھا اور انہوں نے اس کا جواب دیا (جو حدیث کے مخالف تھا) میں نے کہا کہ اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے اس طور سے روایت آئی ہے۔ ابو حنیفہ بولے ہم کو اس سے کیا مطلب (اللہ اکبر) اور کہا انہیں ابو اسحاق نے کہ میں

نے ایک روز ایک مسئلہ اور پوچھا اس کا جواب ابو حنیفہ صاحب نے دیا (وہ بھی حدیث کے خلاف تھا) پس ابو حنیفہ سے کہا گیا کہ اس بارے میں یوں روایت آنحضرت ﷺ سے آئی ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ کافی ہے تجھ کو یہ (یعنی میرا بتایا ہوا) بدلے میں دم سور (یعنی حدیث نبوی) کے۔ استغفراللہ لا حول و لا قوہ پھر ایسے شخص کے مذہب پر کب محققین قائم رہ سکتے ہیں۔ اسی لیے بہت سے لوگوں نے اسے خیرباد کہا۔ چنانچہ ہم ذیل میں مختصر تحریر اس بارے میں مع حوالہ نقل کرتے ہیں۔ فتدبروا (ص ۲۰-۲۱)

قال الرافضی

وماجرائے حیرت افزا و سانحہ جانگزا بل داہیہ عظمی بلکہ قیامت کبری اہلسنت کہ جناب امام اعظم بااین ہمہ فضائل و مناقب کہ مذکور شد در حق احادیث حضرت رسول خدا ﷺ اگر کسے ذکرش بمقابلہ ارشاد او مے سازد کلمہ حسبک ھذا بذنب خنزیر مے فرماید و ہمچنیں کفر صریح زبان گوہر فشاں را مے آلاید۔ خطیب بغدادی ایں ہمہ را از جنابش بواسطہ ابی اسحاق نقل مے نماید و بخاک فضیحت و رسوائی انوف شامخہ ایں حضرات مے ساید چنانچہ ابو علی یحییٰ ی گوید و من طریف ماسطرہ ای الخطیب فی ھذہ الباب انہ اسند الی ابی اسحاق الفزاری انہ قال کنت آتی ابا حنیفۃ و اسئلہ عن الشئی من امر الغز و فسالتہ عن مسئلۃ فاجاب فیھا فقیل لہ انہ یروی عن النبی فیہ کذا و کذا فقال حسبک ھذا بذنب خنزیر۔ انتھی (استقصاء الافحام، ص ۲۲۵)

اقول

یہ سب افتراء ہے۔ امام صاحب حافظ حدیث و مجتہد فی الحدیث تھے۔ ان سے بڑھ کر حدیث کی پرکھ اور قدر کون کر سکتا ہے۔ شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان، ص ۷۸ میں لکھتے ہیں:

قال ابن حزم جمیع الحنفیۃ مجمعون علی ان

مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث عنده اولی من الرای فتامل هذا الاعتناء بالاحادیث و عظیم جلالتها و موقعها عنده۔ انتهی

ابن حزم نے کہا کہ تمام حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے پس غور کر کہ امام صاحب کو احادیث کی طرف ایسی توجہ ہے اور آپ کے نزدیک احادیث کی اتنی بڑی جلالت و وقعت ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی کتاب المیزان (جزء اول، ص ۵۰، ۵۱) میں لکھتے ہیں:

و دخل علیه مرة رجل من اهل الکوفة و الحدیث یقرا عنده فقال الرجل دعونا من هذه الاحادیث فزجره الامام اشد الزجر و قال له لولا السنة ما فهم احدمنا القران ثم قال للرجل ما تقول فی لحم القرد و این دلیله من القران فافحم فقال للامام فما تقول انت فیه فقال لیس هو من بهیمة الانعام فانظر یا اخی الی مناضلة الامام عن السنة و زجره من عرض له بترک النظر فی احادیثها فکیف ینبغی لاحد ان ینسب الامام الی القول فی دین الله بالرای الذی لا یشهد له ظاهر کتاب و سنة و دخل شخص الکوفة بکتاب دانیال فکاد ابو حنیفة ان یقتله و قال له اکتاب ثم غیر القران و الحدیث و کان یقول لم تزل الناس فی صلاح ما دام فیهم من یطلب الحدیث فاذا طلبوا العلم بلا حدیث فسدوا۔ انتهی۔

ایک مرتبہ اہل کوفہ میں سے ایک شخص امام صاحب کے پاس آیا اور آپ کے پاس حدیث پڑھی جا رہی تھی۔ اس شخص نے کہا ان احادیث کو جانے دیجئے۔ اس پر امام صاحب نے اسے سخت ڈانٹا اور فرمایا اگر حدیث نہ ہوتی ہم میں سے کوئی قرآن کو نہ سمجھتا۔ پھر آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ تو بندر کے گوشت کے بارے میں کیا کہتا ہے اور قرآن میں اس کی دلیل کہاں ہے۔ پس وہ ساکت ہو گیا اور اس نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بندر بہیمۃ الانعام میں سے نہیں ہے۔ پس اے بھائی دیکھ کہ امام صاحب نے حدیث کی کیسی حمایت کی اور اس شخص کو کیسے ڈانٹا جس نے آپ سے کہا کہ ان احادیث کو جانے دیجئے۔ پس کسی کے لیے یہ کیونکر زیبا ہے کہ امام صاحب کی نسبت کہے کہ انہوں نے اللہ کے دین میں ایسی رائے سے کلام کی جس پر ظاہر قرآن و حدیث شاہد نہیں۔ ایک شخص کتاب دانیال لے کر کوفہ میں داخل ہوا۔ قریب تھا کہ امام صاحب اسے قتل کر ڈالیں آپ نے اس سے فرمایا کیا یہاں قرآن و حدیث کے سوا کوئی کتاب ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ درست رہے جب تک ان میں طالب حدیث رہے۔ مگر جب انہوں نے علم کو بغیر حدیث کے طلب کیا تو بگڑ گئے۔

عبارت بالا سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام صاحب کے دل میں حدیث کی کیسی وقعت ہے۔ چونکہ مذہب حنفی کے تمام مسائل قرآن و حدیث کے عین مطابق ہیں اور کہیں سر مو فرق نہیں۔ اس لیے امام صاحب کے مقلدین کی تعداد ہر زمانے میں بڑھتی رہی ہے اور قیامت تک انشاء اللہ بڑھتی رہے گی۔ چنانچہ امام شعرانی فرماتے ہیں:

و مذهبه اول المذاهب تدوینا و اخرها انقراضا کما قال بعض اهل الکشف قد اختاره الله تعالی.

کل عصر الی یوم القیامۃ لو حبس احدھم و ضرب علی ان یخرج عن طریقہ ما اجاب فرضی اللہ عنہ و عن اتباعہ و عن کل من لزم الادب معہ و مع سائر الائمۃ۔ (کتاب المیزان، جزء اول، ص ۵۵)

"امام صاحب کا مذہب سب مذہبوں سے پہلے جمع کیا گیا اور سب سے اخیر میں ختم ہو گا جیسا کہ بعض اہل کشف نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو اپنے دین اور بندوں کے لیے امام پسند فرمایا۔ آپ کے مقلدین ہر زمانے میں بڑھتے رہے ہیں اور قیامت تک بڑھتے رہیں گے۔ ان میں سے کوئی اگر قید کیا گیا اور مارا گیا تاکہ اپنے مذہب کو چھوڑ دے تو اس نے نہیں چھوڑا پس اللہ تعالیٰ راضی ہو امام صاحب سے اور امام صاحب کے مقلدین سے اور ہر ایک شخص سے جو امام صاحب اور دیگر ائمہ کے ساتھ ادب کو ملحوظ رکھے۔

مولانا علی القاری مرقات شرح مشکوٰۃ (جزء اول، ص ۲۴) میں فرماتے ہیں:

بالجملۃ فاتباعہ اکثر من اتباع جمیع الائمہ من علماء الامۃ کما ان اتباع النبی ﷺ اکثر من اتباع سائر الانبیاء و قد وردانھم ثلثا اھل الجنۃ و الحنفیۃ ایضا تجی ثلثی المؤمنین واللہ اعلم۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام صاحب کے اتباع یعنی مقلدین علمائے امت میں سے تمام ائمہ کے مقلدین سے زیادہ ہیں جیسا کہ نبی ﷺ کے اتباع باقی انبیاء کے اتباع سے زیادہ ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ اہل جنت کی دو تہائی ہوں گے اور حنفیہ بھی تمام مومنین کی دو تہائی ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

علامہ سید محمد مرتضیٰ عقود الجواہر المنیفہ (جزء اول، ص ۱۱) میں فرماتے ہیں:

و قد راینا مذاھب جماعۃ ممن تکلم فی ابی

حنیفة قد ذهبت و اضمحلت و مذهب ابی حنیفة باق الی یوم القیامة و کلما قدم ازداد نورا و برکة و الناس الان مطبقون علی ان اصحاب السنة و الجماعة هم اهل المذاهب الاربعة مثل ابی حنیفة و مالک و الشافعی و احمد و کل من تکلم فی مذهب ابی حنیفة درس مذهبه حتی لا یعرف و مذهب ابی حنیفة باق مل الارض شرقها و غربها و اکثر الناس علیه۔

البتہ ہم نے دیکھا کہ جن لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں تکلم کیا ان کے مذاہب جاتے رہے اور پراگندہ ہو گئے اور امام صاحب کا مذہب قیامت کے دن تک باقی ہے جوں جوں یہ مذہب پرانا ہوتا جاتا ہے اس کی برکت اور اس کا نور بڑھتا جاتا ہے اور اب لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ اہل سنت و جماعت صرف حنفیہ و مالکیہ و شافعیہ و حنبلیہ ہیں۔ جس شخص نے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں تکلم کیا اس کا مذہب ایسا مٹا کہ نام تک باقی نہ رہا۔ اور امام صاحب کا مذہب باقی ہے اور روئے زمین کا شرق و غرب اس سے پر ہے اور اکثر لوگ اس کے پیرو ہیں۔

پس اگر اس تعداد کثیر میں سے چار پانچ نے کسی خاص وجہ سے مذہب شافعی اختیار کر لیا تو کیا ہوا۔ شافعیہ بھی تو اہل سنت و جماعت ہیں۔ ہاں اگر کوئی حنفی غیر مقلد بن جائے تو نہایت برا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک الف الف مرة۔

قال البنارسی

امام صاحب کے طریقہ (مذہب) سے بہتوں نے رجوع کیا۔

۱- ایک تو وہی جو اوپر گزرا کہ ابو جعفر محمد بن احمد نے اس مذہب کو ترک کیا۔

وکان حنفی المذهب فحج و ظهر له بالحجاز مقتضی انتقال الی مذهب الامام الشافعی و صار امام الشافعیة۔ انتهی، ملخصاً یعنی عبدالکریم پہلے حنفی المذہب تھا۔ جب حج کو گیا، حجاز میں امام شافعی کے مذہب کو اختیار کیا اور پھر شافعیوں کا امام ہوا اور اسی طریقہ پر کتب تصنیف کیں۔

۳۔ مبارک بن ابی طالب الوجیہ النحوی کی بابت ابن خلکان جلد اول، ص۴۴۵ میں ہے و تفقه علی مذهب ابی حنیفه فانتقل الی مذهب الشافعی و تولاه۔ انتهی۔ یعنی مبارک نے فقہ حاصل کیا تھا اوپر مذہب ابو حنیفہ کے پھر منتقل ہو گیا طرف مذہب شافعی کے اور اس مذہب کا والی ہوا۔

۴۔ ابو حامد محمد بن یونس فقیہ کی بابت ابن خلکان جلد اول، ص۴۷۶ میں ہے انتقل عن مذهب ابی حنیفه الی مذهب الشافعی۔ انتهی۔ یعنی محمد ابو حامد منتقل ہو گیا ابو حنیفہ کے مذہب سے طرف مذہب شافعی کے۔

۵۔ سیف الدولہ ابو القاسم محمد سبکتگین کی بابت ابن خلکان جلد دوم، ص۸۶ میں ہے ان السلطان المحمود المذکور کان علی مذهب ابی حنیفه (الی قوله) فاعرض السلطان عن مذهب ابی حنیفة و تمسك بمذهب الشافعی"۔ یعنی محمود غزنوی پہلے ابو حنیفہ کے مذہب پر تھا پھر اعراض کر کے ابو حنیفہ کے مذہب سے شافعی کے مذہب کو اختیار کیا۔

غرض کہاں تک لکھوں۔ اسی پانچ کو پچاس کیا بلکہ پانچ سو سمجھیں (بلکہ جہاں تک زیادہ ہو سکے) (ص۲۱-۲۲)

اقول

بنارسی نے تو صرف ایک قسم کے انتقال کی مثالیں دی ہیں۔ ذیل میں دوسری اقسام کی مثالیں بھی پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) نے مذہب شافعی کو چھوڑ کر مذہب

حنفی اختیار کیا۔ چنانچہ شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان، ص ۲۹ میں لکھتے ہیں و لدقه قیاسات مذهبهم کان المزنی یکثر من النظر فی کلامهم حتی حمل ذلک ابن اخته الامام الطحاوی علی انه انتقل من مذهب الشافعی الی مذهب ابی حنیفة کما صرح بذلک الطحاوی بنفسه یعنی مذہب حنفیہ کے قیاسات کی دقت کے سبب امام مزنی ان کے کلام میں اکثر نظر ڈالا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس امر نے امام مزنی کے بھانجے امام طحاوی کو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ مذہب شافعی کو چھوڑ کر مذہب ابی حنیفہ اختیار کیا جیسا کہ خود طحاوی نے اس کی تصریح کی ہے۔ انتہی۔

۲۔ ملک معظم شرف الدین عیسیٰ بن سیف الدین حاکم دمشق (متوفی ۶۲۴ھ) نے مذہب شافعی کو چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا۔ چنانچہ مولانا مولوی عبدالحی "الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ (مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ص ۲۶) میں بحوالہ طبقات القاری لکھتے ہیں قال له والده یوما کیف اخترت مذهب ابی حنیفة و اهلک کلهم شافعیة فقال اترغبون عن ان یکون فیکم رجل واحد مسلم۔ یعنی ایک روز شرف الدین عیسیٰ سے ان کے والد سیف الدین نے پوچھا کہ تو نے مذہب حنفی کیونکر اختیار کر لیا۔ حالانکہ تیرے اہل سب کے سب شافعی ہیں۔ پس شرف الدین نے جواب دیا کہ کیا آپ نہیں چاہتے آپ کے کنبہ میں ایک شخص مسلمان ہو۔ انتہی۔

۳۔ سبط ابن جوزی یعنی یوسف علی فرغلی بن عبداللہ البغدادی (متوفی ۶۶۶ھ) نے مذہب حنبلی کو ترک کر کے مذہب حنفی اختیار کیا۔ چنانچہ (الفوائد البہیہ، ص ۹۶) میں ہے و کان بتربیة فی صغره حنبلیا ثم رحل الی الموصل و دمشق و تفقه علی جمال الدین محمود الحصیری فصار حنفیا۔ یعنی سبط ابن جوزی تربیت کے لحاظ سے بچپن میں حنبلی تھا پھر اس نے موصل و دمشق کی طرف سفر کیا اور جمال الدین محمود حصیری سے فقہ پڑھی۔ پس حنفی

ہو گیا۔ انتہی۔

۴۔ امام عبدالواحد بن علی بن برہان الدین ابو القام العکبری (متوفی ۴۵۰ھ) نے مذھب حنبلی سے مذہب حنفی اختیار کیا۔ چنانچہ (الفوائد البہیہ ص ۴۷) میں ہے و کان حنبلیا فصار حنفیا یعنی امام عبدالواحد حنبلی تھے۔ پھر حنفی ہو گئے۔ انتہی۔

۵۔ امام محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم (متوفی ۲۶۸ھ) نے مذہب شافعی سے مذہب مالکی اختیار کیا۔ چنانچہ شیخ الاسلام تاج سبکی طبقات الشافعیہ الکبریٰ (جزء اول، ص ۲۲۴) میں لکھتے ہیں فالرجل مالکی رجع عن مذهب الشافعی یعنی امام محمد بن عبداللہ مالکی ہیں جنہوں نے مذہب شافعی سے رجوع کیا۔ انتہی۔

۶۔ امام احمد بن علی محمد بن برہان الاصولی (متوفی ۵۱۸ھ) نے مذہب حنبلی سے مذہب شافعی اختیار کیا۔ چنانچہ طبقات الشافعیہ الکبریٰ (جزء رابع، ص ۴۲) میں ان کے ترجمہ میں ہے کان اولا حنبلی المذهب ثم انتقل یعنی امام احمد بن علی پہلے حنبلی المذہب تھے۔ پھر شافعی بن گئے۔ انتہی۔

۷۔ امام ابو الحسن سیف الدین آمدی (متوفی ۶۳۱ھ) حنبلی سے شافعی بن گئے۔ چنانچہ طبقات الشافعیہ الکبریٰ (جزء خامس، ص ۱۲۹) میں ہے:

و حفظ کتابا فی مذهب احمد بن حنبل (الی ان قال) ثم انتقل الی مذهب الشافعی

یعنی امام ابو الحسن سیف الدین نے مذہب احمد بن حنبل کی ایک کتاب حفظ کی۔ پھر اس مذہب کو چھوڑ کر مذہب شافعی اختیار کیا۔

تلاش کرنے سے چند اور مثالیں بھی مل سکتی ہیں۔ غرض بنارسی کا یہ خیال کہ چونکہ پانچ حنفی شافعی ہو گئے، اس سے مذہب حنفی باطل ہے بالکل غلط ہے ورنہ مذاہب اربعہ جن میں اب اہل سنت و جماعت کا انحصار ہے، ان میں سے کوئی بھی حق ثابت نہ ہو گا۔ وہذا کما تری۔

بنارسی نے کروڑہا حنفیہ کرام میں سے پانچ مثالیں انتقال مذہب کی پیش کی ہیں اور

لکھ دیا کہ امام صاحب کے مذہب سے بہتوں نے رجوع کیا۔ کیا کروڑہا کے مقابلے میں پانچ بہت ہیں۔

قال البنارسی

اور ایسے ہی مسائل کی وجہ سے والی کوفہ نے امام ابو حنیفہ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا تھا۔ دیکھو ابن خلکان جلد اول، ص ۴۹۲۔

اقول

میں نے ابن خلکان جلد اول، ص ۴۹۲ کا مطالعہ کیا۔ اس میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے ترجمہ میں یہ لکھا ہے:

و كانت بينه و بين ابى حنيفة و حشة يسيرة و كان يجلس للحكم فى مسجد الكوفة فيحكى انه انصرف يوما من مجلسه فسمع امراة تقول لرجل يا ابن الزانيين فامربها فاخذت و رجع الى مجلسه و امربها فضربت حدين و هى قائمة فبلغ ذلك ابا حنيفة فقال اخطا القاضى فى هذه الواقعة فى ستة اشياء فى رجوعه الى مجلسه بعد قيامه منه و لا ينبغى له ان يرجع بعد ان قام منه فى الحال و فى ضربه الحد فى المسجد و قد نهى رسول الله ﷺ عن اقامة الحدود فى المساجد و فى ضربه المراة قائمة و انما تضرب النساء قاعدات كاسيات و فى ضربه اياها حدين و انما يجب على القاذف اذا قذف جماعة بكلمة واحدة حد واحد و لو وجب ايضا حدان لا يوالى بينهما بل يضرب اولا ثم يترك حتى يبرا الم

الضرب الاول و فی اقامۃ الحد علیها بغیر طالب۔ فبلغ ذلک محمد بن ابی لیلی فسار الی و الی الکوفۃ و قال ههنا شاب یقال له ابو حنیفۃ یعارضنی فی احکامی و یفتی بخلاف حکمی و یشفع علی بالخطا فارید ان تزجره عن ذلک فبعث الیه الوالی و منعه عن الفتیا فیقال انه کان فی بیته و عنده زوجته و ابنه حماد وابنته فقالت له ابنته انی صائمه و قد خرج من بین اسنانی دم و بصقته حتی عاد الریق ابیض لا یظهر علیه اثر الدم فهل افطر اذا بلعت الان الریق فقال لها سلی اخاک حماد افان الامیر منعنی من الفتیا و هذه الحکایۃ معدودۃ فی مناقب ابی حنیفه و حسن تمسکه بامتثال اشارۃ رب الامر فان اجابتۃ طاعه حتی انه اطاعۃ فی السرو لم یرد علی ابنته جوابا و هذه غایۃ ما یکون من امتثال الامر۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور امام ابو حنیفہ کے درمیان کچھ وحشت تھی اور قاضی ابن ابی لیلیٰ مقدمات فیصل کرنے کے لیے کوفہ کی مسجد میں بیٹھا کرتا تھا۔ حکایت ہے کہ ایک روز اس نے مجلس سے واپس آتے ہوئے ایک عورت کو سنا کہ کسی مرد سے کہہ رہی تھی اے زانی مرد و عورت کے بیٹے۔ پس حکم دیا اور وہ عورت پکڑی گئی۔ اور قاضی صاحب اپنی مجلس میں لوٹ آئے اور اس عورت کے لیے حکم صادر فرمایا۔ پس اس پر دو حدیں ماری گئیں حالانکہ وہ کھڑی تھی۔ یہ خبر امام ابو حنیفہ کو پہنچی۔ امام صاحب

نے فرمایا کہ اس واقعہ میں قاضی صاحب نے چھ جگہ غلطی کی۔ اول تو مجلس قضاء سے اٹھنے کے بعد پھر لوٹ آئے۔ حالانکہ جائز نہیں کہ اٹھنے کے بعد فوراً واپس آجائیں۔ دوسرے اس نے مسجد میں حد ماری۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے مسجدوں میں حدود قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تیسرے اس عورت کو حالت قیام میں حد ماری حالانکہ عورتوں پر حد قائم کی جاتی ہے جس حالت میں کہ وہ بیٹھی ہوں اور کپڑے پہنے ہوئی ہوں۔ چوتھے اس نے اس عورت پر دو حدیں قائم کیں۔ حالانکہ قاذف جب ایک کلمہ سے ایک جماعت پر قذف کرے تو اس پر ایک حد واجب ہوتی ہے۔ پانچویں اگر دو حدیں واجب بھی ہوں تو وہ پے در پے قائم نہ کی جائیں۔ بلکہ پہلے ایک قائم کی جائے پھر مہلت دی جائے۔ یہاں تک کہ پہلی ضرب کا دکھ دور ہو جائے۔ چھٹے اس نے بغیر طالب کے اس عورت پر حد قائم کی۔ جب یہ خبر محمد بن ابی لیلیٰ کو پہنچی تو حاکم کوفہ کے پاس گیا اور کہا کہ یہاں ایک جوان ہے جسے ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ وہ میرے احکام میں میری مخالفت کرتا ہے اور میرے حکم کے برخلاف فتویٰ دیتا ہے اور مجھ پر خطا کا عیب لگاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے اس سے روک دیں۔ اس پر خلیفہ نے امام صاحب کے پاس کسی کو بھیجا اور فتویٰ دینے سے منع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ امام صاحب ایک دن اپنے گھر میں تھے اور آپ کے پاس آپ کی اہلیہ اور آپ کا بیٹا حماد اور آپ کی بیٹی حاضر تھی۔ آپ کی صاحبزادی نے آپ سے کہا کہ میں روزہ دار ہوں۔ میرے دانتوں میں سے خون نکلا اور میں نے اسے تھوک دیا۔ یہاں تک کہ سفید ہو گیا اور اس میں خون کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اگر اب میں تھوک کو نگل جاؤں تو کیا میرا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اپنے بھائی حماد سے پوچھ لے۔ کیونکہ خلیفہ نے مجھے فتویٰ دینے سے منع کر دیا ہے۔

یہ حکایت امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں اور آپ کی خلیفہ وقت کی فرمانبرداری کی خوبی میں شمار ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی فرمانبرداری طاعت ہے حتیٰ کہ آپ نے غیبت میں اس کی اطاعت کی اور اپنی صاحبزادی کو مسئلہ کا جواب نہ دیا اور یہ غایت درجے کی فرمانبرداری ہے۔ انتھی۔

امام عبدالوہاب شعرانی نے بھی اس حکایت کو امام صاحب کے کمال ورع و تقویٰ پر محمول کر کے آخر میں لکھا ہے و کان ھذا المنع للامام رضی اللہ عنہ قبل اجتماعہ بہ و معرفتہ بمقام الامام فی العلم (کتاب المیزان' جزء اول' ص ۶۲) یعنی خلیفہ ابو جعفر منصور کا امام صاحب کو فتویٰ دینے سے منع کرنا آپ کی ملاقات اور آپ کے پایہ علمی کی معرفت سے پیشتر تھا۔ انتھی۔ امام شعرانی نے جو عذر بیان کیا ہے' وہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ جب خلیفہ مذکور کو امام صاحب کا پایہ علمی معلوم ہو گیا تو پکار اٹھا ھذا عالم الدنیا الیوم (تبییض الصحیفہ' ص ۲۰) یعنی یہ آج دنیا کے عالم ہیں۔ انتھی۔

اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ جو حوالہ آپ نے ابن خلکان کا دیا ہے اس میں تو یہ مذکور نہیں کہ خلاف قرآن و حدیث مسائل کی وجہ سے والی کوفہ نے امام صاحب کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا تھا۔ بلکہ اس میں تو یہ مذکور ہے کہ ایک ہی مسئلے میں امام صاحب نے قاضی ابن ابی لیلیٰ کی چھ غلطیاں نکالیں۔ چونکہ قاضی موصوف کو امام صاحب کے آگے دم مارنے کا یارانہ تھا۔ اس لیے خلیفہ منصور کو سمجھا بجھا کر امام صاحب کو فتویٰ دینے سے منع کروا دیا۔ بنارسی کو خوف خدا نہیں ورنہ ایسا افترا نہ کرتا۔ قاضی ابن خلکان کی عبارت سے علاوہ دیگر امور کے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فقہ میں امام صاحب کا کیا پایہ ہے۔ مگر حساد تو اسے آپ کے عیوب میں شمار کرتے ہیں۔

عیب خود را بہ ہنر باز نمایند و گر
ہنرے ہست ترا عیب عظیمش خوانند

اللہ تعالیٰ ایسے حاسدوں کو چشم بینا عطا کرے۔

قال البنارسی

افسوس! ایسے ہی مسائل کی بابت یوں شعر کہا جاتا ہے۔

فلعنة ربنا اعداد رمل
علی من رد قول ابی حنیفه

سچ تو یہ ہے کہ۔

فکم من فرج محصنة عفیف
احل حرامه بابی حنیفه

(ص ۲۲)

اقول

جسے بنارسی سچ بتا رہا ہے اس کا جواب پہلے آچکا ہے فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ خلاف قرآن واحادیث نہیں۔ لھذا فلعنة ربنا (الخ) بالکل درست ہے۔

قال البنارسی

اب ہم اس بحث کے متعلق اپنی تحریر کو ختم کرتے ہیں اور اب ہم اجتہاد ابو حنیفہ کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں کیونکہ مسائل کی بنا اجتہاد پر ہے۔ اور جس شخص میں اجتہاد کے شرائط مفقود ہوں گے اس کے مسائل بالکل غلط ہوں گے۔ ہر چند اختصار کا خیال کیا جاتا ہے لیکن مثل مشہور ہے کہ بات پر بات نکلتی ہے۔ اس لیے ناظرین مجھے معذور متصور کریں گے۔ میں تو خود لکھتا ہوں۔

برا ہو سعد کا ایک خط بھی لکھنا ہوگیا مشکل
ذرا سی بات تھی دفتر کے دفتر ہوتے جاتے ہیں

(ص ۲۲)

اقول

میں بھی بفضلہ تعالیٰ بنارسی کے اعتراضات کی قلعی کھولنے کے لیے تیار ہوں۔ بنارسی نے جو کچھ لکھا ہے، اسے دیکھ کر ناظرین خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ اس نے کس قدر

لکھا ہے اور اس میں سے کتنا درست ہے۔

قال البنارسی

امام ابو حنیفہ مجتہد نہ تھے

یہ ایک دعویٰ ہے جس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیوں؟ جواب یہ ہے کہ اجتہاد کے شروط جس قدر ہیں وہ امام صاحب میں ہرگز ہرگز نہ تھے۔ من ادعی فعلیہ البیان بالبرھان ہم اس کے متعلق طول نہ کریں گے بلکہ صرف شرائط اجتہاد بیان کر کے اسی قدر عرض کریں گے کہ یہ امام صاحب میں مفقود تھے اور اس کو سابق کے حوالوں پر اکتفا کریں گے۔ ملل و نحل میں لکھا ہے کہ شرائط اجتہاد کے پانچ ہیں (۱) جاننا لغت صدر صالح کا جس سے لغت عرب کو سمجھ لے (۲) پہچاننا تفسیر قرآن کا خصوصاً ان آیات کا جن کا تعلق احکام سے ہو اور ان احادیث کا جس کو معنی آیات میں دخل ہو اور آثار صحابہ کا۔ (۳) معلوم کرنا متون اسانید و احادیث کا اور احاطہ کرنا ساتھ احوال ناقلین و رویت کے اور وقائع خاصہ کا محیط ہونا (۴) مواقع اجماع صحابہ کا سلف صالحین سے دریافت کرنا تاکہ اس کا اجتہاد مخالف ان کے اجماع کے نہ ہو (۵) مواقع قیاسات کا جاننا کہ بعد نظر و تردد کے کس طرح اصل اس کی طلب کی جائے۔ پس یہ پانچ شراط ہیں جس کے اعتبار سے شخص مجتہد ہو سکتا ہے۔ والافلا۔ ص ۲۲-۲۳۔

اقول

امام شافعی، یحییٰ بن معین، یزید بن ہارون، عبد اللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید قطان، خلیفہ منصور عباسی، حسن بن عمارہ، سفیان ثوری، مکی بن ابراہیم، وکیع بن الجراح اور خارجہ بن مصعب وغیرہ کی شہادات سے امام صاحب کا افقہ و اعلم ہونا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ ایسی معتبر شہادتوں کے مقابلہ میں مخالفین کا اعتراض کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔ بنارسی نے شہرستانی شافعی کی کتاب ملل و نحل سے جو شرائط اجتہاد نقل کیے ہیں، ہم انہیں تسلیم کرتے ہیں مگر پوچھتے ہیں کہ کیا شہرستانی کے نزدیک امام صاحب مجتہد نہیں۔ امام صاحب کا رئیس المجتہدین ہونا ایک مسلم و متفق علیہ امر ہے۔ موافقین تو درکنار مخالفین نے بھی

اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن بھوپالی ابجد العلوم میں ائمہ مجتہدین کے بیان میں سب سے پہلے امام صاحب کا ذکر کرتے ہیں۔ سچ ہے۔

شهد الانام بفضله حتى العدا
و الفضل ما شهدت به الاعداء

قال البنارسی

اب یہ دیکھو کہ امام صاحب میں ان شرائط سے کون پائے جاتے تھے اور کون مفقود تھے۔

۱- اول درجہ لغت عرب جاننے کا ہے۔ امام صاحب کی عربیت میں جو کچھ قصور و فتور تھا، اس کو ہم بالتفصیل پہلے لکھ آئے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے نہ علم صرف سیکھا نہ نحو نہ عربیت وغیرہ۔ تلفظ میں نحوی غلطی بھی پہلے منقول ہو چکی۔ ابن خلکان نے صراحتاً لکھا ہے کہ امام صاحب میں قلت عربیت تھی۔ نامہ دانشوران ناصری میں ہے ابن خلکان و یافعی آوردہ اند کہ ابو حنیفہ در علوم عربیہ رتبہ بلند نداشتہ است گاہے بخنانش بہ لحن و غلط آمیختہ مے باشد۔ انتہی۔

غرض یہ شرط امام صاحب میں بالکل مفقود تھی۔ (ص ۲۳)

اقول

بنارسی نے حکایت طحاوی سے جو بزعم خود امام صاحب کی عربیت میں قصور و فتور سمجھا وہ اسی کی سمجھ کا قصور و فتور ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں جسے وہ تلفظ میں نحوی غلطی بتاتا ہے۔ بحوالہ ابن خلکان اس کا بھی جواب لکھا جا چکا ہے۔ چونکہ امام صاحب کا مجتہد بلکہ رئیس المجتہدین ہونا ایک امر متفق علیہ ہے۔ اس لیے آپ کو عربیت کا کم سے کم اتنا علم ضرور تھا جتنا کہ مجتہد کے لیے درکار ہے۔ ابن خلکان و یافعی جو امام صاحب میں قلت عربیت کا ذکر کرتے ہیں انہیں سے پوچھ لو کہ امام صاحب مجتہد تھے یا نہیں۔

شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان ص ۲۷ میں لکھتے ہیں و ان له من النظم البليغ ما يعجز عنه كثير من نظرائه و قد انفرد بها

بالتالیف الزمخشری وغیرہ علی مایاتی۔ یعنی امام صاحب کی تصنیف سے ایسی نظم بلیغ ہے کہ جس سے آپ کے بہت سے اقران عاجز ہیں اور علامہ زمخشری وغیرہ نے آپ کی نظم کو علیحدہ جمع کیا ہے۔ جیسا کہ بیان ہوگا۔ انتہی۔

قال البنارسی

۲۔ دوسری شرط علم قرآن ہے۔ سو علاوہ اس کے کہ امام صاحب سے کوئی تفسیر آیات احکام وغیرہ کی منقول نہیں۔ امام صاحب نے علم قرآن سیکھا ہی نہیں جیسا کہ پہلے لکھا گیا کہ جب ایام طلب میں امام صاحب کو قرآن کی بابت مشورہ دیا گیا تو اس کا انجام وغیرہ پوچھ کر اس کے تعلم سے اعراض کیا۔ کمامر۔ پس یہ شرط بھی امام صاحب میں عنقا تھی۔ (ص ۲۳)

اقول

حکایت طحاوی کی تشریح میں پہلے آچکا ہے کہ بنارسی امام طحاوی کی عبارت کا مطلب ہی نہیں سمجھا۔ لہٰذا اس کا یہ کہنا کہ امام صاحب نے علم قرآن و صرف و نحو وغیرہ سیکھا ہی نہیں، ایک دیوانہ کی بڑسے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

و کم من عائب قولا صحیحا
و آفتہ من الفہم السقیم

قال البنارسی

۳۔ تیسری شرط علم حدیث ہے۔ سو علاوہ بریں کہ امام صاحب کی بضاعت حدیث میں مزجاۃ تھی اور نسائی نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء میں اور امام بخاری نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء میں ان کو ذکر کیا ہے اور ابن خلدون نے صرف ۱۷ حدیث کی پونجی بتائی ہے۔ امام صاحب ایک حدیث بھی ازروئے تحقیق و انصاف نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ امام صاحب نے علم حدیث پڑھا ہی نہیں جیسا کہ پہلے گزرا کہ امام صاحب سے جب طلب حدیث کے لیے کہا گیا تو فرمایا لا حاجۃ لی فی ھذا یعنی اس کی مجھ کو حاجت نہیں ہے۔ پس یہ شرط بھی امام صاحب میں سنگ پارس کی طرح کالعدم تھی۔ (ص ۲۴)

اقول

ان سب باتوں کا جواب باصواب پہلے آچکا ہے۔ لہٰذا اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ اگر کوئی منصف مزاج اصول فقہ کی کسی کتاب کا مطالعہ کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ حنفیہ کرام سے بڑھ کر کوئی عامل بالحدیث نہیں۔ چنانچہ امام ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی (متوفی ۷۱۰ھ) نے لکھا ہے(ا) کہ ہمارے اصحاب اولیٰ بالحدیث ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کا نسخ حدیث کے ساتھ جائز سمجھتے ہیں اور حدیث مرسل کو رائے پر مقدم مانتے ہیں۔ اور مجہول راوی کی روایت اور صحابی کے قول کو قیاس پر مقدم مانتے ہیں اور امام شافعی ان سب میں ہمارے خلاف کرتے ہیں۔ علامہ نسفی کی یہ تقریر بالکل درست ہے مگر غیر مقلدین کو تو حنفیہ کرام ہی سے عناد ہے۔ ؎

نیش عقرب نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

قال البنارسی

۴- چوتھی شرط معلوم ہونا مواقع اجماع صحابہ کا ہے۔ سو اس کا جاننا غالباً موقوف ہے صحبت صحابہ پر، اور امام صاحب کی نہایت کم سنی میں اگرچہ بعض صحابہ موجود تھے مگر امام صاحب کو کسی صحابہ سے ملاقات تک نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ان سے روایت کی ہو اور جو

(ا) علامہ نسفی کے الفاظ یہ ہیں و ھم اولی بالحدیث۔ ایضا فانھم جوزوا نسخ الکتاب بالسنۃ و قدموا المرسل و ھو ان یقول قال رسول اللہ علیہ السلام من لم یعاصرہ علی الرای لقوۃ منزلۃ السنۃ عندھم و من رد المراسیل فقد رد کثیرا من السنۃ و عمل بالفرع بالقیاس فتعطیل الاصل ای السنۃ و العمل بہ علی وجہ لغیرھا باطل فما ظنک فی ھذا و قدموا روایۃ المجھول و ھو من لم یعرف الا بحدیث او حدیثین علی القیاس لاحتمال السماع و التوقیف و خالفنا الشافعی فی الکل۔

(کشف الاسرار شرح منار الانوار، مطبوعہ بولاق مصر، جزء اول، ص ۵)

بعض حنفیوں نے اس میں غلو کیا ہے اور لقاء و سماع کا دعویٰ کیا ہے اس کی تکذیب تصریحات محدثین نے کر دی ہے جس کی تفصیل مختصر طور سے ہم آگے بیان کریں گے انشاء اللہ۔ غرض یہ شرط بھی امام صاحب میں گوگرد احمر کی طرح لاپتہ تھی۔ (ص ۲۴)

اقول

امام صاحب کے تابعی ہونے میں کوئی شک نہیں جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب بیان ہوگا۔ اگر بفرض محال بنارسی کی تقریر کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے امام صاحب میں اس شرط کا فقدان لازم نہیں آتا۔ کیونکہ معرفت اجماع کا موقوف علیہ صحبت صحابہ میں منحصر نہیں، ورنہ ائمہ ثلاثہ امام مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ میں اس شرط کا فقدان بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

ملل و نحل (مطبوعہ مطبع عثمانیہ، جزء اول، ص ۱۱۷) میں یہ شرط بدیں الفاظ مذکور ہے ثم معرفة مواقع اجماع الصحابة و التابعين من السلف الصالحين حتى لا يقع اجتهاده فى مخالفة الاجماع۔ انتھی۔ بنارسی نے اس عبارت میں سے لفظ تابعین اڑا دیا ہے جس کی وجہ ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔

قال البنارسی

۵- پانچویں شرط مواقع قیاسات کو جاننا ہے تو امام صاحب کو صرف اسی میں دستگاہ تھی اور کیوں نہ ہو اس لیے کہ امام صاحب نے زمانہ طالب علمی میں اسی کو تو پسند کیا تھا جیسا کہ پہلے گزرا اور امام صاحب نے خود فرمایا ہے قولنا هذا رای (تاریخ خمیس، جلد دوم، ص ۳۲۸) یعنی ہمارا قول یہ صرف رائے ہی رائے ہے۔ پس اس سے زیادہ اور کیا ناانصافی ہوگی کہ جس کے مذہب کی بنیاد رائے پر ہو اس کے پاس علم حدیث و لغت کم ہو اور اس کو خود اقرار ہو کہ ہمارا علم رائے ہے نہ روایت۔ اس کو باوجود فقدان آلات و نقصان شرائط اجتہاد کے مجتہد کہا جاتا ہے۔ الى الله المشتكى۔ (ص ۲۳)

اقول

منہاج الکرامہ کے مصنف نے جو رافضی تھا یہی اعتراض حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیا ہے۔ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) اس کا جواب یوں دیتے ہیں و الجواب ان القول بالرای لم یختص به عمر رضی اللہ عنہ بل علی کان من اقولهم بالرای و کذلک ابوبکر و عثمان و زید و ابن مسعود وغیرهم من الصحابة رضی الله عنهم کانوا یقولون بالرای۔ (منہاج السنہ، جزء ثالث ص ۱۵۶)

یعنی اس رافضی کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قول بالرای کے ساتھ خاص نہ تھے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب صحابہ سے بڑھ کر قائل بالرای تھے۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر و عثمان و زید و ابن مسعود وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم رائے کے ساتھ کلام کرتے تھے۔ انتہی۔

اسی طرح کا جواب امام صاحب کی طرف سے دیا جا سکتا ہے۔ امام صاحب کا یہ فرمانا قولنا هذا رای آپ کے کمال تقویٰ پر دلالت کرتا ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

و قد تبرا المجتهدون کلهم من القول فی دین الله بالرای کما اوضحنا ذلک فی مقدمة کتابنا المسمی بالمنهج المبین فی بیان ادلة المجتهدین وهو کتاب ما صنف فی الاسلام مثله فراجعه۔ و ملخص اقوالهم فی ذلک ان البیهقی روی بسنده عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انه کان یقول اذا افتی الناس هذا رای عمر فان کان صوابا فمن الله و ان کان خطا فمن عمر و یقول

عباس و عطاء و مجاهد و مالك بن انس رضی الله عنهم انهم كانوا يقولون ما من احد الا و ماخوذ من كلامه و مردود عليه الا رسول الله ﷺ - و روی عن ابی حنيفة رضی اللہ عنہ انه كان يقول لا ينبغی لمن لم يعرف دليلی ان يفتی بكلامی و كان رضی اللہ عنہ اذا افتی يقول هذا رای النعمان بن ثابت يعنی نفسه و هو احسن ما قدرنا عليه فمن جاء باحسن عنه فهو اولی بالصواب و كان الامام مالك يقول ما من احد الا و ماخوذ من كلامه و مردود عليه الا رسول الله ﷺ - (کتاب الیواقیت والجواہر، جزء ثانی، ص ۸۵-۸۶)

تمام مجتہدین نے اللہ کے دین میں رائے کے ساتھ کلام کرنے سے بیزاری ظاہر کی ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "المنہج المبین فی بیان ادلۃ المجتہدین" کے مقدمہ میں واضح کر دیا ہے اور وہ ایسی کتاب ہے کہ اس کی مثل اسلام میں تصنیف نہیں ہوئی۔ پس اس کو دیکھ۔ اس امر میں ان کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ بیہقی نے بالاسناد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب وہ لوگوں کو فتویٰ دیتے تھے تو فرمایا کرتے تھے یہ عمرؓ کی رائے ہے۔ اگر یہ درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے تو عمرؓ کی طرف سے ہے۔ اور کہا کرتے تھے میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔ اور بیہقی ہی نے حضرت عبداللہ بن عباس اور عطا اور مجاہد اور مالک بن انس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی ایسا نہیں کہ جس کے کلام میں سے بعض پر گرفت نہ کی گئی ہو اور رد نہ کیا گیا ہو۔ اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میری دلیل کو نہیں جانتا اسے لائق نہیں کہ میرے

قول پر فتویٰ دے۔ اور جب آپ فتویٰ دیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے یہ نعمان بن ثابت کی یعنی میری رائے ہے اور یہ اچھی سے اچھی ہے جس پر میں قادر ہوا۔ پس جو اس سے اچھی لائے وہ اولیٰ بالصواب ہے۔ اور امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی ایسا نہیں کہ جس کے کلام میں سے بعض پر گرفت نہ کی گئی ہو اور رد نہ کیا گیا ہو۔

ہم ابن تیمیہ و ابن قیم کے حوالہ سے پہلے لکھ آئے ہیں کہ رائے مذموم وہ ہوا کرتی ہے جو خلاف شریعت ہو۔ ایسی رائے سے امام صاحب کمال نفرت کرتے تھے۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی کتاب المیزان (جزء اول، ص ۵۰) میں لکھتے ہیں:

و اما مانقل عن الائمة الاربعة رضی الله عنهم اجمعین فی ذم الرای فاولهم تبریا من کل رای یخالف ظاهر الشریعة الامام الاعظم ابو حنیفة النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ خلاف ما اضافه الیه بعض المتعصبین ویا فضیحته یوم القیامة من الامام اذا وقع الوجه فی الوجه فان من کان فی قلبه نور لا یتجرا ان یذکر احدا من الائمة بسوء۔

لیکن وہ جو ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے رائے کی مذمت میں نقل کیا گیا ہے سو ان میں سے پہلے ہر ایک خلاف شریعت رائے سے بیزار ہونے والے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں جن کی طرف متعصبین نے خلاف واقع ایسی رائے کی نسبت کر دی ہے۔ وہ قیامت کے دن جب امام صاحب کے روبرو ہوں گی تو کیسے ذلیل ہوں گے کیونکہ جس شخص کے دل میں نور ہو وہ ائمہ میں سے کسی کو برائی کے ساتھ یاد کرنے کی جرات نہیں کرتا۔

بنارسی تو یہ سمجھے بیٹھا ہے کہ امام صاحب کا مذہب رائے ہی رائے ہے۔ حالانکہ یہ

بالکل غلط ہے۔ امام صاحب قیاس و رائے سے صرف اس وقت کام لیتے ہیں جب کوئی نص یا اجماع صحابہ نہ ہو۔ آپ کو حدیث کا اتنا خیال ہے کہ "تقدیم الاثر علی القیاس و الحدیث الضعیف علی الرای" آپ کا مذہب ہے بخلاف دیگر ائمہ کے۔ (عقود الجواہر المنیفہ، ص ٦)

حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب (جزء عاشر، ص ۴۵۱) میں تحریر فرماتے ہیں:

و قال الصنعانی عن ابن معین سمعت عبید بن ابی قرۃ یقول سمعت یحیی بن الضریس یقول شهدت سفیان و اتاه رجل فقال ما تنقم علی ابی حنیفة قال و ماله قال سمعته یقول اٰخذ بکتاب الله فان لم اجد فبسنة رسول الله فان لم اجد فبقول الصحابة اٰخذ بقول من شئت منهم و لا اخرج عن قولهم الی قول غیرهم فاما اذا انتهی الامر الی ابراهیم و الشعبی و ابن سیرین و عطاء فقوم اجتهدوا فاجتهد کما اجتهدوا۔

کہا صنعانی نے۔ ابن معین سے روایت ہے کہ سنا میں نے عبید بن ابی قرہ کو کہ کہتے تھے کہ سنا میں نے یحییٰ بن ضریس کو کہ کہتے تھے میں سفیان کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اس نے سفیان سے پوچھا کہ آپ امام ابو حنیفہ کی کون سی بات ناپسند کرتے ہیں۔ سفیان نے کہا کہ امام صاحب کی کیا دلیل ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے سنا امام ابو حنیفہ کو کہ فرماتے تھے کہ میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر میں کوئی مسئلہ اس میں نہیں پاتا تو رسول اللہ کی سنت کو لیتا ہوں اگر حدیث میں وہ مسئلہ نہیں ملتا تو صحابہ کے قول کو لیتا ہوں۔ ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لے لیتا ہوں۔ اور ان کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا لیکن جب معاملہ ابراہیم و شعبی و

ابن سیرین و عطاء تک پہنچ جائے تو وہ بھی لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا پس میں اجتہاد کرتا ہوں جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (جزء رابع، ص ۷۱۲) میں لکھتے ہیں ان ابا حنیفہ قال لا اتبع الرای و القیاس الا اذا لم اظفر بشئی من الکتاب او السنہ او الصحابہ رضی اللہ عنہم یعنی امام ابو حنیفہ نے فرمایا میں رائے اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا مگر اس وقت جبکہ مجھے قرآن یا حدیث یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کچھ نہ ملے۔ انتہی۔

شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان، ص ۲۹ میں لکھتے ہیں:

فقد جاء عن ابی حنیفۃ من طرق کثیرۃ ما ملخصہ انہ اولا یاخذ بما فی القران فان لم یجد فبالسنۃ فان لم یجد فبقول الصحابۃ فان اختلفوا یاخذ بما کان اقرب الی القران او السنۃ من اقوالھم و لم یخرج عنھم فان لم یجد لاحد منھم قولا لم یاخذ بقول احد من التابعین بل یجتھد کما اجتھدوا۔

امام ابو حنیفہ سے بہت سے طریقوں سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ پہلے قرآن کو لیتے ہیں۔ اگر وہ مسئلہ قرآن میں نہ ملے تو حدیث کو لیتے ہیں۔ اگر حدیث میں نہ ملے تو صحابہ کے قول کو لیتے ہیں۔ اگر صحابہ کا اختلاف ہے تو ان کے اقوال میں سے وہ قول لیتے ہیں جو قرآن یا حدیث کے زیادہ قریب ہو۔ اور صحابہ کے اقوال سے باہر نہیں نکلتے اگر کسی صحابی کا قول نہ ملے تو تابعین میں سے کسی کا قول نہیں لیتے بلکہ اجتہاد کرتے ہیں جیسا انہوں نے اجتہاد کیا۔

امام عبدالوہاب شعرانی کتاب المیزان (جزء اول، ص ۵۶) میں لکھتے ہیں:

و کان رضی اللہ عنہ یقول نحن لا نقیس الا عند الضرورۃ الشدیدۃ و ذلک انا ننظر اولا فی دلیل تلک المسئلۃ من الکتاب و السنۃ او اقضیۃ الصحابۃ فان لم نجد دلیلا قسنا حینئذ مسکوتا عنہ علی منطوق بہ بجامع اتحاد العلۃ بینھما۔

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم قیاس نہیں کرتے مگر وقت سخت ضرورت کے اور وہ یہ ہے کہ ہم پہلے اس مسئلے کی دلیل قرآن و حدیث یا قضایاے صحابہ میں دیکھتے ہیں۔ پس اگر کوئی دلیل نہ پائیں تو اس وقت مسکوت عنہ کو منطوق بہ پر دونوں کے درمیان اتحاد علت کے سبب سے قیاس کر لیتے ہیں۔

امام صاحب کی طرح دیگر ائمہ مجتہدین نے بھی نص و اجماع کی عدم موجودگی میں قیاس کیا ہے بلکہ سب نے قیاس کو ادلہ اربعہ میں شمار کیا ہے مگر خطیب وغیرہ حساد و متعصبین امام صاحب ہی پر اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ خوارزمی اپنی مسند میں اس اعتراض کے جواب میں قیاس کے انواع اربعہ بیان کر کے یوں لکھتے ہیں:

ثم العجب ان ابا حنیفۃ لا یستعمل الا نوعا او نوعین من القیاس و الشافعی یستعمل الانواع الاربعۃ و یراھا حجۃ و یقول الخطیب و امثالہ بان ابا حنیفۃ کان یستعمل القیاس دون الاخبار و ھذا الغلبۃ الھواء و قلۃ الوقوف علی الفقۃ۔

(رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس، ص ۲۰)

پھر تعجب ہے کہ امام ابو حنیفہ قیاس کی ایک یا دو قسمیں ہی استعمال کرتے ہیں اور امام شافعی قیاس کی چاروں قسمیں استعمال کرتے ہیں اور انہیں حجت سمجھتے ہیں مگر بایں ہمہ خطیب اور اس کی مانند اور اشخاص یہ کہتے ہیں

کہ امام ابو حنیفہ احادیث کو چھوڑ کر قیاس استعمال کرتے ہیں ان کا یہ قول خواہش نفسانی کے غلبہ اور فقہ میں واقفیت کی کمی کے سبب سے ہے۔

جناب غوث صمدانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ مکتوبات شریف (مطبوعہ نو لکشور، جلد ثالث، مکتوب ۵۵، ص ۱۰۷-۱۰۸) میں یوں تحریر فرماتے ہیں عجب معاملہ است امام ابو حنیفہ در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم است و احادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند شایان متابعت میداند۔ و بر رائے خود مقدم میدارد و ہمچنیں قول صحابہ را بواسطہ شرف صحبت خیر البشر علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات بر رائے خود مقدم دارد و دیگراں نہ چنیں اند مع ذلک مخالفان او را صاحب رائے میدانند و الفاظیکہ مبنی ز سوء ادب اند باو منسوب میسازند باوجود آنکہ ہمہ بکمال علم و وفور ورع و تقویٰ او معترف اند۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ ایشاں را توفیق دہاد کہ از راس دین و رئیس اسلام سوء ادب ننمایند و سواد اعظم اسلام را ایذا نہ کنند۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم جماعہ کہ ایں اکابر دین را اصحاب رائے میدانند اگر ایں اعتقاد دارند کہ ایشاں برائے خود حکم مے کردند و متابعت کتاب و سنت نمے نمودند پس سواد اعظم از اہل اسلام بزعم فاسد ایشاں ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگہ اہل اسلام بیرون بوند۔ ایں اعتقاد نہ کند مگر جاہلے کہ از جہل خود بے خبر است یا زندیقے کہ مقصودش ابطال شطر دین است۔ ناقصے چند احادیث چند را یاد گرفتہ اند و احکام شریعت را منحصر دراں ساختہ ماورائے معلوم خود را نفی مینمایند و آنچہ نزد ایشاں ثابت شدہ منتفی مے سازند۔

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است
زمین و آسمان او ہماں است

وائے ہزار وائے از تعصب ہائے بارد ایشاں و از نظرہائے فاسد ایشاں بانی فقہ ابو حنیفہ است و سہ حصہ آں او را مسلم داشتہ اند و در ربع باقی ہمہ شرکت دارند۔ در فقہ صاحب خانہ اوست و دیگراں ہمہ عیال وے اند۔ باوجود التزام ایں مذہب مرا با امام شافعی گویا محبت ذاتی است و بزرگ میدانم لہٰذا در بعضے اعمال نافلہ تقلید مذہب او

مینمایم۔ اماچہ کنم کہ دیگر از اباوجود وفور علم و کمال در جنب امام ابو حنیفہ در رنگ طفلان مے یابم۔ والا مرالی اللہ سبحانہ۔ انتہی۔

امام عبدالوہاب شعرانی اس بارے میں کتاب المیزان میں یوں لکھتے ہیں:

فمن اعترض علی الامام ابی حنیفۃ فی عملہ بالقیاس لزمہ الاعتراض علی الائمۃ کلھم لانھم کلھم یشارکونہ فی العمل بالقیاس عند فقدھم النصوص والاجماع۔

جس شخص نے قیاس پر عمل کرنے میں امام ابو حنیفہ پر اعتراض کیا اس کو تمام ائمہ پر اعتراض لازم آیا کیونکہ نصوص و اجماع کے نہ پائے جانے کے وقت قیاس پر عمل کرنے میں وہ سب امام صاحب کے ساتھ شریک ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو قیاس و اجتہاد کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ کیونکہ نصوص متناہیہ اور وقائع غیر متناہیہ ہیں۔ علامہ شہرستانی کتاب ملل و نحل (جزء اول، ص ۱۱۷) میں لکھتے ہیں:

و بالجملۃ نعلم قطعا و یقینا ان الحوادث و الوقائع فی العبادات و التصرفات مما لا یقبل الحصرو العدو نعلم قطعا ایضا انہ لم یرد فی کل حادثۃ نص و لا یتصور ذلک ایضا و النصوص اذا کانت متناھیۃ و الوقائع غیر متناھیۃ و ما لا یتناھی لا یضبطہ ما یتناھی علم قطعا ان الاجتھاد و القیاس من واجب الاعتبار حتی یکون بصدد کل حادثۃ اجتھاد۔

حاصل کلام ہم قطعی اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ عبادات و تصرفات میں حوادث و وقائع بے حد و بے شمار ہیں اور یہ بھی ہم قطعی طور پر جانتے

ہیں کہ ہر ایک حادثہ میں نص وارد نہیں ہوئی اور یہ مقصود بھی نہیں۔
نصوص جب محدود ہوئے اور وقائع غیر محدود۔ اور محدود غیر محدود کو ضبط
نہیں کر سکتا تو قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ اجتہاد و قیاس کو معتبر سمجھنا واجب
ہے یہاں تک کہ ہر ایک حادثہ کے مقابلہ میں اجتہاد ہو۔

اس مقام پر بنارسی اور اس کے ہم مشرب اصحاب کے اطمینان کے لیے قیاس کو اولہ شرعیہ سے ثابت کیا جاتا ہے۔ القیاس فی اللغة التقدیر و فی الشرع تقدیر الفرع بالاصل فی الحکم والعلة (نور الانوار) یعنی قیاس لغت میں اندازہ کرنے کو کہتے ہیں اور شرع میں فرع (مقیس) کو اصل (مقیس علیہ) کے ساتھ حکم اور علت میں لاحق کرنے کو کہتے ہیں۔ انتھی۔

اس تعریف میں حکم سے مراد مقیس علیہ کا حکم ہے جو اولہ ثلاثہ قرآن و حدیث و اجماع میں سے ایک کسی سے ثابت ہو اور علت سے مراد علت شرعیہ جامعہ مشترکہ ہے جس سے حکم مذکور متعلق ہو۔ مثلاً لواطت کی حرمت کو وطی فی حالۃ الحیض کی حرمت پر قیاس کرتے ہیں جو آیہ و لا تقربوھن حتی یطھرن سے معلوم ہے۔ علت شرعیہ مشترکہ اس صورت میں اذی یعنی ناپاکی ہے۔ گچ (جص) اور چونہ قلعی (بوزہ) میں تفاضل کی حرمت کو ان اشیائے ستہ پر قیاس کرتے ہیں جن میں تفاضل حرام ہے بحکم الحنطة بالحنطة الحدیث"۔ علت شرعیہ مشترکہ یہاں قدر و جنس ہے۔ اسی طرح مزنیہ کی ماں کی حرمت کو ائمہ موطوءۃ بہا کی ماں کی حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہے قیاس کرتے ہیں۔ علت شرعیہ اس صورت میں جزئیہ و بعضیہ ہے۔ غرض قیاس ادلہ ثلاثہ سے مستنبط ہوا کرتا ہے۔ قیاس کا حجت شرعی ہونا قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(پ ۲۸، سورہ حشر، ع ۱)

منتہی الارب میں ہے:

اعتبر شگفت نمود و پند گرفت و نیز ایکے را بدیگرے قیاس کرد یقال اعتبر الصاحب بالصاحب و منه حدیث ابن سیرین انی اعتبر الحدیث یعنی یعبر الرویا علی الحدیث و یعتبر به کما یعتبرھا بالقران فی تاویلھا مثل ان یعبر الغراب بالفاسق و الضلع بالمراۃ۔ انتھی

لہٰذا آیت کے معنی یہ ہوئے پس اے آنکھ والو قیاس کرو۔ اگرچہ اس آیت میں قیاس سے مراد خاص ہے یعنی قیاس عقوبت خود بر عقوبت سابقین۔ مگر اصول کا یہ ایک قاعدہ ہے العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب لہٰذا فاعتبروا ہر قیاس کو شامل ہے خواہ وہ عذاب کا قیاس عذاب پر ہو یا فروع شرعیہ کا قیاس اصول پر۔ پس حجیت قیاس اشارۂ نص سے ثابت ہوئی۔

قیاس کے حجت ہونے پر دوسری دلیل حدیث ہے عن عمرو بن العاصی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اجتھد الحاکم فاصاب فله اجران و ان اجتھد فاخطا فله اجر اخرجه الشیخان و ابو داود (تیسیر الوصول الی جامع الاصول' جلد ثانی' ص ۲۱۵) یعنی عمرو بن العاصی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم اجتہاد کرے اور صواب کو پالے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد کرے اور اس میں خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ اس حدیث کو شیخین اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ انتھی۔

عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثه الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لك قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتھد برائی و لا الو فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صدرہ قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسوله لما یرضی به رسول

اللہ رواہ الترمذی وابو داود والدارمی۔

(مشکوۃ باب العمل فی القضاء والخوف منہ)

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا تو کیونکر حکم کرے گا جب تجھے کوئی قضیہ پیش آئے گا۔ حضرت معاذ نے عرض کی کتاب اللہ کی رو سے حکم کروں گا فرمایا اگر تو کتاب اللہ میں نہ پائے۔ عرض کی پس رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر تو رسول اللہ کی سنت میں نہ پائے عرض کی میں اپنی عقل و فکر کو کام میں لاؤں گا اور (اجتہاد میں) کوتاہی نہ کروں گا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے (ثبات و زیادت علم عطا کرنے کے لیے) اپنا ہاتھ مبارک اس کے سینہ میں مارا اور فرمایا سب ستائش اس اللہ کو ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد (معاذؓ) کو اس امر کی توفیق دی جس کو اللہ کا رسول پسند کرتا ہے۔ اس حدیث کو ترمذی و ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے انتھی۔

اس حدیث کی نسبت علامہ سید مرتضیٰ نے یوں لکھا ہے و ھذا الحدیث صحیح ثابت فی الکتب فمن طعن علی الامام ابی حنیفۃ فی استعمالہ الرای و القیاس فقد طعن علی معاذ بل علی النبی ﷺ (عقود الجواہر المنیفہ، ص۱۱) اور یہ حدیث صحیح ثابت ہے کتب احادیث میں۔ پس جس نے طعن کیا امام ابو حنیفہ پر کہ انہوں نے رائے اور قیاس سے کام لیا ہے۔ اس نے بے شک طعن کیا حضرت معاذؓ بلکہ نبی ﷺ پر۔ انتھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں و دریں حدیث دلیل است بر شرعیت قیاس و اجتہاد بر خلاف اصحاب ظواہر کہ منکر قیاس اند۔ انتھی۔

سنن دارمی (ص ۳۴) میں ہے:

اخبرنا یحیی بن حماد ثنا شعبۃ عن سلیمان عن عمارۃ بن عمیر عن حریث بن ظھیر قال

احسبه ان عبد الله قال اتی علینا زمان و مانسال و مانحن هناك و ان الله قدر ان بلغت ما ترون فاذا سالتم عن شئی فانظروا فی كتاب الله فان لم تجدوه فی كتاب الله ففی سنة رسول الله فان لم تجدوه فی سنة رسول الله فما اجمع علیه المسلمون فان لم یكن فیما اجتمع علیه المسلمون فاجتهد رایك و لا تقل انی اخاف و اخشی فان الحلال بین و الحرام بین و بین ذلك امور مشتبه فدع ما یریبك الا ما لا یریبك۔

بحذف اسناد حضرت عبد اللہ (ابن مسعود) نے کہا تحقیق ہم پر ایک وقت آیا کہ لوگ ہم سے سوال نہ کرتے تھے اور ہم اس قابل نہ تھے۔ البتہ اللہ نے مقدر کر دیا تھا کہ میں اس حالت کو پہنچ گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ اگر تم سے کسی شئے کی نسبت سوال کیا جائے پس کتاب اللہ میں دیکھو۔ اگر اسے کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو رسول اللہ کی سنت میں دیکھو اگر رسول اللہ کی سنت میں نہ پاؤ تو مسلمانوں کے اجماع میں دیکھو۔ اگر مسلمانوں کے اجماع میں نہ پاؤ تو اپنی عقل و فکر کو کام میں لاؤ اور یوں نہ کہہ کہ میں خوف کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں۔ کیونکہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں۔ پس شک میں ڈالنے والی بات کو چھوڑ کر وہ امر اختیار کر جو تجھے شک و شبہ میں نہ ڈالے۔ انتھی۔

نیز سنن دارمی (ص ۳۳) میں ہے:

اخبرنا عبد الله بن محمد ثنا ابن عیینة عن عبد الله بن ابی یزید قال كان ابن عباس اذا سئل عن الامر فكان فی القران اخبربه و ان لم یكن فی

القران و کان عن رسول اللہ ﷺ اخبر بہ فان لم یکن فعن ابی بکر و عمر فان لم یکن قال فیہ برایہ۔

(بحذف اسناد) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا جو قرآن میں ہوتا تو قرآن کے ساتھ خبر دیتے اور اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ہوتا تو حدیث کے ساتھ بتاتے۔ اگر حدیث میں نہ ہوتا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے ساتھ بتاتے اگر اس مسئلے میں شیخین رضی اللہ عنہما کا بھی کوئی قول نہ ہوتا تو اپنی رائے کے ساتھ بتاتے۔ انتہی۔

تیسری دلیل قیاس کے حجت ہونے پر اجماع ہے جس کا بیان یوں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کلالہ کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اقول فیھا برائی(ا) فان یکن صوابا فمن اللہ و ان یکن خطا فمنی و من الشیطان یعنی میں اس میں اپنی رائے و قیاس سے کہتا ہوں اگر صواب ہو تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہو تو مجھ سے اور شیطان سے ہے۔ انتہی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کا حاکم بنا کر بھیجا تو اسے عہد لکھ دیا جس میں قیاس کرنے کا حکم تھا۔ فرمایا اعرف الاشیاء و النظائر و قس الامور برایک یعنی اشیاء کو اور ان کی نظائر کو پہچان اور امور کو اپنی رائے سے قیاس کر۔ انتہی۔

حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا انی قد رایت فی الجد رایا فان رایتم ان تتبعوہ فاتبعوہ (البتہ میں نے جد کے بارے میں رائے دی

(ا) ان مثالوں کے لیے دیکھو نہایۃ السوال للامام جمال الدین الاسنوی المتوفی ۷۷۲ھ فی شرح منہاج الوصول الی علم الاصول للقاضی البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ بہامش التقریر و التحبیر للمحقق ابن امیر الحاج مطبوعہ مصر، جزء ثانی، ص ۲۲۸)

ہے۔ پس اگر تم اس رائے کا اتباع پسند کرتے ہو تو اس کا اتباع کرو) اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا ان نتبع رایک فانہ رشد و ان نتبع رای الشیخ قبلک فنعم الرای (سنن دارمی، ص ۸۰) یعنی اگر ہم تیری رائے کا اتباع کریں تو یہ صواب ہے اور اگر ہم تجھ سے پہلے شیخ (ابوبکرؓ) کی رائے کا اتباع کریں پس وہ اچھی رائے ہے۔ انتھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اجتمع رائی و رای عمر علی المنع من بیع امھات الاولاد الان فقد رایت ان یبعن۔

(منہاج السنہ لابن تیمیہ جزء ثالث، ص ۱۹۶)

یعنی میری اور حضرت عمرؓ کی رائے اس امر پر متفق ہوئی کہ امہات الاولاد بیع نہیں ہو سکتیں۔ مگر اب میری رائے ہے کہ وہ بیع ہو سکتی ہیں۔ انتھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھائیوں کے محجوب ہونے میں جد کو ابن الابن پر قیاس کیا اور فرمایا الا یتقی اللہ زید بن ثابت یجعل ابن الابن ابنا و لا یجعل اب الاب ابا۔ یعنی کیا زید بن ثابت اللہ سے نہیں ڈرتا کہ ابن الابن کو بمنزلہ ابن قرار دیتا ہے اور اب الاب کو بمنزلہ اب قرار نہیں دیتا۔ انتھی۔

پس قیاس کا صدور اکابر صحابہ سے ثابت ہوا اور کسی نے ان پر انکار نہ کیا۔ لہٰذا قیاس پر اجماع ثابت ہو گیا۔ و ھو المقصود۔ چونکہ قیاس کی حجت قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے اس لیے جو شخص اس کا منکر ہے وہ حقیقت میں قرآن و حدیث و اجماع کا منکر ہے۔ فافہم۔

بیان مذکورۂ بالا سے بخوبی واضح ہو گیا کہ قیاس شرعی بغیر علم قرآن و حدیث و اجماع کے ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ منطوق بہ ادلہ ثلاثہ میں سے کسی نہ کسی سے ضرور مستنبط ہو گا تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو مسکوت عنہ کو اس پر کیسے حمل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا امام صاحب کا بنا بر قول بنارسی اس میں ماہر ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کو قرآن و حدیث و اجماع کا پورا علم تھا۔ و الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ مذاہب اربعہ جن میں

اہل السنت والجماعہ کا انحصار ہے قیاس کی حجیت کے قائل ہیں اور اسے ادلہ اربعہ میں شمار کرتے ہیں۔ مگر اہل ظاہر اس کے منکر ہیں۔ جیسا کہ گزرا۔

علامہ شہرستانی ملل و نحل (جزء اول، ص ۱۲۱) میں لکھتے ہیں و من اصحاب الظاهر مثل داود الاصفهانی (متوفی ۲۷۰ھ) وغیره ممن لم یجوز القیاس و الاجتهاد فی الاحکام و قال الاصول هو الکتاب و السنة و الاجماع فقط و منع ان یکون القیاس اصلا من الاصول و قال اول من قاس ابلیس و ظن ان القیاس امر خارج عن مضمون الکتاب و السنة و لم یدر انه طلب حکم الشرع من مناهج الشرع و لم ینضبط قط شریعة من الشرائع الا باقتران الاجتهاد به لان من ضرورة الانتشار فی العالم الحکم بان الاجتهاد معتبر و قد راینا الصحابة کیف اجتهدوا و کم قاسوا خصوصا فی مسائل المیراث من توریث الاخوة من الجد و کیفیة توریث الکلالة و ذلك مما لا یخفی علی المتدبر لاحوالهم۔ انتہی۔

اور اصحاب ظاہر میں سے مثل داؤد اصفہانی وغیرہ کے ایسے ہیں جو احکام میں قیاس و اجتہاد کو جائز نہیں سمجھتے۔ اور کہتے ہیں کہ اصول صرف قرآن و حدیث و اجماع ہیں اور منع کرتے ہیں کہ قیاس اصول میں سے ایک اصل ہو، اور کہتے ہیں کہ پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان ہے اور گمان کرتے ہیں کہ قیاس قرآن و حدیث کے مضمون سے ایک خارج امر ہے اور وہ نہیں جانتے کہ قیاس شرع کے طریقوں سے شرع کا حکم طلب کرنا ہے۔ اور شریعتوں میں سے کوئی شریعت کبھی منضبط نہیں ہوئی جب تک کہ اجتہاد کا اقتران اس کے ساتھ نہ ہوا کیونکہ دنیا میں پھیلنے کی ضرورت کے سبب اجتہاد کو معتبر ماننا پڑتا ہے۔ اور ہم نے صحابہ کو دیکھا کہ انہوں نے کیونکر اجتہاد کیا اور کس قدر قیاس کیا۔

[illegible]

وارث بنانے کی کیفیت میں اور یہ امراس شخص سے پوشیدہ نہیں جو صحابہ کرام کے حالات میں تدبر کرنے والا ہو۔ انتہی۔

اگر اصحاب ظاہر قیاس کے منکر ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ان کا اختلاف معتبر نہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام تاج سبکی ذکر اختلاف العلماء فی ان داود و اصحابه هل یعتد بخلافهم فی الفروع کے تحت میں قول ثانی کو بدیں الفاظ تحریر فرماتے ہیں:

(والثانی) عدم اعتباره مطلقا و هو رای الاستاد ابی اسحاق الاسفراینی و نقل منه الجمهور حیث قال قال الجمهور انهم یعنی نفاة القیاس لا یبلغون رتبة الاجتهاد و لا یجوز تقلیدهم القضاء و ان ابن ابی هریرة وغیره من الشافعیین لا یعتدون بخلافهم فی الفروع و هذا هو اختیار امام الحرمین و عزاه الی اهل التحقیق فقال و المحققون من علماء الشافعیة لا یقیمون لاهل الظاهر وزنگو قال فی کتاب ادب القضاء من النهایة کل مسلك یختص به اصحاب الظاهر عن القیاسین فالحکم بحسبه منقوض قال و بحق قال حبر الاصول القاضی ابوبکرانی لا اعدهم من علماء الامة و لا ابالی بخلافهم و لا وفاقهم و قال فی باب قطع الید و الرجل فی السرقة کررنا فی مواضع من الاصول و الفروع ان اصحاب الظاهر لیسوا من علماء الشریعة وانما هم نقلة ان ظهرت الثقة۔ انتهی۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثانی، ص ۴۵)

اور دوسرا قول یہ ہے کہ داؤد اور دیگر اصحاب ظاہر کے اختلاف کا مطلقاً اعتبار

نہیں۔ یہی رائے ہے استاد ابو اسحاق اسفرائنی کی اور اس نے اس رائے کو جمہور سے نقل کیا ہے کیونکہ اس نے کہا کہ جمہور کا یہ قول ہے کہ جو لوگ قیاس کو معتبر نہیں سمجھتے وہ اجتہاد کے رتبہ پر نہیں پہنچتے اور نہ انہیں قاضی بنانا جائز ہے اور کہا کہ ابن ابی ہریرہ وغیرہ نے شافعیہ فروع میں ان کے اختلاف کو معتبر نہیں سمجھتے۔ اسی قول کو امام الحرمین نے اختیار کیا ہے اور اس کو اہل تحقیق کی طرف منسوب کر کے کہا ہے کہ علمائے شافعیہ میں سے محققین اہل ظاہر کی کوئی وقعت نہیں سمجھتے۔ اور نہایہ کی کتاب ادب القضاء میں کہا ہے کہ ہر ایک مسلک جس کے ساتھ مختص ہیں اہل ظاہر بخلاف اہل قیاس کے۔ اس کے مطابق حکم مردود ہے۔ کہا (امام الحرمین نے) کہ عالم اصول قاضی ابوبکر نے سچ کہا ہے کہ میں اصحاب ظاہر کو علمائے امت میں شمار نہیں کرتا۔ اور نہ ان کے اختلاف اور نہ اتفاق کی پرواہ کرتا ہوں اور باب قطع الید والرجل فی السرقہ میں کہا کہ ہم نے اصول و فروع کے کئی مقامات میں بار بار کہا ہے کہ اصحاب ظاہر علمائے شریعت میں سے نہیں ہیں۔ وہ تو صرف ناقلین ہیں۔ اگر ان کی ثقاہت ظاہر ہو۔ انتھی۔

قال البنارسی

نیز حنفیہ نے خود جو شرائط اجتہاد مقرر کیے ہیں جیسا کہ توضیح اور تلویح اور نور الانوار اور فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت وغیرہ میں ہے کہ شرائط اجتہاد تین ہیں۔ ان کا وجود کامل طور سے امام صاحب میں پایا نہیں جاتا۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا میں سب نقل کرتا۔ منصف ناظرین کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ پس جب امام صاحب میں شرائط اجتہاد مفقود تھے تو مجتہد نہ ہوئے اور جب مجتہد نہ ہوئے تو ان کے مسائل کیونکر حیز تسلیم میں آ سکتے ہیں۔ اسی لیے محققین نے اس مذہب کو خیرباد کہا۔ جزاھم اللہ خیراً۔

جب نہ ہووے آشنا کوئی حقیقت آشنا
فی الحقیقت بے حقیقت ہم نہ ہوں تو کون ہو

اقول

توضیح میں ہے باب الاجتهاد شرطه ان یحوی علم

الکتاب بمعانیہ لغۃ و شرعا و اقسامہ المذکورۃ و علم السنۃ متنا و سندا و وجوہ القیاس کما ذکرنا۔

(توضیح و تلویح، مطبوعہ مطبع احمدی، ص ۳۳۸)

اجتہاد کا باب، اجتہاد کی شرط یہ ہے (۱) کہ جامع ہو کتاب یعنی قرآن کے علم کے ساتھ اس کے لغوی اور شرعی معانی کے اور ساتھ اس کے اقسام (خاص و عام و مشترک و مجمل و مفسر وغیرہ) کے جو مذکورہ ہوئے (۲) اور سنت کے علم کے بلحاظ متن اور سند کے (۳) اور وجوہ قیاس کا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ انتھی۔

تلویح میں علامہ تفتازانی نے صدر الشریعہ کے قول کی کسی قدر تشریح کر دی ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ کتاب سے مراد اسی قدر قرآن ہے کہ جس کا تعلق احکام سے ہے اور سنت سے مراد اسی قدر احادیث ہیں کہ جن کا تعلق احکام سے ہے۔ یہ کہنا کہ یہ شرائط امام صاحب میں کامل طور پر موجود نہ تھے، نہایت درجے کی نادانی ہے۔ کیونکہ فقہ اجتہاد ہی کا ثمرہ ہے۔ میاں بنارسی، آپ یہ کہہ کیا رہے ہیں اور کس کی نسبت۔ ذرا ہوش میں آؤ، خدا سے ڈرو۔ قیامت کے روز کیا منہ دکھاؤ گے۔ کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ کے ان اعتراضات سے امام صاحب کی قدر و منزلت کچھ کم ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں بلکہ برعکس اس کے لوگ اس جواب کو پڑھ کر امام صاحب کو اور وقعت کی نظر سے دیکھیں گے۔ امام صاحب مجتہد کیا بلکہ رئیس المجتہدین بلکہ مجتہد گر یعنی اوروں کو مجتہد بنانے والے تھے۔ امام مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی کے خوشہ چین ہیں۔ بنارسی کی بقیہ خامہ فرسائی کا جواب پہلے آچکا ہے۔

قال البنارسی

امام ابو حنیفہ تابعی بھی نہ تھے

اجی اوروں کو جانے دو، خود حنفیہ نے اس بات کی صاف لفظوں میں تصریح کر دی ہے کہ امام صاحب تابعی نہ تھے۔ دیکھو شیخ عبدالحق دہلوی حنفی جو بڑے مداح امام صاحب کے تھے۔ اپنی کتاب اکمال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں حیث قال بعد ذکر

الصحابة الذین ادرك ابو حنیفة زمانهم مانصه و لم یلق ابو حنیفة احدا منهم و لا اخذ عنهم۔ انتهی

یعنی ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے روایت نہیں کی اور ان کو ملاقات کسی صحابی سے نہیں ہوئی۔ اور ملا علی قاری حنفی شرح مسند ابو حنیفہ میں لکھتے ہیں قال الکردی جماعه من المحدثین انکروا ملاقاته مع الصحابه و اصحابه اثبتوه۔ انتهی یعنی امام ابو حنیفہ کی ملاقات کو صحابہ سے محدثین کی جماعت انکار کرتی ہے۔ اور ان کے اصحاب اس کو ثابت کرتے ہیں لیکن بے سند۔

اور علامہ محمد طاہر حنفی تذکرہ میں فرماتے ہیں و کان فی ایام ابی حنیفة اربعة من الصحابة (ثم عدهم و قال) و لم یلق واحدا منهم و لا اخذ عنهم و اصحابه یقولون انه لقی جماعة من الصحابة و روی عنهم و لم یثبت ذلك عند اهل النقل۔ انتهی

یعنی ابو حنیفہ کے زمانہ بچپن میں چار صحابہ تھے (پھر ان کو شمار کر کے کہا ہے کہ) ابو حنیفہ نے ان میں سے کسی کے ساتھ ملاقات نہیں کی اور نہ ان سے روایت کیا اور اصحاب ان کے کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے ایک جماعت صحابہ سے ملاقات کی ہے اور ان سے روایت کیا ہے حالانکہ یہ اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں ہوا۔

ایسا ہی علامہ ممدوح فخر الحنفیہ نے مجمع البحار میں بھی تصریح کی ہے اور خطیب اسماء رجال المشکوۃ میں فرماتے ہیں و کان فی ایامه اربعة من الصحابة انس بن مالك بالبصرة و عبدالله بن ابی اوفی بالکوفة و سهل بن سعد الساعدی بالمدینه و ابو الطفیل عامر بن واثلة بمکة و لم یلق احدا منهم و لا اخذ عنهم۔ انتهی۔ یعنی ابو حنیفہ کے زمانہ میں چار شخص صحابہ سے زندہ تھے۔ (۱) انس بن مالک بصرہ میں (۲) عبداللہ بن ابی اوفی کوفہ میں (۳) سہل بن سعد مدینہ میں (۴) عامر بن واثلہ مکہ میں۔ لیکن ابو حنیفہ

نے کسی ایک سے ان میں سے ملاقات نہیں کی اور نہ ان سے روایت کی۔

اور امام دار قطنی محدث جلیل فرماتے ہیں و لا یصح لابی حنیفۃ سماع من انس و لا رویتہ و لم یلق احدا من الصحابۃ کذا نقلہ العلامۃ ابن الجوزی فی العلل المتناھیۃ۔ انتھی یعنی نہیں صحیح ہوا سننا ابو حنیفہ کا انس سے اور نہ دیکھنا ان کا اور نہ ملاقات کی ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے۔ ایسا ہی علامہ ابن الجوزی نے علل متناہیہ میں نقل کیا ہے۔

اور نامہ دانشوران میں ہے پیروان دعویٰ کنند چنانکہ درک صحبت تابعین نمودہ انداز خدمتِ اصحاب نیز کامیاب شدہ است و لے رائے صواب و قول صحیح آنست کہ باایشان معاصر و ہم عہد بودہ لکن بہ سعادت استفادت و توفیق ملاقات ایشان موفق نگشت۔ انتھی۔

اور علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں النعمان بن ثابت الکوفی ابو حنیفۃ الامام فقیہ مشھور من السادسۃ انتھی ملخصاً یعنی امام ابو حنیفہ طبقہ سادسہ سے ہیں۔ اور مقدمہ تقریب میں فرماتے ہیں والطبقۃ السادسۃ عاصروا الخمسۃ لکن لم یثبت لھم لقاء احد من الصحابۃ کابن جریج۔ انتھی۔ یعنی چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی ملاقات کسی صحابہ سے نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ نے کسی صحابہ سے ملاقات نہیں کی۔ علی ھذا القیاس تاریخ ابن خلکان و جامع الاصول میں ہے اور یہی مذہب جمہور اہل حدیث وغیرہ کا ہے (کثر اللہ سوادھم) معلوم ہوا کہ حنفیوں کی جیسی اور گپیں ہوا کرتی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ابو حنیفہ تابعی تھے۔ ورنہ حقیقت میں صرف دور کے ڈھول سہاونے ہیں۔ باقی اللہ اللہ خیر صلاح۔ ص ۲۵-۲۷۔

اقول

شرح نخبتہ الفکر میں صحابی کی تعریف یوں لکھی ہے وھو من لقی النبی ﷺ مؤمنا بہ و مات علی الاسلام ولو تخللت ردۃ فی

الاصح والمراد باللقاء ما هو اعم من المجالسة و المماشاة و وصول احدهما الى الاخروان لم يكالمه ويدخل فيه رؤية احدهما الاخر سواء كان ذلك بنفسه او بغيره۔ یعنی صحابی وہ ہے جس نے نبی ﷺ سے مومن ہونے کی حالت میں لقاء کی ہو اور اسلام پر مرا ہو اگرچہ درمیان میں مرتد ہو گیا ہو۔ بنا پر قول اصح۔ اور لقاء سے مراد وہ ہے جو اعم ہو باہم بیٹھنے اور باہم پیدل چلنے اور ایک کے دوسرے کے پاس پہنچنے سے اگرچہ اس سے کلام نہ کرے۔ اور لقاء میں داخل ہے ایک کا دوسرے کو دیکھنا خواہ بنفسہ ہو یا غیرہ۔ انتہی۔

اور تابعی کی تعریف یوں لکھی ہے وهو من لقى الصحابى كذلك وهذا هو المختار۔ یعنی تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے لقاء کی ہو اسی طرح جیسا کہ مذکور ہوا (صحابی کی تعریف میں) اور تابعی کی یہی تعریف مختار ہے۔ انتہی۔ صحابی و تابعی کی یہ تعریف احادیث ذیل سے ماخوذ ہے۔

۱۔ حدثنا يحيى بن حبيب بن عربي البصرى ناموسى بن ابراهيم بن كثير الانصارى قال سمعت طلحة بن خراش يقول سمعت جابر بن عبدالله يقول سمعت النبى ﷺ يقول لا تمس النار مسلما رانى او راى من رانى۔

(ترمذی، مطبوعہ مطبع احمدی، میرٹھ، جلد ثانی، باب ما جاء فی فضل من رای النبی ﷺ وصحبہ (ص ۲۲۸)

(ترجمہ بحذف اسناد) حضرت جابر بن عبداللہ کہتے تھے کہ میں نے سنا نبی ﷺ کو کہ فرماتے تھے نہ چھوئے گی آگ اس مسلمان کو جس نے دیکھا مجھ کو یا دیکھا اس کو جس نے دیکھا مجھ کو۔ انتہی۔

۲۔ حدثنى سعيد بن يحيى بن سعيد الاموى، حدثنا

ابی حدثنا ابن جریج عن ابی الزبیر عن جابر قال زعم ابو سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ یاتی علی الناس زمان یبعث منھم البعث فیقولون انظروا ھل تجدون فیکم احدا من اصحاب النبی ﷺ فیوجد الرجل فیفتح لھم بہ ثم یبعث البعث الثانی فیقولون ھل فیھم من رای اصحاب النبی ﷺ فیفتح لھم ثم یبعث البعث الثالث فیقال انظروا ھل ترون فیھم من رای من رای اصحاب النبی ﷺ ثم یکون البعث الرابع فیقال انظرو اھل ترون فیھم احدا رای من رای احدا رای اصحاب النبی ﷺ فیوجد الرجل فیفتح لہ۔

(مسلم مع النووی بھامش القسطلانی، جزء تاسع، ص ۴۲۴)

(ترجمہ بحذف اسناد) حضرت ابو سعید خدری نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ان میں سے لشکر بھیجا جائے گا۔ پس وہ کہیں گے دیکھو کیا تم اپنے درمیان نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو پاتے ہو۔ پس ایک شخص پایا جائے گا۔ اور اس کی برکت سے ان کو فتح ہوگی۔ پھر دوسرا لشکر بھیجا جائے گا۔ پس وہ کہیں گے کیا ان کے درمیان ایسا شخص ہے جس نے نبی ﷺ کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ پس ان کو فتح ہوگی۔ پھر تیسرا لشکر بھیجا جائے گا۔ پس کہا جائے گا دیکھو کیا تم ان کے درمیان دیکھتے ہو اس کو جس نے دیکھا اس کو جس نے دیکھا نبی ﷺ کے اصحاب کو۔ پھر چوتھا لشکر ہوگا۔ پس کہا جائے گا دیکھو کیا تم ان کے درمیان دیکھتے ہو کسی کو جس نے دیکھا اس کو جس نے دیکھا کسی کو جس نے نبی ﷺ کے اصحاب کو دیکھا۔ پس ان کو فتح ہوگی۔ انتھی۔

پس اگر ہم امام صاحب کا کسی صحابی کو صرف دیکھنا ثابت کر دیں تو آپ تابعی ہوں گے۔ اب ذرا کان کھول کر تفصیل سن لیجیے۔

اول: قاضی ابن خلکان شافعی وفیات الاعیان (جزء ثانی، ص ۱۶۳) میں امام صاحب کے ترجمے میں لکھتے ہیں و ذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انہ رای انس بن مالک رضی اللہ عنہ یعنی خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ انتہی۔

دوم: علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ (مجلد اول، ص ۱۵۱) میں امام صاحب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں رای انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ رواہ ابن سعد عن سیف بن جابر انہ سمع ابا حنیفۃ یقول یعنی امام صاحب نے حضرت انس بن مالک کو کئی مرتبہ دیکھا جب وہ کوفہ والوں کے پاس کوفہ میں آئے۔ ابن سعد نے اسے سیف بن جابر سے روایت کیا ہے کہ اس نے امام ابو حنیفہ کو ایسا کہتے سنا ہے۔

سوم: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی تہذیب التہذیب (جزء عاشر، ص ۴۴۹) میں تحریر فرماتے ہیں النعمان بن ثابت التیمی ابو حنیفۃ الکوفی مولی بنی تیم اللہ ابن ثعلبۃ و قیل انہ من ابناء فارس رای انسا۔ یعنی نعمان بن ثابت تیمی ابو حنیفہ کوفی بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کا آزاد کردہ غلام اور کہا گیا ہے کہ وہ اہل فارس میں سے ہے۔ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ انتہی۔

چہارم: علامہ سیوطی شافعی تبییض الصحیفہ ص ۴ میں لکھتے ہیں قد الف الامام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری المقری الشافعی جزء فیما رواہ الامام ابو حنیفۃ عن الصحابۃ (الی ان قال) لکن قال حمزۃ السہمی سمعت الدارقطنی یقول لم یلق ابو حنیفۃ احدا من الصحابۃ الا انہ رای انسا بعینہ و لم یسمع منہ۔

یعنی امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے ایک رسالہ ان احادیث میں تالیف کیا ہے جو امام ابو حنیفہ نے صحابہ سے روایت کی ہیں۔ مگر حمزہ سہمی نے

کہا میں نے سنا دار قطنی کو کہ کہتے تھے ابو حنیفہ صحابہ میں سے کسی سے نہیں ملے مگر آپ نے حضرت انسؓ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور ان سے سماع نہیں کیا۔

مجمع البحار (جلد ثالث، خاتمہ ص ۵۱۵) میں ہے الدارقطنی لم یلق ابو حنیفۃ احدا من الصحابۃ انما رای انسا بعینہ و لم یسمع منہ یعنی دار قطنی نے کہا کہ ابو حنیفہ کسی صحابی سے نہیں ملے۔ انہوں نے حضرت انسؓ کو صرف اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور ان سے سماع نہیں کیا۔ انتھی۔

اسی طرح ابو الحسنات مولانا عبد الحئیؒ اقامتہ الحجہ میں لکھتے ہیں و فی العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ لابن الجوزی فی باب الکفالۃ برزق المتفقۃ قال الدارقطنی ابو حنیفۃ لم یسمع من احد من الصحابۃ و انما رای انس بن مالک بعینہ۔ یعنی ابن جوزی کی کتاب العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ میں باب الکفالہ برزق المتفقہ میں ہے کہ دار قطنی نے کہا کہ ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے سماع نہیں کیا۔ حضرت انس بن مالک کو صرف اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ انتھی۔

ان نقول سے ظاہر ہے کہ بنارسی نے امام دار قطنی کے قول میں تصرف کیا ہے کیونکہ امام موصوف سے سماع کی نفی منقول ہے نہ رویت کی۔

پنجم: قاضی حسین بن محمد مالکی تاریخ خمیس (جزء ثانی، ص ۳۶۴) میں امام صاحب کے حال میں لکھتے ہیں و فی تذنیب الرافعی یقال انہ ادرک انس بن مالک حین نزل الکوفۃ و سمع عطاء بن ابی رباح و زھری و قتادۃ۔ و فی تاریخ الیافعی رای انسا و روی عن عطاء بن ابی رباح و تفقہ علی حماد بن ابی سلیمان و فی تاریخ الیافعی و کان قد ادرک اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک بالبصرۃ و عبداللہ بن ابی اوفی بالکوفۃ و سھل بن سعد الساعدی بالمدینۃ و ابا الطفیل عامر بن

واثلة بمكة۔ انتهى۔

(ترجمہ) اور امام رافعی کی کتاب تذنیب میں ہے کہا جاتا ہے کہ امام صاحب نے انس بن مالک کو پایا جب وہ کوفہ میں اترے اور عطا ابن ابی رباح اور زہری و قتادہ سے سماع کیا۔ اور امام یافعی کی تاریخ میں ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس کو دیکھا ہے اور عطاء بن ابی رباح سے حدیثیں روایت کی ہیں اور حماد بن ابی سلیمان سے فقہ پڑھی۔ اور تاریخ یافعی میں ہے کہ امام صاحب نے صحابہ میں سے چار کو پایا۔ بصرہ میں انس بن مالک کو کوفہ میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو مدینہ میں سہل بن سعد ساعدی کو اور مکہ میں ابو الطفیل عامر بن واثلہ کو۔ انتھی۔

ششم: شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان (الفصل السادس فيمن ادركه من الصحابة رضي الله عنهم ص ۲۲) میں لکھتے ہیں صح كما قاله الذهبي انه راى انس بن مالك وهو صغير و في رواية رايته مرارا۔ انتهى۔

یعنی ثابت ہے جیسا کہ امام ذہبی نے کہا کہ امام صاحب نے بچپن میں حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ انتھی۔

امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرح کئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ سے کوفہ میں آرہے تھے اور وہیں ۸۷ھ میں وفات پائی۔ (تقریب التہذیب للعسقلانی و استیعاب لابن عبد البر) امام صاحب کی پیدائش کوفہ میں ۸۰ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی وفات کے وقت امام صاحب کی عمر سات سال کی تھی۔ یہ بعید از عقل ہے کہ امام صاحب نے اس عرصے میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو نہ دیکھا ہو۔

علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری (جزء اول، ص ۷۹۸) میں کیا اچھا لکھا ہے ابن ابي اوفى اسمه عبدالله وابو اوفى اسمه علقمة بن الحارث الصحابي بن الصحابي شهد بيعة الرضوان و مابعدها من المشاهد و هو اخر من مات من الصحابة

بالکوفۃ سنۃ سبع و ثمانین و قد کف بصرہ و ھو احد من راہ ابو حنیفۃ من الصحابۃ روی عنہ و لا یلتفت الی قول المنکر المتعصب و کان عمر ابی حنیفۃ حینئذ سبع سنین و ھو سن التمییز ھذا علی الصحیح ان مولد ابی حنیفۃ سنۃ ثمانین و علی قول من قال سنۃ سبعین یکون عمرہ حینئذ سبعۃ عشر سنۃ و یستبعد جدا ان یکون صحابی مقیما ببلدہ و فی اھلھا من لا راہ و اصحابہ اخبر بحالہ و ھم ثقات فی انفسھم۔ انتھی۔

ابن ابی اوفی کا نام عبداللہ ہے اور ابو اوفی کا نام علقمہ بن حارث ہے۔ عبداللہ صحابی ہیں اور ان کے والد بھی صحابی ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیعت الرضوان اور اس کے بعد دیگر غزوات میں حاضر تھے۔ جن صحابہ نے کوفہ میں وفات پائی' ان سب سے آخر میں حضرت عبداللہ نے ۸۷ھ میں انتقال فرمایا اور ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔

یہ ایک صحابی ہیں ان صحابہ میں سے جن کو امام ابو حنیفہ نے دیکھا ہے اور ان سے روایت کی ہے اور کسی منکر و متعصب(۱) کے قول کی طرف التفات نہ کی جائے گی اور امام

(۱) (بعض مخالفین اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی وفات کے وقت حضرت امام کی عمر سن سماع حدیث کو نہ پہنچی تھی۔ مگر یہ ان کی نادانی ہے۔ امام بخاری" نے ایک باب متی یصح سماع الصغیر باندھا ہے اور اس کے تحت میں یہ اثر لائے ہیں۔ حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا ابو مسھر قال حدثنی محمد بن حرب قال حدثنی الزبیدی عن الزھری عن محمود بن الربیع قال عقلت من النبی ﷺ مجۃ مجھا فی وجھی وانا ابن خمس سنین من دلو۔ (ترجمہ) حدیث کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث کی ہم سے ابو مسہر نے' کہا حدیث کی مجھ سے محمد بن حرب نے' کہا حدیث کی مجھ سے زبیدی نے۔ اس نے زہری سے' اس نے محمود بن ربیع سے۔ کہا مجھے یاد ہے نبی ﷺ سے ایک کلی پانی کے ڈول سے جو پھینکی آپ نے میرے چہرے میں اور میں پانچ سال کا تھا۔ انتھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اقل سن سماع و تحمل حدیث پانچ سال ہے۔ بعض نے پانچ سال سے بھی کم بتایا ہے۔ فافہم)

ابو حنیفہ کی عمر اس وقت سات کی تھی اور یہ سن تمیز ہے اور یہ اس قول صحیح کے موافق ہے کہ امام ابو حنیفہ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور اس شخص کے قول کے موافق جو قائل ہے کہ امام صاحب کی پیدائس ۷۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر اس وقت سترہ سال کی ہو گی اور یہ نہایت بعید امر ہے کہ ایک صحابی شہر میں مقیم ہو اور شہر میں رہنے والوں میں سے ایسا شخص ہو جس نے اسے نہ دیکھا ہو۔ اور امام صاحب کے اصحاب آپ کے حال سے زیادہ آگاہ ہیں اور وہ بذات خود ثقہ ہیں۔ انتھی۔

کوفہ ہی میں امام صاحب نے حضرت عمرو بن حریث کو دیکھا جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد یہاں آ رہے تھے اور یہیں کے حاکم مقرر ہوئے اور ۸۵ھ میں کوفہ ہی میں وفات پائی۔ (استیعاب لابن عبدالبر) حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ مکہ مشرفہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کی وفات بنا بر قول صحیح ۱۱۰ھ میں ہوئی۔ (تقریب التہذیب) پس امام صاحب کی عمر بنا بر قول صحیح حضرت ابوالطفیل کی وفات کے وقت تیس سال کی تھی۔ امام صاحب نے ۵۵ حج کیے جیسا کہ مناقب امام میں مذکور ہے اور پہلا حج آپ نے اپنے والد ماجد کے ساتھ ۹۶ھ میں کیا تھا (مناقب الامام الاعظم للموفق وللکردری) اس حساب سے امام صاحب نے حضرت ابوالطفیل کی حیات میں چودہ یا پندرہ حج کیے ہوں گے۔ یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ امام صاحب اتنی دفعہ مکہ مشرفہ حاضر ہوئے ہوں اور وہاں جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کے اس جلیل القدر صحابی کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے ہوں۔ غرض امام صاحب نے صحابہ کرام میں سے کئی ایک کو اپنی آنکھ سے دیکھا بلکہ ان سے حدیثیں سنیں اور روایت کیں۔ چونکہ تابعیت کے ثابت کرنے کے لیے صرف رویت کافی ہے لہٰذا ہم ان احادیث کی بحث سے کتاب کو طویل بنانا نہیں چاہتے جو امام صاحب نے صحابہ کرام سے روایت کی ہیں۔ اگر تفصیل مقصود ہو تو تبییض الصحیفہ اور خیرات الحسان کا مطالعہ کیجیے۔

وجوہ مذکورۂ بالا کے سبب فقہاء محدثین نے امام صاحب کی تابعیت کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھو تصریحات ذیل۔

اول: امام ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی کشف الاسرار شرح منار الانوار (جزء اول، ص ۵) میں فقہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں و اصحابنا رحمهم الله هم السابقون فی هذا الباب فاول من فرع سراج الامة ابو حنيفة رحمة الله فانه ولد فی عهد الصحابة رضی الله عنهم و لقی ستة منهم كانس بن مالك و عبدالله بن الحارث بن جزء و عبدالله بن انيس و عبدالله بن ابی اوفی و واثلة بن الاسقع و معقل بن يسار و فی جابر بن عبدالله اختلاف۔

ہمارے اصحاب رحمہم اللہ اس باب میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ پہلے جنہوں نے اجتہاد کیا سراج الامہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ کیونکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں پیدا ہوئے اور ان میں سے چھ سے ملاقات کی جیسا انس بن مالک اور عبداللہ بن حارث بن جزء اور عبداللہ بن انیس اور عبداللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع اور معقل بن یسار اور صرف جابر بن عبداللہ میں اختلاف ہے۔ انتھی۔

دوم: ہدایہ کے قول ولا تقبل شهادة من يظهر سب السلف کے تحت میں علامہ اکمل الدین نے عنایہ میں اور علامہ بدر الدین عینی نے بنایہ میں اور علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں سلف کی تشریح صحابہ و تابعین سے کر کے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ تابعین میں سے ہیں۔

سوم: علامہ سیوطی تبییض الصحیفہ ص ۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔ قد الف الامام ابو معشر عبدالكريم بن عبدالصمد الطبری المقری الشافعی جزء فيما رواه الامام ابو حنيفة عن الصحابة ذكر فيه قال ابو حنيفة لقيت من اصحاب رسول الله ﷺ سبعة۔ انتهى۔

امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے ایک رسالہ ان احادیث

میں تالیف کیا جو امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام سے روایت کی ہیں۔ اس میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے سات سے ملا ہوں۔ انتھی۔

علامہ ممدوح آگے چل کر لکھتے ہیں و وقفت علی فتیا رفعت الی الشیخ ولی الدین العراقی (صورتها) هل روی ابو حنیفة عن احد من اصحاب النبی ﷺ و هل یعد هو فی التابعین ام لا۔ (فاجاب بما نصه) الامام ابو حنیفة لم یصح له روایة عن احد من الصحابة و قد رای انس بن مالک فمن یکتف فی التابعی بمجرد رویة الصحابی یجعله تابعیا و من لا یکتف بذلک لا یعده تابعیا و رفع هذا السوال الی الحافظ ابن حجر (فاجاب بما نصه) ادرک الامام ابو حنفیة جماعة من الصحابة لانه ولد بکوفة سنة ثمانین من الهجرة و بها یومئذ من الصحابة عبدالله بن ابی اوفی فانه مات بعد ذلک بالاتفاق و بالبصرة یومئذ انس بن مالک و مات سنه تسعین او بعدها و قد اورد ابن سعد بسند لا باس ان ابا حنیفة رای انسا و کان غیر هذین من الصحابة بعدة من البلاد احیاء و قد جمع بعضهم جزء فیما ورد من روایة ابی حنیفة عن الصحابة لکن لا یخلو اسنادها من ضعف و المعتمد علی ادراکه ما تقدم و علی رویته لبعض الصحابة ما اورده ابن سعد فی الطبقات فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعین و لم یثبت ذلک لاحد من ائمة الامصار المعاصرین له کالاوزاعی بالشام و حمادین بالبصرة و الثوری بالکوفة و مالک بالمدینة

و مسلم بن خالد الزنجی بمکۃ و اللیث بن سعد بمصر واللہ اعلم۔ انتھی۔

(ترجمہ) مجھے ایک فتویٰ معلوم ہوا جو شیخ ولی الدین عراقی سے طلب کیا گیا۔ اس کی صورت یہ ہے کیا امام ابو حنیفہؒ نے نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کسی سے روایت کی ہے اور آیا آپ تابعین میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں۔ پس شیخ ولی الدین نے بدیں الفاظ جواب دیا امام ابو حنیفہ کی روایت صحابہ کرام میں سے کسی سے ثابت نہیں۔ البتہ آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔ پس جو شخص تابعی ہونے کے لیے صحابی کی مجرد رویت کو کافی سمجھتا ہے وہ امام ابو حنیفہ کو تابعی قرار دیتا ہے اور جو مجرد رویت کو کافی نہیں جانتا وہ آپ کو تابعی نہیں سمجھتا۔

اور یہ سوال حافظ ابن حجر (عسقلانی) سے بھی پوچھا گیا۔ پس آپ نے بدیں الفاظ جواب دیا۔ امام ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا کیونکہ آپ کوفہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں اس وقت صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی تھے کیونکہ انہوں نے بالاتفاق اس کے بعد وفات پائی ہے۔

اور بصرہ میں اس وقت حضرت انس بن مالک تھے جن کی وفات ۹۰ھ میں یا اس کے بعد ہوئی۔ اور ابن سعد نے سند لاباس بہ کے ساتھ روایت کی کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس کو دیکھا ہے اور ان دو کے سوا صحابہ کرام میں سے کئی اور شہروں میں صحابی زندہ تھے۔ بعض نے ایک رسالہ ان احادیث میں تالیف کیا ہے جو امام ابو حنفیہ نے صحابہ کرام سے روایت کیں مگر ان کی سندیں ضعف سے خالی نہیں۔ امام صاحب کے ادراک صحابہ میں معتمد وہ ہے جو [illegible] آچکا۔ اور آپ کے رویت بعض صحابہ میں متمند وہ ہے جسے ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے۔ پس امام صاحب اس اعتبار سے طبقہ تابعین میں سے ہیں اور یہ فضیلت امام صاحب کے ہم عصر ائمہ (مثلاً اوزاعی شام میں اور ہر دو حماد بصرہ میں اور ثوری کوفہ میں اور مالک مدینہ میں اور مسلم بن خالد زنجی مکہ میں اور لیث بن سعد مصر میں) میں سے کسی کے لیے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم۔ انتھی۔

حافظ ابن حجر نے جو تہذیب التہذیب (جزء عاشر' ص ۴۵۱) میں لکھا ہے و قال الصغانی عن ابن معین سمعت عبید بن ابی قرۃ یقول سمعت یحیی بن الفرس یقول شھدت سفیان و اتاہ رجل فقال ما تنقم علی ابی حنیفۃ قال و ما لہ قال سمعتہ یقول اٰخذ بکتاب اللہ فان لم اجد فبسنۃ رسول اللہ فان لم اجد فبقول الصحابۃ اٰخذ بقول من شئت منھم و لا اخرج عن قولھم الی قول غیرھم فاما اذا انتھی الامر الی ابراھیم و الشعبی و ابن سیرین و عطاء فقوم اجتھدوا فاجتھد کما اجتھدوا۔

اس میں بھی امام صاحب کے تابعی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ بنارسی نے صرف تقریب التہذیب سے حافظ ابن حجر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب طبقہ سادسہ سے ہیں جن کی ملاقات کسی صحابی سے نہیں ہوئی۔ ہم نے حافظ ممدوح کی کتاب شرح نخبتہ الفکر سے تابعی کی تعریف نقل کی۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ تابعیت کے ثبوت کے لیے صرف رویت صحابی کافی ہے۔ پھران کی دوسری کتاب تہذیب التہذیب نے امام صاحب کا حضرت انسؓ کو دیکھنا نقل کیا ہے۔ پھران کا فتویٰ بحوالہ علامہ سیوطی نقل کیا ہے جس میں انہوں نے امام صاحب کی تابعیت کی تصریح فرمادی ہے۔ علاوہ ازیں دیگر ائمہ اعلام کی تصریحات بھی اوپر مذکور ہوئیں۔ ان تمام کو پس انداز کرنا اور صرف تقریب کی عبارت کو پیش کرنا بعید از انصاف ہے۔ تقریب التہذیب' تہذیب التہذیب کا خلاصہ ہے۔ جیسا کہ کشف الظنون سے ظاہر ہے اور تہذیب التہذیب سے ثابت ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ لہٰذا تقریب سے نفی رویت ثابت نہ ہونی چاہیے۔ اگر ہم عبارت تقریب کو صحیح تسلیم کرلیں تو امام صاحب کی تابعیت کے بارے میں حافظ ابن حجر کے دو قول ہوں گے۔ مگر اس صورت میں موافق قاعدہ' تہذیب التہذیب کے قول ہی کو ترجیح ہوگی۔ جو مفتی بہ بھی ہے۔ کیونکہ

اس میں دیگر اجلہ علماء کی موافقت ہے۔ فافھم و لا تعجل۔

چہارم: حافظ ابوالفضل العراقی نے امام صاحب کو ان تابعین میں شمار کیا ہے' جنہوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی۔ چنانچہ علامہ سیوطی تدریب الراوی' ص۱۲۶ میں روایت الاکابر عن الاصاغر کے تحت میں یوں لکھتے ہیں وعدھم الحافظ ابوالفضل (۱) العراقی نیفا و خمسین ابراھیم بن میسرۃ و ایوب السختیانی و بکیر بن الاشج و ثابت بن عجلان و ثابت البنانی و جریر بن حازم و حبان ابن عطیۃ و حبیب بن ابی موسی و جریر بن عثمان الرحبی و الحکم بن عتبۃ و حمید الطویل و داود بن قیس و داود بن ابی ھند و الزبیر بن عدی و سعید بن ابی ھلال و سلمۃ بن دینار و ابو اسحاق سلیمان الشیبانی و سلیمان الاعمش و عاصم الاحول و عبداللہ بن عبدالرحمن ابن یعلی الطائفی و عبداللہ بن عون و عبداللہ بن ابی ملیکۃ و عبدالرحمن بن حرملۃ و عبدالعزیز بن رفیع و عبدالملک بن جریج و عبداللہ بن عمر العمری و عطاء بن ابی رباح و عطاء بن السائب و عطاء الخراسانی و

(۱) حافظ العصر زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمن شافعی ۷۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ فن حدیث میں ماہر تھے۔ علامہ سبکی و علائی و ابن کثیر وغیرہ ہم عصروں نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ الفیہ اور اس کی شرح تخریج احادیث الاحیاء' تکملہ شرح الترمذی لابن سید الناس وغیرہ ان کی تصنیف سے ہیں۔ ۸ شعبان ۸۰۶ھ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے حافظ فقیہ ولی الدین احمد عراقی ماہ ذی الحج ۷۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ فقہ میں امام بلقینی کے شاگرد ہیں۔ شرح البھجہ' مختصر المہمات' شرح جمع الجوامع وغیرہ ان کی تصنیف سے ہیں۔ ۲۷ شعبان ۸۲۶ھ میں وفات پائی۔ دیکھو حسن المحاضرہ للسیوطی' مطبوعہ مصر' جزء اول' ص۱۶۸'۱۷۰)

العلاء بن الحرث الشامی و علی بن الحکم البنانی و عمرو بن دینار و ابو اسحق عمرو السبیعی و قتادۃ و محمد بن اسحق بن یسار و محمد بن حجادۃ و محمد بن عجلان و ابو الزبیر محمد بن مسلم و محمد بن مسلم الزھری و مطر الوراق و مکحول و موسی ابی عائشۃ و ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت و ھشام بن عروۃ و ھشام بن الغاز و وھب بن منبہ و یحیی بن ابی کثیر و یزید بن ابی حبیب و یزید بن ابی الزناد و یعقوب بن عطاء بن ابی رباح۔ انتھی۔

پنجم: علامہ قسطلانی نے امام صاحب کو تابعین کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (مطبوعہ مصر، جزء اول، ص ۲۸۲) میں باب الصلاۃ فی الثوب الواحد میں لکھتے ہیں و ھذا مذھب الجمھور من الصحابۃ کابن عباس و علی و معاویۃ و انس بن مالک و خالد بن الولید و ابی ھریرۃ و عائشۃ و ام ھانی و من التابعین الحسن البصری و ابن سیرین و الشعبی و ابن المسیب و عطاء و ابی حنیفۃ و من الفقھاء ابو یوسف و محمد و الشافعی و مالک و احمد فی روایۃ و اسحاق بن راھویہ۔ انتھی۔

ششم: شیخ عبدالحق محدث دہلوی دیباچہ شرح سفر السعادت ص ۲۰ میں ائمہ اربعہ کے ذکر میں یوں لکھتے ہیں اقدم و اسبق ایشاں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ست ولادت وے در سنہ ثمانین و وفاتش در مائتہ و خمسین۔ و جماعہ را اختلاف ست در آنکہ وے از تابعین است یا تبع تابعین باتفاق بر آنکہ در روزگار وے چندیں از صحابہ بودہ اند انس بن مالک بصرہ و عبداللہ بن ابی اوفی در کوفہ و سہل بن سعد الساعدی بمدینہ و ابو الطفیل عامر بن واثلہ کہ آخر صحابہ رسول اللہ ﷺ است در وفات بمکہ۔ و بعضے جز ایں چہار تن را

نیز شمردہ اند۔ صاحب جامع الاصول گوید کہ ملاقات ابو حنیفہ بایں ہا و اخذ حدیث از ایشاں نزد ارباب نقل بہ ثبوت نرسیدہ۔ و اصحاب وے مے گویند کہ وے جماعہ از صحابہ را دریافتہ و از ایشاں روایت کردہ است۔ و ویرا مسندے است کہ احادیث را دروے از صحابہ مذکورین روایت کردہ است گفت بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین خصہ اللہ بمزید العلم والیقین و در واقع از حساب عقل بسے دور نماید کہ صحابہ رسول در روزگار وے باشند و وے قصد ملاقات ایشاں نہ کند و ایشان را در نیابد بآنکہ وجود قدوم او دریں بلاد کہ ایشاں بودہ اند ثابت شدہ و مدت بیست سال زندگانی کردہ چہ وجود صحابہ تا آخر مائۃ بصحت رسیدہ است ماناکہ حق باصحاب اوست کہ گویند جماعہ صحابہ را دریافتہ است واللہ اعلم۔ انتھی۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ بنارسی نے جو اکمال فی اسماء الرجال کی عبارت لکھی وہ محدث دہلوی نے جامع الاصول سے نقل کی ہے۔ یہ کہنا کہ شیخ نے اس کو تسلیم کر لیا ہے سراسر غلط ہے۔ کیونکہ شیخ تو صاحب جامع الاصول کے اس قول کی تردید کرتے ہیں اور ایک جماعت صحابہ سے ملاقات و روایت کو ثابت کرتے ہیں۔

ہفتم: شرح نخبۃ الفکر میں تابعی کی تعریف کے تحت میں جو لکھا ہے و ھذا ھو المختار اس پر علامہ علی القاری یوں لکھتے ہیں قولہ و ھذا ای التعریف للتابعی ھو المختار قال العراقی و علیہ عمل الاکثرین و قد اشار النبی ﷺ الی الصحابۃ و التابعین بقولہ طوبی لمن رانی و امن بی و طوبی لمن رای من رانی الحدیث فاکتفی فیھما بمجرد الرویۃ قلت و بہ یندرج الامام الاعظم فی سلک التابعین. فانہ قد رای انس بن مالک و غیرہ من الصحابۃ علی ما ذکرہ الشیخ الجزری فی اسماء رجال القراء و الامام التوربشتی فی تحفۃ المسترشدین و صاحب کشف الکشاف فی سورۃ المؤمنین و صاحب مراۃ الجنان و غیرھم من العلماء

المتبحرين فمن نفى انه تابعى فاما من التتبع القاصر او التعصب الفاتر۔

(حاشیہ شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ مطبع سعادت، استنبول، ص ۶۳)

یعنی عراقی نے کہا کہ اس تعریف تابعی پر اکثر کا عمل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی و تابعی کی تعریف کی طرف اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے کہ خوشی ہو اس کو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور خوشی ہو اس کو جس نے دیکھا اس کو جس نے مجھے دیکھا۔ پس آپ نے صحابہ و تابعین ہر دو میں مجرد رویت پر اکتفا فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے امام اعظمؒ تابعین کے زمرہ میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ نے حضرت انس بن مالک وغیرہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ جیسا کہ شیخ جزری نے اسماء رجال القراء میں اور امام تورپشتی نے تحفہ المسترشدین میں اور صاحب کشف الکشاف نے سورہ مومنین میں اور صاحب مراۃ الجنان وغیرہ علمائے متبحرین نے ذکر کیا ہے۔ پس جس شخص نے امام صاحب کی تابعیت کی نفی کی، اس کی وجہ اس کی تلاش کا قصور یا تعصب شدید ہے۔ انتھی۔

مولانا عبدالحیٔ مرحوم اقامۃ الحجہ میں لکھتے ہیں و فی طبقات الحنفية لعلى القارى قد ثبتت رؤيته لبعض الصحابة و اختلف فى روايته عنهم و المعتمد ثبوتها كما بينته فى سند الانام شرح مسند الامام۔ انتهى۔

یعنی علی القاری کی کتاب طبقات الحنفیہ میں ہے کہ امام صاحب کا بعض صحابہ کو دیکھنا ثابت ہے اور ان سے روایت کرنے میں اختلاف ہے۔ اور معتمد ثبوت ہے روایت کا جیسا کہ میں نے بہ سند الانام شرح مسند الامام میں بیان کیا ہے۔ انتھی۔

بنارسی نے شرح مسند امام سے امام کردری کا پورا قول نقل نہیں کیا اور وہ یہ ہے و قال قال الكردرى رحمه الله تعالى جماعة من المحدثين انكروا ملاقاته مع الصحابة و اصحابه اثبتوه بالاسانيد

العدل العالم اولی من النافی۔

(شرح مسند الامام لعلی القاری، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، ص ۲۸۵)

اور کہا (سخاوی نے) کہ کہا کردری رحمہ اللہ تعالیٰ نے محدثین کی ایک جماعت نے انکار کیا امام صاحب کی ملاقات سے ساتھ صحابہ کے۔ اور امام صاحب کے اصحاب نے اسے ثابت کیا ہے ساتھ صحیح حسن اسنادوں کے اور وہ محدثین کی نسبت امام صاحب کے حالات سے زیادہ واقف ہیں اور مثبت عادل عالم بہتر ہے نفی کرنے والے سے۔ انتھی۔

بنارسی نے واصحابہ اثبتوہ کے بعد کی عبارت بالاسانید الصحاح الخ عمداً چھوڑ دی ہے۔ واصحابہ اثبتوہ کا اردو ترجمہ یوں کیا ہے اور ان کے اصحاب اس کو ثابت کرتے ہیں لیکن بے سند۔ اس ترجمہ میں الفاظ لیکن بے سند بنارسی نے اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں۔ بنارسی نے جو عبارت تذکرہ سے نقل کی ہے وہ جامع الاصول سے لی گئی ہے جیسا کہ محدث دہلوی نے مقدمہ شرح سفر السعادت میں تصریح کر دی ہے۔ علامہ محمد طاہر نے تذکرہ کے علاوہ مجمع البحار اور مغنی میں بھی یہی عبارت نقل کی ہے۔ اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ علامہ موصوف تابعیت امام کے نافی ہیں۔ کیونکہ عدم لقاء سے نفی رویت لازم نہیں آتی جیسا کہ امام دارقطنی کے قول سے جو مجمع البحار میں مذکور ہے ظاہر ہے۔ کتاب تذکرہ ہمارے پاس موجود نہیں۔ لہٰذا ہم علامہ ممدوح کی دوسری کتاب مغنی سے امام صاحب کا تمام حال نقل کر کے اس امر کو اور واضح کر دیتے ہیں کہ نہ صرف قول مذکور بلکہ یہ تمام حال جامع الاصول سے لفظ بلفظ لیا گیا ہے اور وہ یہ ہے:

النعمان بن ثابت ابن زوطا بن ماہ الامام الکوفی مولی تیم اللہ بن ثعلبۃ و ھو من رھط حمزۃ الزیات و کان خزازا یبیع الخزو کان جدہ من اھل کابل و قیل بابل و قیل من الانبار و کان مملوکا لنبی تیم اللہ فاعتق قال اسمعیل ابن حماد بن ابی حنیفۃ نحن من ابناء فارس من

الاحرار والله ما وقع علينا رق قط ولد جدی سنة ثمانين ذهب به الى على بن ابی طالب و هو صغير فدعا له بالبركة فيه و فی ذريته و مات ببغداد سنة خمسين و مائة على الاصح و كان فی ايامه اربعة من الصحابة انس بن مالك بالبصرة و عبدالله بن ابی اوفی بالكوفة و سهل بن سعد بالمدينة و ابو الطفيل بمكة ولم يلق احدا منهم ولا اخذ عنه و اصحابه يقولون انه لقى جماعة من الصحابة و روى عنهم ولا يثبت عند اهل النقل۔ اخذ الفقه عن حماد بن ابی سليمان و سمع عطاء بن ابی رباح و ابا اسحق السبيعی و محارب بن دثار و الهيثم بن حبيب و محمد بن المنكدر و نافعا مولى ابن عمرو هشام بن عروة و سماك بن حرب و روى عنه عبدالله بن المبارك و وكيع بن الجراح و يزيد بن هارون و علی بن عاصم و يوسف و محمد بن الحسن و غيرهم نقله المنصور من الكوفة الى بغداد فاقام بها الى ان مات و كان اكرهه ابن هبيرة ايام مروان على القضاء بالكوفة فابى فضربه مائة سوط فی عشرة ايام فلما رای ذلك خلى سبيله و اكرهه المنصور عليه بعد اشخاصه الى العراق فابى و حلف و حلف المنصور فحبسه و مات فی السجن و قيل افتدى نفسه قال الشافعی قيل لما لك هل رايت ابا

حنیفة قال نعم رایت رجلا لو کلم فی ھذہ الساریة ان یجعلھا ذھبا لقام بحجتہ و قال من اراد الحدیث فعلیہ بمالک و من اراد الجدل فعلیہ بابی حنیفة و قال من اراد ان یتحری فی الفقہ فھو عولہ علی ابی حنیفة و لو ذھبنا الی شرح مناقبہ لاطلنا الخطب و لم نصل الی الغرض فانہ کان عالما عاملا عابدا و رعا تقیا اماما فی علوم الشریعة و قد نسب الیہ من الاقاویل مایجل قدرہ عنھا من خلق القران و القدر و الارجاء و غیر ذلک و لا حاجة الی ذکر قائلھا۔ و الظاھر انہ کان منزھا عنھا و یدل علیہ ما یسر اللہ لہ من الذکر المنتشر فی الافاق و علم طبق الارض و الاخذ بمذھبہ و فقھہ فلو لم یکن للہ سر خفی فیہ لما جمع لہ شطر الاسلام او ما یقاربہ علی تقلیدہ حتی عبد اللہ بفقھہ و عمل برایہ الی یومنا ما یقارب اربعمائة و خمسین سنة و فیہ ادل دلیل علی صحتہ و قد جمع ابو جعفر الطحاوی و ھو اکثر الاٰخذین بمذھبہ کتابا سماہ عقیدہ ابی حنیفة و ھی عقیدة اھل السنة و لیس فیہ شیٔ مما نسب الیہ و اصحابہ اخبر بحالہ و قد ذکر ایضا سبب قول من قال عنہ و لا حاجة لنا الی ذکرہ فان مثل ابی حنیفة و محلہ فی الاسلام لا یحتاج الی دلیل

الاعتذار۔ انتھی۔

نعمان بن ثابت بن زوطا بن ماہ امام کوفی آزاد کیے ہوئے غلام تیم اللہ بن ثعلبہ کے اور وہ حمزہ زیات کے گروہ سے ہیں اور وہ خزاز تھے کہ جامہ پشمین و پوستین بیچا کرتے تھے۔ آپ کے دادا اہل کابل سے تھے۔ کہا گیا ہے کہ اہل بابل تھے اور کہا گیا ہے کہ اہل انبار سے تھے اور بنی تیم اللہ کے غلام تھے۔ پس آزاد کیے گئے کہا اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ نے کہ کہ ہم ابنائے فارس سے احرار میں سے ہیں۔ اللہ کی قسم ہم پر کبھی غلامی کا داغ نہیں لگا۔ میرے دادا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور بچپن (امام صاحب کے والد حضرت ثابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے نہ کہ امام ابو حنیفہؒ فافہم) میں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس لائے گئے۔ پس آپ نے ان کے حق میں اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے برکت دی۔ اور بعد از میں بنابر قول اصح ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے زمانے میں چار صحابی موجود تھے۔ حضرت انس بن مالک بصرہ میں اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کوفہ میں اور سہل بن سعد مدینہ میں اور ابو الطفیل مکہ میں۔ آپ ان میں سے کسی سے نہیں ملے اور نہ کسی سے اخذ کیا مگر آپ کے اصحاب کہتے ہیں کہ آپ صحابہ کی ایک جماعت سے ملے ہیں اور ان سے روایت کی ہے۔ اور یہ ملاقات و روایت اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں۔

آپ نے فقہ حماد بن ابی سلیمان سے پڑھی اور عطاء بن ابی رباح و ابو اسحاق سبیعی و محارب دثار و ہیثم بن حبیب و محمد بن منکدر و نافع مولیٰ ابن عمر و ہشام بن عروہ و سماک بن حرب سے حدیثیں سنیں۔ اور عبداللہ بن مبارک و وکیع بن جراح و یزید بن ہارون و علی بن عاصم و یوسف و محمد بن الحسن وغیرہ نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ خلیفہ منصور آپ کو کوفہ سے بغداد میں لے گیا۔ پس آپ بغداد میں مقیم ہوئے یہاں تک کہ وہیں وفات

پائی۔ ابن ہبیرہ نے مروان کے عہد میں آپ کو کوفہ کی قضاء کے لیے مجبور کیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اس لیے اس نے دس دن میں آپ کے سو کوڑے مارے۔ پس جب اس نے یہ حال دیکھا تو آپ کو چھوڑ دیا۔ اور منصور نے عراق میں لانے کے بعد آپ کو قضاء پر مجبور کیا مگر آپ نے انکار کیا اور قسم کھائی اور منصور نے بھی قسم کھائی۔ پس آپ کو قید کر دیا اور قید خانہ ہی میں آپ نے وفات پائی۔ اور کہا گیا ہے کہ فدیہ دے کر آپ نے اپنے تیئں آزاد کروالیا۔

امام شافعی نے کہا کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا۔ فرمایا ہاں میں نے ایسا شخص دیکھا اگر وہ اس ستون میں کلام کرے تاکہ اسے سونے کا بنا دے تو بے شک اپنی حجت سے کر دے۔ اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص حدیث کا طالب ہو اسے امام مالک کی خدمت میں جانا چاہیے' اور جو علم کلام کا طالب ہو اسے امام ابو حنیفہ کی خدمت میں جانا چاہیے' اور کہا جو شخص فقہ کا طالب ہو وہ امام ابو حنیفہ کا عیال ہے۔ اور اگر ہم امام صاحب کے مناقب کی شرح کرنے لگیں تو اس کار بزرگ کو ہم طویل کر دیں گے اور پھر بھی مقصود کو نہ پہنچیں گے۔ کیونکہ امام صاحب عالم' عامل' عابد' پرہیزگار' خدا ترس اور علوم شریعت کے امام تھے۔

آپ کی طرف ایسے اقوال منسوب ہیں جن سے آپ کی قدر و منزلت ارفع و اعلیٰ ہے۔ یعنی خلق قرآن و قدر و ارجاء وغیرہ۔ ایسے اقوال کے قائل کا ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آپ ایسے اقوال سے پاک و منزہ تھے' اور اس پر دلالت کرتے ہیں وہ فضائل جو اللہ نے آپ کو عطا کیے۔ یعنی آفاق میں آپ کا ذکر خیر اور علم طبق الارض اور آپ کے مذہب و فقہ کی تقلید۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی راز خفی نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسلام کے نصف یا قریب نصف کو آپ کی تقلید پر جمع نہ کرتا۔

حتیٰ کہ آپ کی فقہ سے اللہ کی عبادت کی گئی اور آپ کے اجتہاد پر عمل کیا گیا اس دن تک کہ قریباً چار سو پچاس سال ہوتے ہیں۔ اس میں آپ کے مذہب کی صحت پر بہت بڑی دلیل ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی نے جو امام صاحب کے مذہب پر اکثر عمل کرنے والوں میں سے ہیں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام عقیدہ ابی حنیفہ رکھا ہے اور وہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اور اس میں کوئی ایسی شئے نہیں جو آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اور امام صاحب کے اصحاب آپ کے حال سے غیروں کی نسبت زیادہ واقف ہیں۔ امام طحاوی نے ایسے اتہامات کا سبب بھی بتایا ہے مگر ہمیں اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ابو حنیفہ جیسا امام اور اسلام میں آپ کا پایہ عذر خواہی کی دلیل کا محتاج نہیں۔ انتہی۔

یہ ترجمہ زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میرا مصنف علامہ ابو السعادت مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالوحد الشیبانی الجزری صاحب جامع الاصول (متوفی ۱۱ جمادی الاخریٰ ۶۰۶ھ) ہے۔ جیسا کہ الفاظ و عمل برایۃ الی یومنا مایقارب اربعمائۃ و خمسین سنۃ سے ظاہر ہے۔ کیونکہ امام صاحب کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور قریباً ۶۰۰ھ تک جو جامع الاصول کی تصنیف کا وقت ہے قریب ساڑھے چار سو سال کے ہوتے ہیں۔ مزید بریں یہ کہ مصنف حنفی اصحاب ابو حنیفہ کی نسبت کبھی یوں نہ کہے گا و اصحابہ یقولون بلکہ وہ کہے گا و اصحابنا یقولون علاوہ ازیں مغنی کے شروع میں رموز کے ذکر میں لکھا ہے فان عدم شئی او وجد ج فمن الجامع یعنی اگر کوئی رمز نہ ہو یا ج پایا جائے تو وہ جامع الاصول سے ہوگا۔ انتہی۔

اب غور کیجئے کہ امام صاحب کے ترجمہ کے شروع میں کوئی رمز نہیں۔ لہٰذا موافق تصریح علامہ محمد طاہر یہ تمام عبارت صاحب جامع الاصول کی ہے۔ بنارسی نے جو عبارت زیر بحث اسماء رجال المشکوٰۃ للخطیب سے نقل کی ہے وہ بھی جامع الاصول ہی سے ماخوذ

ہے۔ چنانچہ خود خطیب نے اسی اسماء الرجال کے خاتمہ پر جامع الاصول کو منجملہ مآخذ کتاب لکھا ہے۔ اس عبارت جامع الاصول کا جواب تو بحوالہ شرح سفر السعادت اوپر آچکا ہے مگر علامہ محمد طاہر یا خطیب نے جو اس کو اپنی کتابوں میں بغیر تصدیق یا تردید کے لفظ بلفظ نقل کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ امام صاحب کی تابعیت کے نافی ہیں سراسر زیادتی ہے۔ کیونکہ اس عبارت سے تابعیت امام کی نفی نہیں پائی جاتی بوجوہ ذیل۔

اول: اس عبارت میں لقاء سے مراد طول صحبت و استفادہ ہے۔ اسی محاورے کے موافق امام دار قطنی نے امام صاحب کے حق میں فرمایا ہے لم یلق ابو حنیفة احدا من الصحابة الا انه رای انسا بعینه جیساکہ مجمع البحار سے پہلے نقل ہوچکا۔ یعنی امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی مگر حضرت انس کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ پس عبارت زیر بحث سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اسی قدر کہ امام صاحب نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی اور نہ روایت کی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق رویت بھی ثابت نہ ہو اور مدار تابعیت بنا بر مذہب مختار رویت پر ہے جیساکہ اوپر مذکور ہوا۔ لہٰذا نفی تابعیت کی اس عبارت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

دوم: عبارت زیر بحث میں لفظ ذلک کا اشارہ مجموع ملاقات و روایت ہے۔ پس اہل نقل کے نزدیک یہ مجموع ثابت نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فقط ملاقات بھی ثابت نہ ؛

سوم: اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اہل نقل کے نزدیک امام صاحب کا صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات و روایت کرنا ثابت نہیں۔ اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ان کے نزدیک ایک صحابی سے بھی ملاقات و روایت ثابت نہیں۔ لہٰذا اس عبارت کو نفی تابعیت کے لیے بطور سند پیش کرنا درست نہیں۔

مخالفین اس بحث میں علامہ محمد طاہر کی عبارت پر بڑا زور دیا کرتے ہیں۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اس سے علامہ موصوف کو کبھی تابعیت امام کا نافی ثابت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مجمع البحار میں قول صاحب جامع الاصول اور قول امام دار قطنی ہر دو بغیر کسی

ترجیح یا تردید کے موجود ہیں۔ لہٰذا علامہ موصوف کو مطلق رویت کا نافی ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ جب رویت ثابت ہو گئی تو تابعیت امام برغم انف مخالف ثابت ہوئی۔ اگر بفرض محال یہ تسلیم کرلیا جائے کہ علامہ محمد طاہر تابعیت امام کے نافی ہیں تو ان کا یہ قول تصریحات مذکورہ بالا کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔ فافہم ولا تعجل۔

خلاصہ کلام یہ کہ (۱) خطیب بغدادی (۲) علامہ ذہبی (۳) ابن سعید (۴) قاضی ابن خلکان (۵) حافظ ابن حجر عسقلانی (۶) امام دار قطنی (۷) امام یافعی (۸) شیخ ابن حجر مکی (۹) شیخ جزری (۱۰) امام تورپشتی (۱۱) صاحب کشف الکشاف کی شہادتوں سے ثابت ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ اور (۱) امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی (۲) حافظ بدر الدین عینی (۳) علامہ ابن الہمام (۴) حافظ ولی الدین عراقی (۵) حافظ العصر زین الدین عراقی (۶) ابو معشر عبدالکریم شافعی (۷) امام الحفاظ ابن حجر عسقلانی (۸) خاتمۃ الحفاظ جلال الدین سیوطی (۹) شیخ ابن حجر مکی (۱۰) علامہ قسطلانی (۱۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۲) امام کردری (۱۳) علامہ علی القاری نے تصریح فرمادی ہے کہ امام صاحب زمرہ تابعین میں شامل ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا امام صاحب کو تابعی کہنا گپ ہے۔

قال البنارسی

امام صاحب کا شہر کوفہ

کوفہ جو امام صاحب کا مولد و مسکن تھا یہ ملک عراق کی ایک بستی ہے اور ملک عراق اونچی زمین پر مدینہ سے پورب کی جانب واقع ہے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت کہ یمن و شام کے لیے دعا کرتے تھے (بجواب عرض صحابہ) قالوا و فی نجدنا قال ھناک الزلازل و الفتن و بھا یطلع قرن الشیطان (صحیح بخاری، پ۲۹) یعنی نجد (اونچی زمین) کی بابت آپ نے فرمایا کہ وہاں زلزلہ اور فتنہ ہوں گے اور وہاں سے سینگ شیطان کا طلوع ہوگا (جس سے..... کی طرف اشارہ ہے) اگر آپ کو نجد کے معنی اونچی زمین ہونے کے متعلق شک ہو تو علامہ طاہر حنفی

کی مجمع البحار جلد دوم کا ملاحظہ فرمائیں و النجد ما ارتفع من الارض یعنی بلند زمین کو کہا کرتے ہیں اور صراح میں ہے "نجد زمین بلند" اور بلند زمین نجد کا ترجمہ ہونے سے پہاڑ وغیرہ اس میں نہیں آسکتے کیونکہ پہاڑ اور زمین میں مفارقت ہے۔ نیز انہیں کوفہ والوں نے آل بیت نبی حضرت حسین کا سر مبارک تن سے جدا کیا جس سے وہ اس شعر کے مستحق ہوئے۔

اترجوا امة قتلت حسینا

شفاعة جده یوم الحساب

اسی وجہ سے مثل مشہور ہے الکوفی لا یوفی ص ۲۷۔

اقول

مجمع البحار میں ہے و النجد ما ارتفع من الارض و هو اسم خاص لما دون الحجاز مما یلی العراق یعنی نجد کے معنے اونچی زمین کے ہیں اور وہ خاص نام ہے اس حصہ ملک کا جو حجاز و عراق کے درمیان ہے۔ انتھی۔ عمدة القاری شرح صحیح بخاری (جزء ثانی ص ۴۲۵) میں ہے و نجد بفتح النون و سکون الجیم و هو فی جزیرة العرب قال المدائنی جزیرة العرب خمسة اقسام تهامة و نجد و حجاز و عروض و یمن اما تهامة فهی الناحیة الجنوبیة من الحجاز و اما نجد فهی الناحیه التی بین الحجاز و العراق و اما الحجاز فهو جبل یقبل من الیمن حتی یتصل بالشام و فیه المدینة و عمان و اما العروض فهی الیمامة الی البحرین یعنی نجد بفتح نون و سکون جیم جزیرۂ عرب میں ہے۔ مدائنی نے کہا کہ جزیرہ عرب کے پانچ حصے ہیں۔ تہامہ و نجد و حجاز و عروض و یمن۔ تہامہ حجاز سے جنوبی حصہ ہے اور نجد وہ حصہ ہے جو حجاز و عراق کے درمیان ہے۔ اور حجاز وہ پہاڑ ہے جو یمن سے شروع ہو کر شام سے جا ملتا ہے اور اس میں مدینہ و عمان ہیں اور عروض یمامہ ہے بحرین تک۔ انتھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ نجد ملک

عرب کا ایک حصہ ہے۔ پس عراق جو حدود عرب سے خارج ہے نجد کا ماصدق علیہ کیونکر بن سکتا ہے۔ نجد تو وہی جگہ ہے جہاں محمد بن عبدالوہاب بانی فرقہ وہابیہ نجدیہ گزرا ہے۔

بنارسی اہل کوفہ کو برا کہہ رہا ہے۔ حالانکہ صحیح بخاری کے صدہا راوی کوفہ ہی کے رہنے والے ہیں۔ اہل کوفہ میں سے جنہوں نے نقض عہد کر کے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا وہ روافض تھے۔ چنانچہ کتاب الفرق بین الفرق مولفہ امام ابو منصور عبد القاہر بغدادی (مطبوعہ مصر، ص ۲۴) میں ہے:

قال عبدالقاهر روافض الكوفة موصوفون بالغدر و البخل و قد سار المثل بهم فيهما حتى قيل ابخل من كوفي و اغدر من كوفي و المشهور من غدرهم ثلاثة اشياء احدها انهم بعد قتل علي رضی اللہ عنہ بايعوا ابنه الحسن فلما توجه لقتال معاوية غدر وابه في ساباط المدائن فطعنه سنان الجعفي في جنبه فصرعه عن فرسه و كان ذلك احد اسباب مصالحته معاوية و الثاني انهم كاتبوا الحسين بن علي رضی اللہ عنہ و دعوه الى الكوفة لينصروه على يزيد بن معاوية فاغتبرهم و خرج اليهم فلما بلغ كربلا غدر و ابه و صاروا مع عبيدالله بن زياد يدا واحدة عليه حتى قتل الحسين و اكثر عشيرته بكربلاء و الثالث غدرهم زيد بن علي بن الحسين بن علي بن ابي طالب بعد ان خرجوا معه على يوسف بن عمر ثم نكثوا بيعته و اسلموه عند اشتداد القتال حتى قتل و كان من امره ما كان۔

امام ابو منصور عبد القاہر (متوفی ۴۲۹ھ) کا قول ہے کہ کوفہ کے روافض غدر و بخل سے متصف اور ان میں ضرب المثل ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے ابخل من کوفی' اغدر من کوفی۔ ان کے تین غدر مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد انہوں نے آپ کے صاحبزادے امام حسنؓ سے بیعت کی۔ جب امام موصوف جنگ یمامہ کے لیے نکلے تو روافض نے ساباط مدائن میں آپ سے غدر کیا اور سنان جعفی نے آپ کے پہلو میں نیزہ مارا اور آپ کو گھوڑے سے گرا دیا۔ امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا۔ دوسرا غدر یہ ہے کہ روافض کوفہ نے امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خط و کتابت کی اور آپ کو کوفہ میں بلایا تاکہ یزید بن معاویہ کے مقابلہ میں آپ کی مدد کریں۔ امام موصوف دھوکے میں آ گئے اور ان کی طرف نکلے۔ جب آپ کربلا میں پہنچے تو انہوں نے آپ سے غدر کیا اور سب کے سب عبید اللہ بن زیاد سے جا ملے۔ یہاں تک کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کا اکثر قبیلہ کربلا میں شہید ہوا۔ تیسرا غدر یہ ہے کہ وہ امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ یوسف بن عمر والی عراق کے مقابلہ کے لیے نکلے پھر بیعت توڑ دی اور لڑائی کی شدت میں امام کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے اور آپ کا حال ہوا جو ہوا۔

کتب شیعہ سے بھی یہی امر ثابت ہوتا ہے۔ اگر تفصیل مطلوب ہو تو تحفہ شیعہ حصہ دوم کا مطالعہ کیجیے۔ جو انشاء اللہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ اب یہاں مختصر طور پر کوفہ و اہل کوفہ کا کچھ حال ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:

۱۔ طبقات ابن سعد (مطبوعہ جرمنی جز سادس) میں ہے:

اخبرنا وکیع بن الجراح قال حدثنا سفیان عن حبیب بن ابی ثابت عن نافع بن جبیر قال قال عمر

بن الخطاب بالکوفۃ وجوہ الناس۔ اخبرنا وکیع بن الجراح قال و زاد یونس بن ابی اسحاق سمعہ من الشعبی قال کتب عمر بن الخطاب الی اھل الکوفۃ الی راس اھل الاسلام۔ اخبرنا وکیع بن الجراح عن اسرائیل عن جابر بن عامر قال کتب عمر بن الخطاب الی اھل الکوفۃ الی راس العرب۔ اخبرنا وکیع بن الجراح عن قیس عن شمر بن عطیۃ عن شیخ من بنی عامر قال قال عمر بن الخطاب و ذکر اھل الکوفۃ رمح اللہ و کنز الایمان و جمجمۃ العرب یحرزون ثغورھم و یمدون الامصار۔ اخبرنا عبید اللہ بن موسی قال اخبرنا سعد بن طریف عن الاصبغ بن نباتہ عن علی قال الکوفۃ جمجمۃ الاسلام و کنز الایمان و سیف اللہ و رمحہ یضعہ حیث یشاء و ایم اللہ لینصرن اللہ باھلھا فی مشارق الارض و مغاربھا کما انتصر بالحجاز۔ ص ا

خبر دی ہم کو وکیع بن جراح نے کہ حدیث کی ہم سے سفیان نے۔ اس نے حبیب بن ابی ثابت سے، حبیب نے نافع بن جبیر سے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ کوفہ میں لوگوں کے سردار ہیں۔ خبر دی ہم کو وکیع بن جراح نے اور یونس بن ابی اسحاق نے یہ زیادہ کر دیا کہ ان نے اسے شعبی سے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب نے اہل کوفہ کی طرف یوں لکھا الی راس اھل الاسلام۔ خبر دی ہم کو وکیع بن جراح نے اسرائیل سے۔ اس نے جابر سے، جابر نے عامر سے کہ حضرت عمر بن خطاب نے اہل کوفہ کو

راس العرب لکھا۔ خبردی ہم کو وکیع بن جراح نے قیس سے۔ قیس نے شمر بن عطیہ سے۔ اس نے بنو عامر کے ایک شیخ سے کہ حضرت عمر بن خطاب نے اہل کوفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کا نیزہ۔ ایمان کا خزانہ اور عرب کے سردار ہیں جو اپنی حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور شہروں کی توسیع کرتے ہیں۔ خبردی ہم کو عبید اللہ بن موسیٰ نے کہ خبردی ہم کو سعد بن طریف نے اصبغ بن نباتہ سے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ کوفہ اسلام کا سردار، ایمان کا خزانہ اللہ کی تلوار اور اس کا نیزہ ہے رکھتا ہے اسے جہاں چاہتا ہے، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ دنیا کے شرق و غرب میں اہل کوفہ کے ساتھ مدد کرے گا۔ جیسا کہ اس نے حجاز کے ساتھ مدد کی۔ ص ۱

اخبرنا الفضل بن دکین قال حدثنا شریک عن عمار الدھنی عن سالم عن سلمان قال الکوفۃ قبۃ الاسلام و اھل الاسلام۔ ص ۲

اخبرنا احمد بن عبداللہ بن یونس قال حدثنا الحسن بن صالح عن عبیدۃ عن ابراھیم قال ھبط الکوفۃ ثلاثمائۃ من اصحاب الشجرۃ و سبعون من اھل بدر لا نعلم احدا منتبی و لا صلی الرکعتین قبل المغرب۔ ص ۴

اخبرنا الفضل بن دکین و اسحاق بن یوسف الازرق عن مالک ابن المغول عن القاسم قال قال علی اصحاب عبداللہ سرج ھذہ القریۃ۔ ص ۴

اخبرنا عبیداللہ بن موسی قال اخبرنا عبدالجبار بن عباس عن ابیہ قال جالست عطاء فجعلتہ اسائلہ فقال لی ممن انت قلت من اھل

الکوفة فقال عطاء مایاتینا العلم الا من عندکم۔ ص ۵

خبر دی ہم کو فضل بن دکین نے کہ حدیث کی ہم کو شریک نے عمار دہنی سے، اس نے سالم سے کہ حضرت سلمان نے فرمایا کہ کوفہ اسلام و اہل اسلام کا قبہ ہے۔ ص ۲

خبر دی ہم کو احمد بن عبداللہ بن یونس نے کہ حدیث کی ہم کو حسن بن صالح نے عبیدہ سے کہ ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ اصحاب شجرہ میں سے تین سو اور اہل بدر میں سے ستر صحابی کوفہ میں آکر آباد ہوئے۔ جن میں سے ہم کسی کو نہیں جانتے کہ قصر کیا ہو یا مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھی ہوں۔ ص ۴

خبر دی ہم کو فضل بن دکین اور اسحاق بن یوسف ازرق نے مالک ابن مغول سے۔ اس نے قاسم سے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود کے اصحاب شہر کوفہ کے چراغ ہیں۔ ص ۵۴

خبر دی ہم کو عبیداللہ بن موسیٰ نے کہ خبر دی ہم کو عبدالجبار بن عباس نے کہ اس کے باپ نے بیان کیا کہ میں عطاء کی خدمت میں بیٹھ گیا اور ان سے مسائل دریافت کرنے لگا آپ نے پوچھا تو کن میں سے ہے میں نے کہا اہل کوفہ میں سے۔ اس پر عطاء نے فرمایا علم ہمارے پاس نہیں آتا مگر تمہارے ہاں سے۔ ص ۵

۲۔ کتاب فتوح البلدان بلاذری (مطبوعہ مصر، ص ۲۸۴ و ۲۹۷) میں ذکر تمصیر الکوفہ کے تحت میں یوں لکھا ہے:

حدثنی محمد بن سعید قال حدثنا محمد بن عمر الواقدی عن عبدالحمید ابن جعفر و غیرہ ان عمر بن الخطاب کتب الی سعد بن ابی وقاص یامرہ ان یتخذ للمسلمین دار ھجرۃ و قیروانا و ان

لا یجعل بینہ و بینھم بحرا فاتی الانبار و اراد ان یتخذھا منزلا فکثر علی الناس الذباب فتحول الی موضع اخر فلم یصلح فتحول الی الکوفۃ فاختطھا و اقطع الناس المنازل و انزل القبائل منازلھم و بنی مسجدھا و ذلک فی سنۃ ۱۷ھ

و حدثنا الحسین بن الاسود قال حدثنا وکیع عن اسرائیل عن جابر عن عامر قال کتب عمر الی اھل الکوفہ راس العرب۔

و حدثنا الحسین قال حدثنا وکیع عن سفیان عن حبیب بن ابی ثابت عن نافع بن جبیر بن مطعم قال قال عمر بالکوفۃ وجوہ الناس۔

وحدثنا الحسین و ابراھیم بن مسلم الخوارزمی قالا حدثنا وکیع عن یونس بن ابی اسحاق عن الشعبی قال کتب عمر الی اھل الکوفۃ الی راس اھل الاسلام۔

و حدثنا الحسین بن الاسود قال حدثنا وکیع عن قیس ابن الربیع عن شمر بن عطیۃ قال قال عمرو ذکر اھل الکوفۃ فقال ھم رمح اللہ و کنز الایمان و جمجمۃ العرب یحرزون ثغورھم و یمدون اھل الامصار۔

حدثنا ابو نصر التمار قال حدثنا شریک بن عبداللہ بن ابی شریک العامری عن جندب عن سلمان قال الکوفۃ قبۃ الاسلام یاتی علی الناس

زمان لا یبقی مؤمن الا وھو بھا او یھوی قلبہ الیھا۔ انتھی۔

حدیث کی مجھ سے محمد بن سعید نے کہا حدیث کی ہم سے محمد بن عمرو اقدی نے اس نے عبدالحمید بن جعفر وغیرہ سے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن وقاص کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ مسلمانوں کے لیے کوئی دار ہجرت و کاروانسرائے بنائے اور اس کے اور ان کے درمیان کوئی سمندر نہ آنے پائے۔ لہٰذا سعد بن وقاص انبار میں آئے اور اسے منزل بنانا چاہا پس لوگوں پر مکھیاں زیادہ ہوگئیں اس لیے دوسری جگہ کی طرف گئے مگر وہ اچھی ثابت نہ ہوئی اس لیے کوفہ کی طرف آئے پس اس کی داغ بیل لگائی اور لوگوں کے لیے مکانات قطع کیے اور قبیلوں کو اپنے اپنے مکانات میں اتارا اور وہاں کی مسجد بنائی اور یہ ۱۷ھ میں ہوا۔

اور حدیث کی ہم سے حسین بن اسود نے کہا حدیث کی ہم سے وکیع نے۔ اس نے اسرائیل سے، اس نے جابر سے۔ اس نے عامر سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو راس العرب لکھا۔

اور حدیث کی ہم سے حسین نے کہا حدیث کی ہم سے وکیع نے اس نے سفیان سے اس نے حبیب بن ابی ثابت سے اس نے نافع بن جبیر بن معطم سے کہا کہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ کوفہ میں لوگوں کے سردار ہیں۔

اور حدیث کی ہم سے حسین اور ابراہیم بن مسلم خوارزمی نے کہا ان دونوں نے کہ حدیث کی ہم سے وکیع نے۔ اس نے یونس بن ابی اسحاق سے، اس نے شعبی سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی طرف یوں لکھا الی راس اھل الاسلام۔

اور حدیث کی ہم سے حسین بن اسود نے کہا حدیث کی ہم سے وکیع

نے۔ اس نے قیس بن ربیع سے اس نے شمر بن عطیہ سے کہا کہ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کا نیزہ اور ایمان کا خزانہ اور عرب کے سردار ہیں وہ اپنی حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور شہر والوں کی توسیع کرتے ہیں۔

اور حدیث کی ہم سے ابو نصر تمار نے۔ کہا حدیث کی ہم سے شریک بن عبد اللہ بن ابی شریک عامری نے۔ اس نے جندب سے کہ سلمانؓ نے فرمایا کوفہ قبۃ الاسلام ہے۔ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ کوئی مومن باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ کوفہ میں ہو گا یا اس کا دل کوفہ کا مشتاق ہو گا۔

۳۔ امام ابو بکر احمد بن محمد الہمدانی المعروف بہ ابن الفقیہ مختصر کتاب البلدان (مطبوعہ لیدن ص ۱۶۳، ۱۶۴، و ۱۶۶، ۱۶۷) میں القول فی الکوفہ کے تحت میں لکھتے ہیں:

و یروی عن امیر المؤمنین انہ قال الکوفۃ کنز الایمان و جمجمۃ الاسلام و سیف اللہ و رمحہ یضعہ حیث یشاء والذی نفسی بیدہ لینتصرن اللہ جل و عز باھلھا فی شرق الارض و غربھا کما انتصر بالحجاز و کان علیہ السلام یقول حبذا الکوفۃ ارض سھلۃ معروفۃ تعرفھا جمالنا المعلوفۃ و یقال ان موضع الکوفۃ الیوم کانت سورستان و کان سلمان یقول اھل الکوفۃ اھل اللہ و ھی قبۃ الاسلام یحن الیہ کل مسلم و قال امیر المؤمنین لیاتین علی الناس زمان و ما من مؤمن و لا مؤمنہ الا بھا او قلبہ یحن الیھا کان عمر بن الخطاب یکتب الی سید الامصار و جمجمۃ العرب یعنی الکوفۃ و قال فطر بن خلیفہ

نازعنی قتادة فی الکوفة و البصره فقلت دخل الکوفة سبعون بدریا و دخل البصرة عتبة بن غزوان فسکت۔ و من اسخیاء الکوفة هلال بن عتاب و اسماء بن خارجة و عکرمة بن ربعی الفیاض و من فتیانها خالد بن عتاب و ابو سفیان بن عروة ابن المغیرة بن شعبة و عمرو بن محمد بن حمزة۔

اور امیر المومنین (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوفہ ایمان کا خزانہ اور اسلام کا سردار اور اللہ کی تلوار اور اللہ کا نیزہ ہے رکھتا ہے اسے جہاں چاہتا ہے۔ وہ ذات جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک اللہ عزوجل دنیا کے شرق و غرب میں اہل کوفہ کے ساتھ مدد کرے گا جیسا کہ اس نے حجاز کے ساتھ مدد کی۔ اور حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کیا اچھا ہے کوفہ۔ وہ ریتلی زمین ہے جس کو ہمارے موٹے اونٹ پہچانتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ جہاں اب کوفہ ہے وہاں پہلے سورستان تھا۔ اور حضرت سلمانؓ فرماتے تھے کہ کوفہ کے رہنے والے اہل اللہ ہیں اور کوفہ قبتہ الاسلام ہے جس کا ہر ایک مسلمان مشتاق ہے۔ اور فرمایا امیر المومنین (حضرت علیؓ) نے کہ لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ کوئی مومن مرد نہ ہوگا نہ عورت مگر جو کوفہ میں ہوگا یا جس کا دل اس کا مشتاق ہوگا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کو سید الامصار و جمجمۃ العرب لکھا کرتے تھے۔ فطر بن خلیفہ نے کہا کہ کوفہ و بصرہ کے بارے میں قتادہ نے مجھ سے بحث کی۔ میں نے کہا کہ اہل بدر میں سے ستر صحابی کوفہ میں داخل ہوئے اور بصرہ میں عتبہ بن غزوان داخل ہوا۔ اس پر قتادہ چپ ہو گیا کوفہ کے سخیوں میں سے ہلال بن عتاب و اسماء بن خارجہ و عکرمہ بن ربعی الفیاض

ہیں اور کوفہ کے جوانوں میں سے خالد بن عتاب و ابو سفیان بن عروہ بن مغیرہ بن شعبہ و عمرو بن محمد بن حمزہ ہیں۔

۴۔ عبداللہ محمد بن نصر مروزی (متوفی ۲۹۴ھ) کی کتاب قیام اللیل، ص ۶۸ میں ہے:

عن النخعی قال کان بالکوفۃ من خیار اصحاب النبی ﷺ علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود و حذیفۃ بن الیمان و ابو مسعود الانصاری و عمار بن یاسر و البراء بن عازب۔

امام نخعیؒ سے روایت ہے کہا کہ کوفہ میں نبی ﷺ کے افضل اصحاب میں سے حضرت علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود و حذیفہ بن یمان و ابو مسعود انصاری و عمار بن یاسر و براء بن عازب تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

۵۔ حدیث زنجی پر علامہ نووی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث اہل مکہ کو تو معلوم نہیں۔ کوفہ میں کیونکر پہنچ گئی۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی بنایہ شرح ہدایہ (جلد اول، جز اول، ص ۲۵۴) یوں لکھتے ہیں:

والذی یدل علی بطلان قولہ ان علیا و اصحابہ و عبداللہ بن مسعود و اصحابہ و ابا موسی الاشعری و اصحابہ و عبداللہ بن عباس و جماعۃ من اصحابہ و سلمان الفارسی و عامۃ اصحابہ والتابعین انتقلوا الی الکوفۃ و البصرہ و لم یبق بمکۃ الا القلیل و انتشروا فی البلاد للولایات و الجہاد و سمع الناس منہم و نشر العلم علی ایدیہم فی جمیع البلاد الاسلامیۃ و لا ینکر ھذا الا مکابر و صاحب بدعۃ و عصبۃ۔

امام نووی کے قول کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی اور ان کے اصحاب اور عبداللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب اور ابو موسیٰ اشعری اور ان کے اصحاب اور عبداللہ بن عباس اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت اور سلمان فارسی اور ان کے اکثر اصحاب اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کوفہ اور بصرہ میں چلے گئے اور صرف تھوڑے سے مکہ میں باقی رہے۔ اور وہ ولایات و اجتہاد کے لیے شہروں میں پھیل گئے اور لوگوں نے ان سے حدیثیں سنیں اور تمام اسلامی شہروں میں ان کے ہاتھوں علم پھیلا۔ سوائے مکابرہ کرنے والے اور بدعتی و متعصب کے کوئی اس سے انکار نہیں کرتا۔

۶- امام نووی ہی کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن الہمام فتح القدیر (جزء اول، ص ۹۱) میں یوں لکھتے ہیں:

الصحابة انتشرت فی البلاد خصوصا العراق قال العجلی فی تاریخ نزل الکوفة الف و خمسائة من الصابه و نزل قرقیسیا ستمائة۔

صحابہ رضی اللہ عنہم شہروں خصوصاً عراق میں پھیل گئے۔ عجلی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ ایک ہزار پانچ سو صحابی کوفہ میں اور چھ سو قرقیسیا میں مقیم ہوئے۔

اب غور کیجئے کہ وہ کوفہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ۱۷ھ میں آباد ہوا، وہ کوفہ جسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الامصار و جمجمۃ العرب لکھا کرتے تھے وہ کوفہ جس کے باشندوں کی نسبت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا راس العرب، وجوہ الناس، راس اھل الاسلام، رمح اللہ، کنز الایمان، جمجمۃ العرب وہ کوفہ جس کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا جمجمۃ الاسلام

کنز الایمان و سیف اللہ و رمحہ، وہ کوفہ جس کے حق میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے قبۃ الاسلام فرمایا، وہ کوفہ جس میں ڈیڑھ ہزار صحابہ آباد ہوئے جن میں تین سو اصحاب شجرہ اور ستر اصحاب بدر تھے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وہ کوفہ جس نے منجملہ تابعین امام الدنیا رئیس المجتہدین حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رونق افروز تھے۔ وہ کوفہ جو دار الحدیث و دار العلوم تھا۔ آج چودھویں صدی میں اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا و بہا یطلع قرن الشیطان الحدیث۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

قال البنارسی

امام ابو حنیفہ باغی تھے

اس لیے کہ آپ نے باغیوں کی مدد کی اور باغیوں کی جو سزا ہے وہ خود کتب فقہ میں مذکور ہے۔ پس ایسے امام کی فقہ بھی عیاں ہے۔ آپ کی بغاوت کا ذکر تاریخ خمیس جلد دوم، ص ۳۲۳ میں کشاف سے یوں منقول ہے کان ابو حنیفۃ یفتی سرا بوجوب نصرۃ زید بن علی و حمل المال الیہ و الخروج الی اللص المتغلب المتسمی بالامام و الخلیفۃ کالدوانیقی و اشباھہ و قالت لہ امراۃ اشرت الی ابنی بالخروج مع ابراھیم و محمد ابنی عبداللہ بن الحسن حتی قتل فقال لیتنی مکان ابنک و کان یقول فی المنصور و اتباعہ لو ارادوا بناء مسنجد و ارادونی علی عدا جرۃ لما فعلت یعنی امام ابو حنیفہ پوشیدہ فتویٰ دیتے تھے زید بن علی کی امداد کا (یہ زید بن علی باغی تھا اور اس نے خلفائے عباسیہ سے بغاوت کی تھی اور خود خلافت کا خواہاں تھا۔ چنانچہ اس وقت کے خلیفہ منصور جو خلفاء عباسیہ سے تھے ان کے مقابل وہ زید بن علی

ہوا تھا اور منصور کوفہ وغیرہ کا حاکم تھا۔ امام ابو حنیفہ نے ایسی مخالفت حاکم وقت سے کی کہ باغی کی امداد کا فتویٰ دیا) اور ابو حنیفہ فتویٰ دیتے تھے ساتھ اٹھانے مال کے طرف اسی زید بن علی کے اور ساتھ حملہ کرنے کے اوپر چور کے جو زبردستی غلبہ سے خلیفہ بن کر اپنے کو امام اور خلیفہ کے نام سے منسوب کرتا ہے (یعنی خلیفہ منصور) یہ دیکھئے امام صاحب کی تہذیب یا بے خوفی کہ حاکم وقت کو ایسا کہتے ہیں آخر اسی کی سزا میں قید خانہ کی سیر کرنی پڑی۔ اب صاف لفظوں میں اس کی تصریح کرتے ہیں) جیسے کہ دوانیقی (یہ لقب تھا خلیفہ منصور کا) اور ہم مثل اس کے (خلفائے عباسیہ سے) اور ایک عورت نے آکر امام صاحب سے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو حکم دیا تھا نکلنے کا ساتھ ابراہیم اور محمد کے جو دونوں بیٹے ہیں عبداللہ بن حسن کے (مقابلہ میں خلیفہ منصور کے ساتھ زید بن علی باغی کے) یہاں تک کہ وہ لڑکا قتل کیا گیا تو امام صاحب بولے کہ کاش میں تیرے بیٹے کی جگہ قتل کیا جاتا (تو بہتر ہوتا۔ دیکھئے اس قدر بغاوت امام صاحب میں سمائی ہوئی تھی۔ خدا کی پناہ) اور تھے امام صاحب کہتے (خلیفہ) منصور اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کہ اگر یہ لوگ کسی مسجد کے بنانے کا ارادہ کریں اور مجھ سے اس کی اینٹ اٹھوانا چاہیں تو ہر گز نہ اٹھاؤں گا (اللہ اکبر! اس قدر بغاوت؟) انتہی۔

دیکھئے یہ تو حال تھا امام صاحب کی بغاوت کا۔ آخر منصور نے ایک مدت تک اس کو اپنے دل میں رکھا اور خون کا گھونٹ پی پی کر رہتا تھا۔ آخر قاضی بنانے اور امام صاحب کے نہ قبول کرنے (بوجہ اسی بغاوت و دلی بغض) کے بہانہ پر داخل قید خانہ کیا۔ خود کردہ را چہ علاج! ص ۲۷-۲۸۔

اقول

امام صاحب اور بغاوت؟ بغاوت تو امام حق پر ناحق خروج کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر قول کشاف کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا جواب بھی کشاف ہی کی عبارت سے ظاہر ہے۔ امام صاحب نے عباسیہ کی بے اعتدالیاں بچشم خود دیکھی تھیں۔ خلفائے بنی امیہ کی قبروں کو اکھڑوا کر ان کی ہڈیوں کو جلانا اور خاندان سادات کی تباہی اور دیگر جور و ستم آپ

کے پیش نظر تھے۔ لہٰذا امام صاحب کے نزدیک منصور خلیفہ حق و شایان منصب امامت ہی نہ تھا۔ اس حالت میں اگر امام صاحب نے دیگر علمائے وقت کی طرح خاندان سادات میں سے حضرت زید بن علی کی اعانت کا فتویٰ دیا تو کیا قصور کیا۔ جب ۱۴۵ھ میں سید محمد نفس زکیہ نے مدینہ منورہ سے خروج کیا تھا تو علمائے نامدار حتیٰ کہ امام مالکؒ نے بھی فتویٰ دے دیا تھا کہ نفس زکیہ کا دعویٰ خلافت حق ہے۔ سید محمد نفس زکیہ کے بعد ان کے بھائی سید ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی ابن ابی طالب نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ امام صاحب اور دیگر علمائے کرام اہل بیت کے اس دعوے کے موید تھے۔ اس بنا پر انہیں باغی کہنا کمال نادانی ہے۔ کیا اظہار حق بغاوت ہے۔ کیا اعانت علی الظلم جائز ہے۔ حدیث مبارک میں آیا ہے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق یعنی معصیت خالق میں کسی بندہ کی طاعت نہ چاہیے۔ انتھی۔ کتاب المیزان للشعرانی (جزء ثانی، ص ۱۳۲) میں ہے اتفق الائمۃ علی ان الامام الکامل تجب طاعتہ فی کل مایامرنہ مالم یکن معصیۃ۔ یعنی اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ امام کامل کی طاعت ہر حکم میں واجب ہے تاوقتیکہ وہ معصیت نہ ہو۔ انتھی۔

بغاوت کرنا تو فرقہ وہابیہ کا شعار ہے جو خوارج کی ایک شاخ ہے جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کیا تھا۔ ان خوارج کے اتباع ہر زمانے میں فتنہ و فساد برپا کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ تیرھویں صدی کے شروع میں انہوں نے بسر کردگی عبدالوہاب نجد سے خروج کیا اور بنام نجدیہ مشہور ہوئے۔ رد المحتار (جزء ثالث، باب البغاۃ ص ۳۲۷) میں در مختار کے قول و یکفرون اصحاب نبینا ﷺ کے تحت میں ہے:

علمت ان ھذا غیر شرط فی مسمی الخوارج بل بیان لمن خرجوا علی سیدنا علی رضی اللہ عنہ و الا فیکفی فیھم اعتقادھم کفر من خرجوا علیہ کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوھاب الذین

خرجوا من نجد و تغلبوا على الحرمين و كانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون و ان من خالف اعتقادهم مشركون و استباحوا بذلك قتل اهل السنه و قتل علمائهم حتى كسر الله تعالى شوكتهم و حزب بلادهم و ظفربهم عساكر المسلمين عام ثلاث و ثلاثين و ماتين و الف۔

تو نے جان لیا کہ یہ یعنی تکفیر صحابہ شرط نہیں خوارج کے مسمی میں۔ بلکہ یہ تو بیان ہے اُن کا جنہوں نے خروج کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر۔ ورنہ کافی ہے خوارج میں یہ اعتقاد کہ کافر ہے وہ جس پر یہ خروج کریں جیسا کہ واقع ہوا ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے اتباع میں جنہوں نے خروج کیا نجد سے اور تغلب کیا حرمین پر۔ اور وہ اپنا انتساب کرتے تھے طرف مذہب حنابلہ کی۔ مگر وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم ہی مسلمان ہیں اور جو مخالف ہیں ہمارے اعتقاد کے وہ مشرک ہیں۔ اور مباح سمجھا انہوں نے اس وجہ سے اہل سنت اور ان کے علماء کا قتل یہاں تک کہ توڑ دی اللہ تعالیٰ نے شوکت ان کی اور تباہ کر دیے شہر ان کے اور فتح پائی ان پر مسلمانوں کے لشکروں نے ۱۲۳۳ھ میں۔

شفائے قاضی عیاض (فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر وما یتوقف او یختلف فیہ و ما لیس بکفر) میں ہے و كذلك نقطع بتكفير كل قائل قال قولا يتوصل به الى تضليل الامة۔ انتهى۔ یعنی اسی طرح ہم ہر قائل کو یقیناً کافر جانتے ہیں جو ایسا قول کہے کہ جس سے تمام امت گمراہ ٹھہرتی ہو انتہی۔ اسی طرح فتاوٰی بزازیہ (جزء ثالث نوع فيما يتصل بها مما يجب اكفاره من اهل البدع) میں ہے و يجب اكفار الخوارج فى اكفارهم جميع الامة سواهم۔ انتهى یعنی خوارج

جو اپنے سوا تمام امت کو کافر کہتے ہیں ان کو کافر کہنا واجب ہے۔ انتھی۔

قال البنارسی

امام صاحب کی موت و حشر

آخر امام صاحب اسی قید خانہ کی بریک میں گھلتے گھلتے عدم کے اسٹیشن پر پہنچ گئے اور دنیا کو خیرباد ان لفظوں میں کہہ گئے۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

(ص ۲۹)

اقول

اگر امام صاحب نے قید خانے میں اذیت اٹھائی تو اس سے بجائے تنقیص کے ان کا علو مقام پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں انبیائے کرام کے حالات پر نظر ڈالیے کہ ان میں سے بعض کو کیسی بے دردی سے ناحق قتل کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے ہاتھ سے کیا کیا اذیتیں اٹھائیں۔ آپ کے صحابہ عظام و اہل بیت نے راہ خدا میں کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (جزء اول، ص ۴۴) میں لکھا ہے قال ابن الجوزی ضرب مالک بن انس سبعین سوطا لاجل فتوی لم توافق غرض السلطان۔ و یقال سعی به الی جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس و هو ابن عم ابی جعفر المنصور و قالوا له انه لا یری ایمان بیعتکم هذه بشئی فغضب جعفر و دعابه و جرده و ضربه بالسیاط مدت یده حتی انخلع کتفه وارتکب منه امرا عظیما انتهی۔ یعنی ابن جوزی نے (شذور العقود میں) کہا کہ ایک فتویٰ کے سبب جو سلطان وقت کی غرض کے موافق نہ تھا، امام مالک بن انس کے ستر کوڑے لگائے گئے اور کہا جاتا ہے کہ دشمنوں نے جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس جو ابو جعفر

منصور کے چچیرے بھائی ہیں، امام مالکؒ کی چغلی کھائی اور کہا کہ امام مالک تمہاری اس بیعت کو کچھ نہیں سمجھتے۔ پس جعفر خفا ہوا اور امام مالک کو بلایا اور ان کو ننگا کیا اور کوڑے مارے اور آپ کا بازو اتنا کھینچا کہ آپ کا شانہ نکل گیا اور آپ کو سخت اذیت دی۔ انتھی۔

امام بخاریؒ کو شاہ بخارا نے اس قدر تنگ کیا کہ بخارا کو خیرباد کہا۔ آخر غربت میں تنگ آکر سمرقند کے ایک گاؤں خرتنگ میں ایک روز صلاۃ اللیل کے بعد یہ دعا مانگی

اللھم انی ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک

یعنی اے اللہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے مجھ پر تنگ ہوگئی تو مجھے اپنی طرف اٹھا لے۔ انتھی۔ اس دعا پر ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ انتقال فرمایا۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثانی، ص ۱۴)

قاضی ابن خلکان (وفیات الاعیان، جزء اول، ص ۲۱) نے امام نسائی کے ترجمہ میں لکھا ہے:

یدفعون فی خصییہ و داسوہ ثم حمل الی الرملۃ فمات بھا و قال الحافظ ابوالحسن الدارقطنی لما امتحن النسائی بدمشق قال احملونی الی مکۃ فحمل الیھا فتوفی بھا و ھو مدفون بین الصفا و المروۃ و کانت وفاتہ فی شعبان من سنۃ ثلاث و ثلثمائۃ و قال الحافظ ابو نعیم الاصفھانی لما داسوہ بدمشق مات بسبب ذلک الدوس۔ انتھی۔

یعنی خوارج امام نسائی کے خصیتین پر مارتے تھے اور انہوں نے آپ کے لاتیں ماریں پھر اٹھا کر آپ رملہ میں لائے گئے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔ حافظ ابوالحسن دارقطنی نے کہا کہ جب امام نسائی دمشق میں خوارج کی ایذا میں مبتلا ہوئے تو فرمایا مجھے اٹھا کر مکہ میں لے چلو۔ پس وہ مکہ میں لائے

گئے اور وہیں وفات پائی اور صفا و مروہ کے درمیان مدفون ہیں۔ آپ کی وفات ماہ شعبان ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے کہا کہ جب خوارج نے دمشق میں امام نسائی کے لاتیں ماریں تو آپ نے اس صدمہ سے وفات پائی۔ انتہی۔

امام احمدؒ کی نسبت وفیات الاعیان (جزء اول، ص ۱۷) میں لکھا ہے:

ودعی الی القول بخلق القران فلم یجب فضرب وحبس وھو مصر علی الامتناع۔

یعنی امام احمدؒ کو خلق قرآن کے ساتھ قائل ہونے کی طرف بلایا گیا مگر آپ نے نہ مانا اس لیے آپ کو مارا اور قید کیا گیا اور وہ انکار پر اصرار کرتے رہے۔ انتہی۔

اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ کیا ان تکالیف سے ان بزرگوں کی شان میں کچھ فرق آگیا، ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے درجات میں ترقی ہوگئی۔

شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان ص ۶۸ میں لکھتے ہیں وصح انہ لما احس بالموت سجد فخرجت نفسہ وھو ساجد یعنی ثابت ہے کہ جب امام ابو حنیفہؒ نے موت کا احساس کیا تو سجدہ کیا اور سجدے کی حالت میں ان کی روح نے پرواز کیا۔ انتہی۔

اس طرح کی موت مقبولیت کی علامت ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء۔ رواہ مسلم (مشکوۃ، باب السجود و فضلہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بندے کے احوال میں سے قریب تر اپنے رب کی حالت سجود ہے۔ پس (سجدہ میں) دعا زیادہ مانگو۔ انتہی۔

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب (جزء عاشر، ص ۴۵۰) میں تحریر فرماتے ہیں قال

اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفة عن ابیه قال لما مات ابی سالنا الحسن بن عمارة ان یتولی غسله ففعل فلما غسله قال رحمک الله تعالی و غفرلک لم تفطر منذ ثلاثین سنة و لم تتوسد یمینک باللیل منذ اربعین سنة و قد اتعبت من بعدک و فضحت القراء۔ انتھی۔

اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے اپنے باپ حماد سے روایت کی۔ حماد نے کہا کہ جب میرے والد (ابو حنیفہؒ) نے وفات پائی تو ہم نے حسن بن عمارہ سے درخواست کی کہ آپ کو غسل دیں۔ پس اس نے قبول کیا۔ جب وہ آپ کو غسل دینے لگا تو کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے اور تیرے گناہ بخش دے۔ تو نے تیس سال سے روزہ نہیں چھوڑا اور چالیس سال سے رات کے وقت اپنے دائیں ہاتھ کو تکیہ نہیں بنایا۔ تو نے اپنے پچھلوں کو مشقت میں ڈال دیا اور قاریوں کو رسوا کر دیا۔ انتھی۔

علامہ سیوطی تبییض الصحیفہ ص ۲۸ میں لکھتے ہیں:

زاد الحافظ جمال الدین المزی فی التھذیب و صلی علیه ست مرات و لم یقدر علی دفنه الی العصر من کثرة الزحام۔ انتھی۔

یعنی حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب میں یہ اور لکھا ہے کہ امام صاحب کے جنازے کی نماز چھ مرتبہ پڑھی گئی اور لوگوں کے ہجوم کے سبب آپ کو عصر تک دفن نہ کر سکے۔ انتھی۔

قاضی ابن خلکان (وفیات الاعیان، جزء ثانی، ص ۱۶۶) لکھتے ہیں و دفن مقبرہ الخیزران و قبره ھناک مشھور یزار۔ انتھی۔ یعنی امام صاحب مقبرہ خیزران میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر وہاں مشہور ہے اور زیارت کی جاتی ہے۔ انتھی۔

شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان ص ۶۹ میں لکھتے ہیں اعلم انه لم یزل العلماء و ذو و الحاجات یزورون قبره و یتوسلون عنده فی

قضاء حوائجھم و یرون نجح ذلك منھم الامام الشافعی رحمہ اللہ۔ انتھی۔ یعنی جان لے کہ علماء و اصحاب حاجات امام صاحب کی قبر کی زیارت کرتے رہے ہیں اور قضائے حاجات کے لیے آپ کو وسیلہ پکڑتے رہے ہیں اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے ہیں۔ ان علماء میں سے امام شافعی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ انتھیٰ۔

قال البنارسی

عام قاعدہ یہ ہے کہ کسی کی موت پر لوگ انا للہ پڑھا کرتے ہیں۔ بخلاف اس کے جب ابو حنیفہ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے کہا الحمد للہ۔ چنانچہ تاریخ صغیر للبخاری ص ۱۷۴ میں ہے حدثنا نعیم بن حماد قال حدثنا الفزاری قال کنت عند سفیان فنعی النعمان فقال الحمدللہ کان ینقض الاسلام عروہ عروہ ماولد فی الاسلام اشام منہ۔ انتھی۔ یعنی امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم کو نعیم بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہم سے فزاری نے حدیث بیان کی کہا فزاری نے کہ میں تھا نزدیک سفیان کے کہ ابو حنیفہ کی موت کی خبر آئی۔ سفیان نے کہا کہ الحمد للہ (مر گیا)۔ تھا یہ (ابو حنیفہ) توڑتا اسلام کو دستہ دستہ۔ نہیں پیدا ہوا اسلام میں کوئی زیادہ منحوس اس (ابو حنیفہ) سے۔ انتھی۔ ص ۲۹

قال الرافضی

آنچہ حیرت بر حیرت مے افزاید و ہوش از سر مے رباید و قلوب حضرات اہل سنت را کباب و عقول ایشاں را قرین انزعاج و اضطراب مے سازد آنست کہ جناب بخاری نیز باں ہمہ دیانت و ورع و نباہت و تقدس و تزہد و تحقیق و تنقید بتفضیح آن معدن کمالات مے گراید و در تاریخ صغیر شکر و سپاس سفیان بر مردن امام اعظم نعمان و نہایت اساءت ادب در حق جنابش و تصریح باینکہ او اسلام را نقض مے کرد عروہ عروہ و در اسلام ہیچ مولودے شوم تر از و بوجود نیامدہ نقل مے فرماید حیث قال حدثنا نعیم بن حماد قال حدثنا الفزاری قال کنت عند سفیان فنعی النعمان فقال

الحمدللہ کان ینقض الاسلام عروۃ عروۃ ما ولد فی الاسلام اشام منہ۔ (استقصاء الافحام، ص ۲۳۰)

اقول

امام بخاریؒ نے اس رنج کے باعث جس کا ذکر پہلے آچکا ہے امام صاحب کے حق میں ایسے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ علامہ عینی عمدۃ القاری (جزء رابع ص ۴۵۴) میں و قال بعض الناس المعدن رکاز مثل دفن الجاھلیۃ کی شرح میں لکھتے ہیں ولکن الظاھر ان ابن التین لما وقف علی ما قالہ البخاری فی تاریخہ فی حق ابی حنیفۃ مما لا ینبغی ان یذکر فی حق احد من اطراف الناس فضلا ان یقال فی حق امام ھو احد ارکان الدین صرح بان المراد ببعض الناس ابو حنیفۃ ولکن لا یرمی الا شجر فیہ ثمر۔ انتھی۔

لیکن ظاہر ہے کہ ابن التین جب اس پر واقف ہوا جو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں امام ابو حنیفہ کے حق میں کہا جو لائق نہیں کہ کسی ادنیٰ شخص کے حق میں کہا جائے چہ جائیکہ ایسے امام کے حق میں کہا جائے جو کہ دین کا ایک رکن ہے تو اس نے صراحت کر دی کہ بعض الناس سے مراد امام ابو حنیفہ ہیں مگر اسی درخت پر پتھر پھینکے جاتے ہیں جس پر پھل ہو۔ انتھی۔

اگر تاریخ صغیر کی روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو سفیان کا یہ قول امام صاحب کے حق میں جو ان کے اقران میں سے ہیں مسموع نہ ہوگا۔ جیسا کہ قاعدہ جرح و تعدیل میں مذکور ہو چکا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب (جز عاشر، ص ۴۵۰) میں تحریر فرماتے ہیں عن ابن عیسی بن الطباع سمعت روح بن عبادۃ یقول کنت عند ابن جریج سنۃ خمسین و مائۃ فاتاہ موت ابی حنیفۃ فاسترجع و توجع و قال ای علم ذھب۔

یعنی ابن عیسیٰ بن الطباع سے روایت ہے کہ میں نے روح بن عبادہ کو سنا کہتے تھے کہ میں ۱۵۰ھ میں ابن جریج کے پاس تھا کہ امام ابو حنیفہ کی موت کی خبر آئی۔ پس اس نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور افسوس کیا اور کہا کہ کیسا علم چلا گیا۔ انتھی۔

امام نووی تہذیب الاسماء ص ۷۰۲ میں لکھتے ہیں عن روح بن عبادۃ قال کنت عند ابن جریج سنۃ خمسین و مائۃ فاتاہ موت ابی حنیفۃ فاسترجع و توجع و قال ای علم ذھب۔ یعنی روح بن عبادہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں ۱۵۰ھ میں ابن جریج کے پاس تھا کہ امام ابو حنیفہ کی موت کی خبر آئی۔ پس اس نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور افسوس کیا اور کہا کہ کیسا علم چلا گیا۔ انتھی۔

قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی تاریخ خمیس (جز ثانی ص ۳۶۷) میں امام صاحب کے حال میں لکھتے ہیں و فی ربیع الابرار نعی الی شعبۃ فقال بعد الاسترجاع قد طفی من اھل الکوفۃ اضواء نور اھل العلم اما انھم لا یرون مثلہ ابدا و یقال ان مسعرا لما بلغہ وفاۃ ابی حنیفۃ قال مات افقہ المسلمین و صلی علیہ قاضی القضاۃ الحسن بن عمارۃ فی جمع عظیم۔ و عن عبدالحمید بن عبدالرحمن قال رایت فی المنام کان نجما سقط من السماء فقیل ابو حنیفۃ ثم سقط اخر فقیل مسعر ثم سقط اخر فقیل سفیان فمات ابو حنیفۃ قبل مسعر ثم مسعر قبل سفیان ثم بسفیان۔ انتھی۔

ربیع الابرار میں ہے کہ جب شعبہ کو امام صاحب کی موت کی خبر پہنچی تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنے کے بعد کہا کہ بے شک اہل کوفہ سے اہل علم کا بڑا روشن نور گل ہو گیا۔ خبردار ہو کہ وہ امام صاحب کا مثل کبھی نہ دیکھیں گے اور کہا جاتا ہے کہ امام مسعر کو جب امام ابو حنیفہ کی موت کی خبر پہنچی تو فرمایا مسلمانوں کے سب سے بڑے فقیہ نے انتقال

فرمایا۔ قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ نے ایک بڑی جماعت میں آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی اور عبدالحمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ستارہ آسمان سے گرا ہے۔ پس کہا گیا کہ یہ امام ابو حنیفہ ہیں۔ پھر دوسرا ستارہ گرا۔ پس کہا گیا کہ یہ امام مسعر ہیں۔ پھر ایک اور ستارہ گرا۔ پس کہا گیا کہ یہ امام سفیان ہیں۔ پس امام ابو حنیفہ نے امام مسعر سے پہلے پھر امام مسعر نے امام سفیان سے پہلے پھر سفیان نے وفات پائی۔ انتھی۔

خیرات الحسان ص ۱۷ میں ہے:

قام شخص لمقاتل بن سليمان في حلقته فقال رايت كان رجلا نزل من السماء وعليه ثياب بيض فقام على اطول منارة ببغداد و نادى ماذا فقد الناس فقال مقاتل لئن صدقت رءاك ليفقدن اعلم اهل الدنيا فلم يمت الا ابو حنيفة فاسترجع مقاتل ثم قال مات من كان يفرج عن امة محمد ﷺ۔

یعنی ایک شخص مقاتل بن سلیمان کے حلقہ میں آپ کے آگے کھڑا ہوا اور کہا میں نے دیکھا کہ گویا ایک شخص آسمان سے سفید کپڑے پہنے ہوئے اترا۔ پس وہ بغداد میں سب سے اونچے منارے پر کھڑا ہوا اور پکارا کیا کچھ گم کر دیا لوگوں نے۔ مقاتل نے کہا اگر تیرا خواب سچا ہے تو بے شک اہل دنیا میں سب سے بڑا عالم وفات پائے گا۔ پس امام ابو حنیفہ ہی نے وفات پائی۔ پس مقاتل نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر فرمایا وفات پائی اس شخص نے جو امت محمد ﷺ کی مشکلات حل کیا کرتا تھا۔ انتھی۔

قال البنارسی

اور ایک لطف یہ کہ جس سال ابو حنیفہ کا انتقال ہوا (یعنی ۱۵۰ ہجری) اسی سال میں

امام شافعی کی پیدائش ہوئی۔ گویا امام صاحب امام شافعی کے آنے کی خبر معلوم کر کے تشریف لے گئے۔ ص ۲۹

اقول

خاتمۃ الحفاظ ابن حجر عسقلانی توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس (مطبوعہ بولاق مصر ص ۴۹) میں امام شافعیؒ کے تولد کے ذکر میں لکھتے ہیں قال الحاکم لا اعلم خلافا انہ ولد سنۃ خمسین و مائۃ و ھو العام الذی مات فیہ ابو حنیفۃ ففیہ اشارۃ الی انہ یخلفہ فی فنہ۔ یعنی حاکم نے کہا کہ مجھے اس میں کوئی خلاف معلوم نہیں کہ امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور یہ وہ سال ہے جس میں امام ابو حنیفہؒ نے وفات پائی۔ پس اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ امام شافعیؒ فن فقہ میں امام ابو حنیفہ کے نائب ہوں گے۔ انتھی۔

حاکم کا یہ قول بالکل درست ہے۔ اگر تصدیق چاہو تو خود امام شافعیؒ سے پوچھ لو۔

قال البنارسی

اب امام صاحب کے مرنے کے بعد کی کیفیت سنئے کہ اللہ میاں کے یہاں ان کا کیا حشر ہوا۔ انوار قدسیہ للشعرانی مطبوعہ مصر، ص ۱۰ میں ہے رءی الامام ابو حنیفۃ بعد موتہ فقیل لہ ما فعل اللہ بک فقال ھیھات ان للعلم شروطا و آفات قل من یتخلص منھا قیل فغفراللہ لک بماذا فقال بتسبیحۃ کنت اقولھا بالغداۃ والعشی۔ انتھی۔

یعنی ابو حنیفہ کو بعد مرنے ان کے کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ خدا کے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ ابو حنیفہ بولے افسوس کہ علم کے لیے ایسے شروط اور آفات ہیں کہ بہت کم لوگ اس سے خلاصی پاتے ہوں گے۔ پوچھا گیا کہ خدا نے آپ کی مغفرت کیونکر فرمائی۔ امام صاحب بولے کہ چند تسبیح میں صبح و شام پڑھا کرتا تھا اسی کی وجہ سے بخشائش ہوئی۔ (ورنہ فقہ نے تو کسی اور جگہ کا مستحق کر دیا تھا۔ اعاذنا اللہ منہ) ص ۲۹-۳۰

اقول

علامہ شعرانی انوار قدسیہ میں "الباب الثانی فی طلب العلم النافع" کے تحت میں طالب العلم کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں و من شانہ ان لا یقتصر علی التعلم دائما بل یکون لہ عمل غیر العلم من قیام اللیل و الصدقات بما تیسرو ترک الاذی لکل برو فاجر۔
یعنی طالب علم کی شان سے یہ ہے کہ وہ ہمیشہ علم سیکھنے پر ہی اقتصار نہ کرے بلکہ علم کے سوا اس میں عمل ہونا چاہیے یعنی قیام شب اور صدقات جو ہو سکیں اور ہر نیک و گنہگار کے لیے ترک اذیت۔ انتہی۔

اس کی تائید میں علامہ موصوف نے مثال کے طور پر امام صاحب کی نسبت یہ خواب بیان کیا ہے جسے بنارسی نے نقل کیا ہے مگر سمجھا نہیں۔ اس خواب کے ذکر کرنے سے تو یہ بتانا مقصود ہے کہ امام صاحب صرف عالم ہی نہ تھے بلکہ عامل بھی تھے۔ بالغداۃ والعشی کے بعد انوار قدسیہ میں یہ الفاظ ہیں و کذلک ائمۃ الطریق کالجنید و غیرہ۔ اسی طرح ائمہ طریق جنید وغیرہ جامع علم و عمل تھے۔ پس بر تقدیر صحت رویا علم فقہ یا امام صاحب پر کوئی عیب عائد نہیں ہوتا بلکہ بالعکس ہر دو کی منقبت ظاہر ہوتی ہے۔ رہا نجات کا معاملہ سو رحمت الٰہی کے لیے بندہ کا کوئی عمل ایک ذریعہ یا بہانہ بن جاتا ہے۔ بنارسی کے اطمینان کے لیے ہم اسے کچھ اور واضح کر دیتے ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۸ھ) جو جامع حدیث و فقہ و تصوف تھے، ان کے حال میں لکھا ہے:

قال الخلدی رایتہ فی النوم فقلت ما فعل اللہ بک فقال طاحت تلک الاشارات و غابت تلک العبارات و فنیت تلک العلوم و نفدت تلک الرسوم و ما نفعنا الا رکیعات کنا نرکعھا فی السحر۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ للتاج السبکی، جزء ثانی، ص ۳۲)

یعنی خلدی نے کہا کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ پس آپ نے فرمایا وہ اشارات جاتے رہے اور وہ عبارات غائب ہو گئیں اور وہ علوم نیست ہو گئے اور وہ رسوم نابود ہو گئیں۔ اور ہمیں کسی چیز نے نفع نہ دیا سوائے چند رکعتوں کے جنہیں ہم سحر (تہجد) کے وقت پڑھا کرتے تھے۔ انتہی۔

شمس الاسلام ابو الطیب الصعلوکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۴ھ) جو امام ادب و فقہ و کلام و نحو تھے ان کے حال میں شیخ الاسلام تاج سبکی (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، جزء ثالث ص ۱۷۱) نے لکھا ہے قال ابو سعد الشحام رایته فی المنام فقلت ایها الشیخ فقال ذع الشیخ فقلت و تلك الاحوال التی شاهدتها فقال لم تغن عنا فقلت ما فعل الله بك فقال غفرلی بمسائل کنت تسال عنها الفجر۔

یعنی ابو سعد شحام نے کہا کہ میں نے امام ابو الطیب کو خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا اے شیخ۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ کو چھوڑ۔ پس میں نے کہا وہ احوال جو آپ نے مشاہدہ کیے؟ فرمایا ان احوال نے ہم کو فائدہ نہ دیا۔ پس میں نے دریافت کیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ ان مسائل کے سبب میری مغفرت ہوئی جو تو صبح کے وقت مجھ سے پوچھا کرتا تھا۔ انتہی۔ اب دیکھئے بنارسی کس کس علم سے اعوذ پڑھتا ہے۔

قال البنارسی

امام صاحب کی پیدائش کی تاریخ میں کسی نے یوں کہا ہے س۔ گ ۸۰ھ اور انتقال کی تاریخ یہ ہے "بوکم جہان پاک" فقط ۱۵۰ھ (ص ۳۰)

اقول

بتوفیق الٰہی میں نے بنارسی کے اصل اعتراضات کا جواب جیسا کہ مجھ سے ہو سکا لکھ دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بنارسی کی اس تحریر سے ہماری کمال درجے کی دل آزاری ہوئی ہے مگر یہ مناسب نہیں کہ گالی کا جواب گالی ہو۔ ایسے موقع پر نظر بر

حالات انبیاء و اصفیاء و اولیاء صبر کرنا چاہیے۔ و جعلنا بعضکم لبعض فتنۃ اتصبرون و کان ربک بصیرا ○

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء و المرسلین و علی اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔

۲۱/۵/۱۹۷۰ء

ضمیمہ اقوال صحیحہ

امام اعظمؒ پر اعتراضات کی حقیقت

اقوال صحیحہ ۱۳۳۲ھ میں رسالہ ماہواری انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے کئی شیوع میں شائع ہوئی اور بنارسی کو بھیجی گئی۔ جب رسالہ مذکور کا پہلا نمبر جس میں یہ جواب نکلنا شروع ہوا بنارسی کے پاس پہنچا تو اس نے جواب میں ایک پوسٹ کارڈ لکھا جس کی عبارت بلفظہ یہ ہے:

جناب من! بعد سلام مسنون واضح ہو کہ رسالہ آپ کا بابت ماہ ذی الحجہ بجواب رسالہ الجرح موصول ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ باسی کڑھی میں ابال آیا اور آپ جواب لکھنے بیٹھے۔ لیکن یہ کون سا انصاف ہے کہ آپ جواب میں امام صاحب کی بے جا تعلی کو ذکر کرتے ہیں۔ اگر اس امر میں آپ بوجہ عقیدت کے مجبور ہیں تو آپ ساتھ ساتھ امام بخاری کا ذکر مقابلتاً" اور وہ بھی توہین آمیز الفاظ میں کیوں کرتے ہیں۔ آپ رسالہ الجرح کا جواب لکھئے اور بخوشی لکھئے لیکن نفس رسالہ کا جواب ہو' خارجی باتوں کو نہ چھیڑیے ورنہ آپ کے حق میں خیر نہیں۔ آپ کے رسالہ کا ترکی بہ ترکی دنداں شکن جواب دیا جائے گا

قطعات تاریخ طبع ثانی کتاب مستطاب

الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہؒ

از نتیجہ طبع شاعر نکتہ شناس جناب ابو القاسم

میر کرامت اللہ صاحب متخلص بہ میر سابق پروفیسر

میونسپل بورڈ و سیکرٹری انجمن رفیق الاسلام امرتسر

چو جرح بو حنیفہ سعد وہابی طبع کردہ

پر از ہفوات و ہزلیات و توضیحات بے معنے

شفیقی- مولوی- حاجی و صوفی نور بخش ایم- اے

رقم کردہ ز اقوال صحیحہ خوش جوابش را

سر کم فہم کج گردید و گفتہ میر تاریخش

۴۳ ھ ۱۳

پئے رجم الشیاطین ہیں شہاب نور ما زیبا

امام احمد رضا
اور
ردِ بدعات و منکرات
یٰسٓ اختر مصباحی
فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور